امام حسین علیہ السلام کی زیارت
اور عزاداری کی عظمت

تالیف: آیت اللہ سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

ترجمہ: عرفان حیدر

امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری کی عظمت

● مؤلف : آیت اللہ سید مرتضٰی مجتہدی سیستانی

● مترجم : عرفان حیدر

● ڈیزائن : اظہر باقر خان

● تاریخ اشاعت : ۹/دسمبر سنہ ۲۰۲۲ء

● تعداد : ۵۰۰

● ناشر : جامعہ امام صادق (علیہ السلام) کوئٹہ

● مؤلف کی ویب سائٹ : www.almonji.com

● ہم سے رابطہ : info@almonji.com

irfanhaider014@gmail.com

انتساب

آبروئے خاتم النبیین، کُنہ خلقت کونین، مادر سادات، ام ابیہا، شفیعہؑ روز جزاء، صدیقہ وطاہرہ، راضیہ و مرضیہ سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتا ہوں۔

سخن مترجم

کربلا ایک ایسی عظیم درسگاہ ہے، جس کی عظمت نے ہر صاحب فکر کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ کربلا ایک زندہ و جاوید حقیقت ہے، جو فکر و عمل کا ایک ایسا سر چشمہ ہے جس سے ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب ہوتا رہا ہے۔ کربلا کے فیوضات سے مستفید ہونے کے دو اہم راستے ہیں؛ **امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری۔**

سرورشہیداں حضرت امام حسین علیہ السلام سے تجدید عہد کرنے اور واقعۂ عاشورا کی یاد منانے کے لئے ہر سال دنیا بھر سے لاکھوں زائرین کربلا کی زیارت سے شرفیاب ہوتے ہیں کیونکہ امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی زیارت خالق حقیقی سے رابطے کا مقدمہ اور روحانیت و معنویت کے حصول کا ذریعہ ہے، لہٰذا انسان کی معنویت میں جس قدر اضافہ ہوگا اسی کے مطابق انسان کے وجودی کمال میں ترقی ہوگی۔

انسان کے بہترین اعمال میں سے ایک بافضیلت عمل حضرات معصومین علیہم السلام اور بالخصوص امام حسین علیہ السلام کی زیارت ہے۔انسان زیارت کے ذریعہ ان مقدس اور معصوم ہستیوں سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے اور ان ہادیانِ برحق کی زیارت کے ذریعہ معرفت اور محبت و مودت میں اضافہ ہوتا ہے، جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجر رسالت قرار دیا ہے۔اس بنا پر زیارت اجر رسالت کی ادائیگی کا ذریعہ ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی

زیارت سے انسان تکامل کی منزلیں طے کرتا ہوا کمال تک پہنچ جاتا ہے اور یہ زیارت انسان کو صاحب کمال اور صاحب فضیلت بنا دیتی ہے ، اور سب سے بڑھ کر زیارت ، معصومین علیہم السلام کے نام کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے ، جن کی کاوشوں کے نتیجہ میں آج اسلام اور قرآن زندہ ہیں، کیونکہ ان معصوم ہستیوں کی سیرت، ان کا کردار اور ان کے اقوال قرآن مجید کی ترجمانی کرتے ہیں اور یہی اسلام و قرآن اور دین و شریعت کے حقیقی و واقعی مفسر ہیں۔

المختصر یہ کہ زیارت تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے احادیث و روایات میں زیارت اور بالخصوص حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔اس بارے میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے، جنہوں نے صرف گفتار کی حد تک لوگوں کو زیارت کا شوق نہیں دلایا بلکہ انہیں جب بھی موقع ملا عملی طور پر کربلا جا کر لوگوں کے لئے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔یہاں تک کہ امام علی نقی علیہ السلام نے اپنی بیماری کی شفاء کے لئے ایک شخص کو کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زیارت کے لئے بھیجا تاکہ وہ وہاں جا کر حضرت کی زیارت کرے اور آپ کی شفاء یابی کے لئے دعا کرے ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بارے میں نقل ہونے والی روایات یکساں نہیں ہیں بلکہ ہر امام کے زمانے کے حالات کے مطابق روایات وارد ہوئی ہیں۔اس بناپر پورے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے آپ کی زیارت کے بارے میں نقل ہونے والی روایات تواتر کی حد سے بھی بالاتر ہیں۔ معصومین علیم السلام کی سیرت اور فرامین کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض شیعہ علماء نے امام

حسین علیہ السلام کی زیارت کو واجب قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی امامت و ولایت کا اقرار کرنے والے ہر مؤمن پر لازم ہے کہ وہ آپ کی زیارت کرے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی وجہ سے کربلا جا کر امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے شرفیاب نہ ہو سکے تو اسے کیا کرنا چاہیئے ؟

روایات کی رو سے اگر کوئی شخص امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے نہ جاسکے تو عزاداری کو زیارت کا نعم البدل قرار دے۔ جس طرح ائمہ علیہم السلام نے روایات میں زیارت کی تاکید کی ہے، اسی طرح روایات اور سیرت معصومین علیہم السلام میں عزاداری پر بھی زور دیا گیا ہے۔ زیارت اور عزاداری کی عظمت اور اہمیت کے بارے میں ان دو اہم نکات پر توجہ فرمائیں :

اوّلًا: امام کے محضر میں حاضر ہونا "زیارت" ہے لیکن میدانِ عمل میں امام کے ساتھ ہونا "عزاداری" ہے۔یعنی انسان عملی طور پر خود کو امام کے غم اور مصیبت میں شریک قرار دے۔پس اس بناپر عزاداری کی عظمت کسی بھی طرح زیارت سے کم نہیں ہے۔

ثانیاً: زیارت میں انسان اپنے اعتقادات بیان کرتا ہے،یعنی امام کی زیارت کے وقت ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ ہم آپ کے مطیع ہیں،آپ ہمارے اعمال پر ناظر ہیں،آپ ہمارے شفیع ہیں، ہم آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ زیارت میں اعتقاد کو بیان کیا جاتا ہے لیکن عزاداری ؛ ان اعتقاد کی عملی تجلیگاہ ہے ،عزاداری میں انسان اپنے اعتقادات کا عملی میدان میں اظہار کرتا ہے،لہٰذا ان دو وجوہات کی بناء پر بعض علماء

عزاداری کو زیارت سے بالاتر سمجھتے ہیں ، لیکن زیارت اور عزاداری میں سے ہر ایک کے اپنے آثار اور اثرات ہیں۔

آیت اللہ سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی صاحب نے اپنی اس کتاب میں "**امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری کی عظمت**" کو بہت ہی خوبصورت اور محققانہ انداز سے اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور توفیق باری تعالیٰ سے بندۂ حقیر کو اس کا ترجمہ کرنے کا سعادت نصیب ہوئی، جس کے لئے میں سب سے پہلے اس معبود حقیقی کا شکر گزار ہوں۔اور میں اپنے نانا مرحوم ، والدین ، اساتید ، بھائیوں ، بہنوں اور دوستوں کا ممنون و مشکور ہوں ، جن کی دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال رہیں۔

میں یہ ناچیز کاوش یوسف زہراء امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ حقیر کی اس کوشش کو قبول فرمائیں گے۔

آخر میں آپ تمام قارئین کرام سے تمام مرحوم مؤمنین و مؤمنات اور بالخصوص میرے نانا مرحوم خادم حسین جعفری، والد گرامی مرحوم محمد یوسف شاہد، ماموں مرحوم فدا حسین جعفری اور مرحوم سید محمد صادق رضوی کی مغفرت اور بلندیِ درجات کے لئے دعا اور فاتحہ خوانی کی گزارش ہے۔

گدائے در زہرا علیہا السلام

عرفان حیدر

۱۷/ربیع الثانی سنہ ۱۴۴۴ ہجری

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینی احکام اور دستورات میں ایسے فرائض بھی ہیں جو شیاطین کو شکست دینے کے لئے دوسرے دینی امور کے مقابلے میں زیادہ موئثر ہوتے ہیں اور اہل بیت علیہم السلام کے محبّ اور شیعہ ان امور کو انجام دے کر شیاطین کی کمر توڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والوں ، عقیدت مندوں اور شیعوں کو ان امور سے آشنا ہونا چاہئے اور انہیں انجام دے کر خدا اور آل اللہ سے اپنی قربت میں اضافہ کرنا چاہئے۔

اہل بیت علیہم السلام کے احکامات و فرمودات میں دو موارد ایسے ہیں جو خداوند متعال اور خاندان وحی علیہم السلام کے تقرب کے لئے بہت زیادہ موئثر ہیں ، جن میں سے ایک زیارت اور دوسرا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ہے ، بشرطیکہ انہیں معرفت کے ساتھ انجام دیا جائے۔

زیارت اور عزاداری سے نہ صرف زائرین اور عزاداروں میں روحانی اور معنوی قوت پیدا ہوتی ہے بلکہ ان کی قوت ارادی کو بھی تقویت ملتی ہے اور ان کے لئے ایک شخصیت پیدا کرتی ہے ، جس سے وہ خدا کی بارگاہ کے مقرب بن جاتے ہیں۔

ہم نے جو کچھ عرض ہے ، یہ اس صورت میں واقع ہو گا جب اہل بیت علیہم السلام کے محب ، چاہنے والے اور شیعہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری کے بارے میں یہ جانتے ہوں کہ شیعوں کے بزرگ کس طرح سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتے تھے اور ان کی عزاداری کی کیا کیفیت تھی، جس سے انہوں نے اعلیٰ روحانی اور معنوی مراحل طے کئے۔

روایات اور اہل بیت علیہم السلام کے فرمودات میں تحقیق و جستجو کرنے اور اسی طرح بعض بزرگ شیعہ شخصیات کی زندگی اور ان کے کردار کا مطالعہ کرنے سے یہ استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے اعلیٰ علمی اور معنوی مراتب تک پہنچنے میں معرفت کے ساتھ زیارت اور عزاداری کرنے کا بہت زیادہ اہم کردار تھا۔

اگر اہل بیت علیہم السلام کے محبّ اور شیعہ بھی اپنے ان بزرگوں کی طرح زیارت اور عزاداری کریں اور وہ بھی زیارت اور عزاداری میں انہی چیزوں کی رعایت کریں، جن کی انہوں نے رعایت کی تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے بھی اپنے ان بزرگوں کی طرح معنوی مقام و مرتبہ حاصل کر سکتے ہیں اور ان کی طرح زیارت اور عزاداری سے مستفید ہوتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں تقرب کی نعمت سے بہرہ مند ہو کر اہل بیت علیہم السلام کی خاص توجہ حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ واضح سی بات ہے کہ ہم اہل بیت علیہم السلام اور بالخصوص امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری کے آداب اور شرائط سے جس قدر آشنا ہوں گے ، ہم پر اس کی اتنی ہی

زیادہ تاثیر ہوگی اور ہم میں اتنی ہی تیزی سے تبدیلی آئے گی۔

زیارت اور عزاداری میں انسان کی جتنی زیادہ معرفت ہوگی، وہ اپنے دینی وظائف کو اتنے ہی بہتر انداز سے انجام دے پائے گا۔

***

اگر ابتدائے اسلام سے اب تک مخالفین نے زیارت اور عزاداری کی مخالفت کی ہے اور ہر روز ان کا راستہ روکنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ بنایا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ جب تک اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کے چاہنے والے اس خاندان کی زیارت اور عزاداری سے دستبردار نہیں ہوں گے، تب تک وہ ان سے دور نہیں ہوں گے، بلکہ زیارت اور عزاداری کے ذریعہ وہ قربانی اور فداکاری کی حد تک جائیں گے اور اس راہ میں اپنی جان و مال قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے اور مخالفوں کے شیطانی سازشوں کا قلع و قمع کر دیں گے۔

چونکہ دشمن اور مخالفین چاہتے ہیں کہ لوگوں کو اہل بیت علیہم السلام سے دور کریں، دین کو نیست و نابود کریں اور انہیں عالمی حکومت کے بارے میں ان کے افکار سے دور کریں، لیکن یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے، جب وہ انہیں ان بزرگ ہستیوں کی زیارت اور عزاداری سے دور کر دیں۔

***

ہم اس کتاب میں کسی حد تک «زیارت اور عزاداری» کی عظمت کو اجا گر کرنے کی کوشش کریں گے اور اس بارے میں کچھ نکات بیان کریں کہ آخر کس وجہ سے مخالفین «زیارت اور عزاداری» کی مخالفت کرتے ہیں۔

اگر ہم « زیارت اور عزاداری» کی اہمیت سے آگاہ ہوں تو ہم سوختہ اور شکستہ بال و پر کی اصلاح کر کے بندگانِ خدا کی راہ پر گامزن ہو کر خدا کا تقرب اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی توجہ حاصل کر سکتے ہیں۔

سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

پہلا باب

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی عظمت

زیارت کے معنی

لغت میں کسی چیز یا شخص کے قصد یا ارادہ کرنے کو زیارت کہا جاتا ہے اور عرف میں کسی شخص کے پاس اس کی تکریم و تعظیم اور عزت کی وجہ سے اس کا تقرب پانے کے لئے حاضر ہونا اس شخص کی زیارت کہلاتا ہے۔[1]

معصومین علیہم السلام اور ان کے علاوہ دوسری ہستیوں کی تکریم و تعظیم کے لئے انہیں سلام کرنے کے قصد سے ان کے روضۂ مطہر یا ان کے دفن ہونے کے مقام پر حاضر ہونے سے ان کی زیارت متحقق ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ معصومین علیہم السلام کی دور سے زیارت کرنے، امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف توجہ کرنے اور آپ کی خدمت میں سلام پیش کرنے پر بھی زیارت کا اطلاق ہوتا ہے۔ زیارت کرنے والے کو ''زائر'' اور جس کی زیارت کی جائے اسے ''مزور'' کہا جاتا ہے اور جن کلمات کے ذریعہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کی جاتی ہے انہیں ''زیارت'' کہا جاتا ہے، جیسے زیارت جامعۂ کبیرہ اور زیارت عاشورا۔[2]

---

[1] ۔ المصباح المنیر و مجمع البحرین، کلمہ «زور».

[2] ۔ فرہنگ فقہ فارسی: ج ۴، ص ۳۲۶.

زیارت کی اہمیت

زیارت مادی و معنوی مشکلات کو حل کرنے، معنوی حیات تک رسائی حاصل کرنے اور بند روحانی دروازوں کو کھولنے کا اہم ذریعہ ہے۔ انسان زیارات کے ذریعہ اپنے دل کی تاریکی کو جلا بخش سکتا ہے اور ظلمت و تاریکی کی دنیا سے دور ہو کر عالم نور تک پہنچ سکتا ہے۔ زائرین کے وجود کی گہرائیوں پر زیارت کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ وہ انہیں خدا سے نزدیک کرتے ہوئے اہل بیت علیہم السلام کی بارگاہ کا مقرب بنا دیتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«الزیارۃ تنبت المودّۃ».[1]

«زیارت؛ انسان کے وجود میں مودت پیدا کرتی ہے»۔

مودّت کے معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے زیارت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ مؤدت سے وہ شدید محبت مراد ہے جو کسی شخص کو اس کے محبوب کا مقرب بنا دیتی ہے اور اسے اس سے نزدیک کر دیتی ہے۔

چونکہ مودت انسان کو محبوب سے نزدیک کر دیتی ہے، اسی وجہ سے خداوند کریم نے اپنے حبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ''مودت'' کو اجر رسالت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

[1]۔ بحار الانوار: ج ۷۴، ص ۳۵۵.

«قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ»[1]

«آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا، مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت کرو»۔

ہم اپنے مذکورہ بیان سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ہم اہل بیت علیہم السلام کی زیارت کے ذریعہ اپنے وجود میں مودّت پیدا کر سکتے ہیں اور اس میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں کہ جو اجر رسالت ہے ۔ کیونکہ روایت میں «تنبت المودّة» کا معنی مودت پیدا کرنا ہیں ، اور مودت کے ہوتے ہوئے زیارت کرنا یقیناً اس میں اضافہ کا باعث ہے۔

پس ہم زیارت کے ذریعہ اپنے دل میں ان بزرگ ہستیوں کی مودّت پیدا کر سکتے ہیں اور اس مودّت میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔

اس بنا پر ''مودّت'' اجر رسالت کی ادائیگی کا ایک ذریعہ ہے ، جو اہل بیت علیہم السلام کی زیارت سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ واضح سی بات ہے کہ زیارت ایسے کی جانی چاہیئے ، جس سے زائر کے دل میں اہل بیت علیہم السلام کی محبت پیدا ہو۔

اہل بیت علیہم السلام کی زیارت کی عظمت کو دیکھتے ہوئے ہمیں اس عظیم نعمت کی قدر کرنی چاہیئے اور ان بزرگ ہستیوں کے حرم میں حاضر ہو کر اپنے دل میں ان کی شدید محبت اور مودت کو جگہ دینی چاہیئے اور اس طرح خود کو ان معصوم ہستیوں کی الٰہی حکومت کے لئے تیار کرنا چاہیئے اور اپنے دل و جان سے جلد از جلد حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ

[1]۔ سورۂ شوریٰ، آیت: ۲۳۔

الشریف کی حکومت کے قیام کے لئے دعا کرنی چاہئے تا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا عالمی اجر رسالت ادا ہو سکے۔

عالمی اجر رسالت

دنیا بھر کے لوگوں پر رسول اکرم ﷺ کا اجر رسالت ادا کرنا لازم ہے کیونکہ دین اسلام ایک عالمی مذہب ہے اور دنیا کے تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں، اور چونکہ ذوی القربی اور معصومین علیہم السلام کی مودّت، پیغمبر اکرم ﷺ کا اجر رسالت ہے، پس ذوی القربی کی مودّت جن وانس پر لازم ہے۔ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم ارواحنا فداہ کی الٰہی حکومت میں جب دین اسلام ایک عالمی دین بن جائے گا اور اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام ادیان میں سے کوئی دین باقی نہیں رہے گا تو اس وقت دنیا کے تمام لوگ اجر رسالت ادا کریں گے اور سب لوگ اہلبیت علیہم کی شدید محبت اور مودّت کو قبول کریں گے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اربعین کے موقع پر کروڑوں کے اجتماع اور شیعوں کی مشی[1] نے امام حسین علیہ السلام کے نام کو عالمگیر بنا دیا ہے اور دنیا والوں کا امام حسین علیہ السلام سے آشنا ہونا، درحقیقت اہل بیت علیہم السلام کی مودّت کی عالمی مقبولیت کا آغاز ہے، کیونکہ امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ظہور سے پہلے لوگ امام حسین علیہ السلام کے نام سے آشنا ہوں گے اور اسی طرح وہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ

[1]۔ اربعین کے موقع پر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے عراق کے مختلف شہروں اور بالخصوص نجف سے کربلا کی طرف پیدل سفر کیا جاتا ہے، جس میں دوسرے مذاہب کے پیروکار بھی شرکت کرتے ہیں۔

کے بزرگ ساتھیوں کی مظلومیت اور شہادت سے بھی آگاہ ہوں گے۔اسی وجہ سے منتقم خون حسین (علیہ السلام) حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور کے آغاز میں امام حسین علیہ السلام کے ذریعہ اپنا تعارف کروا کر دنیا والوں کو اپنی شخصیت سے آشنا کروائیں گے، جس کے نتیجہ میں دنیا کے تسخیر ہونے سے پوری دنیا کے لوگ اسلام کو قبول کرتے ہوئے اس کے حقائق سے آگاہ ہوں گے اور ان کے دلوں میں خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کی شدید محبت و مودت پیدا ہو گی۔

دوسرے مذاہب میں زیارت

یہ نکتہ جاننا بھی ضروری ہے کہ زیارت ایک فطری امر ہے، جو صرف شیعوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسرے ادیان و مذاہب اور فرقوں کے پیروکار بھی اپنے بزرگوں کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اس بنا پر زیارت کی مخالفت کرنے والے لوگ درحقیقت تمام ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کی مخالفت کرتے ہیں۔

زیارت تمام ادیان و مذاہب میں موجود ہے، البتہ زیارت کرنے کیفیت، مقامات اور جن اشخاص کی زیارت کی جاتی ہے، ان میں فرق پایا جاتا ہے، لیکن مقدس مقامات پر حاضری دینا اور وہاں پر ایک خاص قسم کا احترام کرنا عام اور آفاقی ہے۔

مصاحب کے انسائیکلوپیڈیا میں لکھتے ہیں:

اس مضمون میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بابل کے قدیم لوگوں میں رائج زیارت اور ان کی رسومات کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ نیز وہ اس میں زیارت کے سفر کے آداب اور

زیارت گاہ کے اندر کی رسومات کی وضاحت کرتے ہیں، جو اخلاقی اور روحانی پہلوؤں سے خالی نہیں ہے۔

زیارت کے باب میں ہم آشور اور بابل کے اقوام کی زیارت کے ایّام اور ان کے مقدس مقامات کی زیارت کے واقعات پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دو ہزار سال قبل مسیح ''اُور ، نی پور، سوسا اور آنسا'' نامی شہروں میں بھی بڑی زیارات تھیں۔

جب بدھ مت میں اس مسئلے کا تجزیہ اور مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس سے ان کے احترام اور تقدس کا پہلو واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بدھ مت میں مقدس مقامات، گوتم بدھ اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی زیارت میں ان کے خالق ہونے کے لحاظ سے عبادت کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ صرف ان کے احترام کے طور پر اور انہیں خراج تحسین پیش کرنے کے عنوان سے ان کی زیارت کی جاتی ہے۔ چین، تبت، سیلان، ہندوستان، برما اور کوریا کی بڑی بڑی زیارت گاہیں زیارت کی عمومیت اور وسعت کی نشاندہی کرتی ہیں، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ہندوستان میں ایسے دریا بھی ہیں کہ لوگ جن کے احترام کے قائل ہیں، اور وہ ان سے راز و نیاز کرتے ہیں، جیسے دریائے گنگا و جمنا اور برہما پترا۔

اب آپ یہ نہ سوچیں کہ زیارت کی روایت کا تعلق صرف بعض ایشیائی ممالک یا کچھ خاص قبائل سے ہے؟ نہیں ! بلکہ عیسائیت کے اہم مذہبی آداب و رسومات میں سے ایک مقدس مقامات کی زیارت ہے۔ فلسطین ؛ عیسائیوں کی پہلی زیارتگاہ تھا۔ قرون وسطی میں

یورپ سے بہت بڑے قافلے بیت المقدس[1] کی زیارت کے لئے آتے تھے اور بہت ہی کٹھن اور دشوار سفر طے کرتے تھے تاکہ کسی طرح یروشلم پہنچ جائیں۔

اگر ہم عیسائی دنیا میں مقبروں اور مقدس مقامات کی زیارت کے فلسفہ پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ دور حاضر میں نام نہاد مہذب دنیا نہ صرف خود کو زیارت سے بے نیاز نہیں سمجھتی، بلکہ وہ عبادت اور مقدس قبور کی زیارت کو دنیاوی مشکلات سے نجات پانے کے لئے ضروری سمجھتی ہے۔ یعنی جہاں انسان نئی تہذیب کی مشکلات اور تکالیف سے آزاد ہو کر کسی سے راز و نیاز کرے اور اس سے اپنا درد دل بیان کرے، کیونکہ ریا کے بغیر خالص اور پاکیزہ دوست سے ہی آپ اپنے دل کے راز بیان کرتے ہیں۔

اس حقیقت اور فطری ضرورت کو سمجھنے کی وجہ سے برطانیہ، فرانس اور اٹلی جیسے ممالک میں بڑی بڑی زیارتگاہیں موجود ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنے مخصوص نام سے مشہور ہے۔

بیت المقدس کے بعد روم میں عیسائیوں کی سب سے بڑی زیارتگاہیں ہیں، جہاں ہر سال لاتعداد زائرین زیارت کی غرض سے جاتے ہیں، جہاں وہ منتیں مانگتے ہیں اور خاص ذکر

---

[1]۔ بیت المقدس (Jerusalem) یا قدس یا یروشلم (Ursalim)؛ (عبری = امن کا شہر سلامتی) یہ اسرائیل اور اردن ہاشمی کی سرحد پر واقع ہے، یہودی اور عیسائی ادب میں اسے اکثر صیہون (Sehyun) کہا جاتا ہے۔ بیت المقدس؛ مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مقدس ہے اور یہ تینوں مذاہب کی زیارتگاہ ہے، مسلمانوں کی زیارتگاہ قُبۃ الصخرہ اور مسجد الاقصی ہے، یہودیوں کے نزدیک مقدس ہے اور عیسائی قبر مقدس کے کلیسا کا احترام کرتے ہیں۔ یروشلم میں ایسی بہت سی زیارتگاہیں اور کلیسا ہیں، جن میں سے ہر ایک کتاب قدس یا قدسیین میں ذکر ہونے واقعات کی یادگار ہیں۔ یروشلم کم از کم ۱۵ویں صدی قبل مسیح سے متعلق ہے...۔ (دائرۃ المعارف مصاحب سے مأخوذ).

اور دعاؤں کے ذریعہ زیارت کرتے ہیں۔

زیارت کی سب سے پیچیدہ شکل ہندو مذہب میں پائی جاتی ہے ، جس میں ان کی خاص رسومات اور تقاریب ہوتی ہیں۔ ہندو اپنی مذہبی زیارت کے لئے زیارت سے پہلے لازمی طور پر غسل کرتے ہیں اور پاک و پاکیزہ ہو کر زیارت کے لئے جاتے ہیں ، زائرین کے پاس پھول ہوتے ہیں، جنہیں وہ زیارتگاہ میں بطور ہدیہ لے کر جاتے ہیں اور وہاں ان پھولوں کو نچھاور کرکے زیارتگاہ کی فضا کو معطر کرتے ہیں۔ زیارتگاہ کے مختلف حصوں کی شفاف آئینوں کے ذریعہ تزئین وآرائش کی جاتی ہے کہ جن میں شمع کا عکس دلفریب منظر پیش کر رہا ہوتا ہے ۔ زیارتگاہ کی فضا اگربتی اور عطر کی خوشبو سے معطر ہوتی ہے۔ زائر کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ زیارت کے وقت سر ڈھانپ کر جائے یا آسان لفظوں میں یہ کہ وہ حجاب کے ساتھ زیارتگاہ میں جائے۔ ہر عمر کی خواتین کے لئے اس کی پابندی کرنا ضروری ہے لیکن مرد انہی پھولوں کی مالا گلے میں ڈال کر یا ان کا گلدستہ بنا کر زیاتگاہ میں جاسکتے ہیں۔[1]

قرآن کی نظر میں کفار اور منافقین کی زیارت

زیارت کا مطلب ہے کسی شخص سے ملاقات کرنا یا کسی کی تعظیم و تکریم کے لئے اس کی قبر پر حاضری دینا۔ کفار اور منافقین کی قبروں پر حاضری دینا اور ان کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے ، جس طرح منافقوں اور کافروں کے جنازے پر نماز پڑھنا حرام ہے۔

[1]۔ شوق دیدار: 29، از دائرۃ المعارف مصاحب.

خداوند متعال قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے :

«وَلا تُصَلِّ عَلی أَحَدٍ مِنْهُمْ ماتَ أَبَداً وَلا تَقُمْ عَلی قَبْرِهِ إِنَّهُمْ کَفَرُوا بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ وَ ماتُوا وَ هُمْ فَاسِقُونَ...»[1]

«اور خبر دار ان میں سے کوئی مر بھی جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھئے گا اور اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہوئیے گا کہ ان لوگوں نے خدا اور رسول کا انکار کیا ہے اور فسق کی حالت میں دنیا سے گزر گئے ہیں»۔

اس آیت کے بارے میں یوسف بن ثابت نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا :

عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ يُوسُفَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ أَبِي سَعِيدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ عليه السلام... ثُمَّ قَالَ: وَ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ رَجُلًا صَامَ النَّهَارَ وَقَامَ اللَّيْلَ ثُمَّ لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِغَيْرِ وَلَايَتِنَا أَهْلَ الْبَيْتِ لَلَقِيَهُ وَهُوَعَنْهُ غَيْرُ رَاضٍ أَوْ سَاخِطٌ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ وَذَلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

---

[1] ۔ سورۂ توبہ، آیت ۸۴.

«وَلا تُصَلِّ عَلى أَحَدٍ مِنْهُمْ ماتَ أَبَداً وَلا تَقُمْ عَلى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ ماتُوا وَ هُمْ فَاسِقُونَ. وَ لا تُعْجِبْكَ أَمْوالُهُمْ وَأَوْلادُهُمْ إِنَّما يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِها فِي الدُّنْيا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كافِرُونَ». [1]، [2]

ابو امیّہ یوسف بن ثابت بن ابی سعیدہ نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے... آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر کوئی شخص دن میں روزہ رکھے اور رات بھر خدا کی عبادت کرے اور پھر خدائے عزّوجل سے ہماری ولایت کے بغیر ملاقات کرے تو اس نے خدا سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اس سے راضی اور خوشنود نہیں ہے، بلکہ اس سے ناراض ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ خدائے عزوجل کا ارشاد ہے: «اور خبردار ان میں سے کوئی مر بھی جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھئے گا اور اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہوئیے گا کہ ان لوگوں نے خدا اور رسول کا

---

[1] ۔ سورۂ توبہ، آیت ۸۴ اور ۸۵.

[2] ۔ تفسیر اہل بیت: : ج ٦، ص ٢٧٦، الکافی: ج ٨، ص ١٠٧.

انکار کیا ہے اور فسق کی حالت میں دنیا سے گزر گئے ہیں۔
اور ان کے اموال اور اولاد بھلے آپ کو معلوم نہ ہوں ،
خدا ان کے ذریعہ ان پر دنیا میں عذاب کرنا چاہتا ہے اور
چاہتا ہے کہ کفر کی حالت میں ان کا دم نکل جائے»۔

حنّان بن سدیر نے یہ روایت امام باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے :

تَوَفِّي رَجُلٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّهِ صلى الله عليه وآله وسلم
إِلَى ابْنِهِ: إِذَا أَرَدْتُمْ أَنْ تُخْرِجُوا فَأَعْلِمُونِي. فَلَمَّا حَضَرَ
أَمْرُهُ أَرْسَلُوا إِلَي النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فَأَقْبَلَ عليه السلام
نَحْوَهُمْ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِ ابْنِهِ فِي الْجِنَازَهْ فَمَضَي قَالَ
فَتَصَدَّي لَهُ عُمَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّهِ صلى الله عليه وآله وسلم أَمَا نَهَاكَ
رَبُّكَ عَنْ هَذَا أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَداً أَوْ
تَقُومَ عَلَى قَبْرِهِ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم. قَالَ: فَلَمَّا
كَانَ قَبْلَ أَنْ يَنْتَهُوا بِهِ إِلَي قَبْرِهِ قَالَ عُمَرُ أَيْضاً
لِرَسُولِ اللّهِ صلى الله عليه وآله وسلم: أَمَا نَهَاكَ اللّهُ عَنْ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى
أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَداً أَوْ تَقُومَ عَلَى قَبْرِهِ ذٰلِكَ
بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّهِ وَبِرَسُولِهِ. وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ؟
فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم لِعُمَرَ عِنْدَ ذٰلِكَ: مَا رَأَيْتَنَا صَلَّيْنَا

لَهُ عَلَي جِنَازَتِهِ وَ لَا قُمْنَا لَهُ عَلَي قَبْرِهِ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ ابْنَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ كَانَ يَحِقُّ عَلَيْنَا أَدَاءَ حَقِّهِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ وَ سَخَطِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ .[1]

حنان بن سدیر نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ منافقین میں سے ایک شخص وفات پا گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اس کے بیٹے کے پاس بھیجا اور فرمایا: جب بھی اس کے جنازے کے لئے باہر آنا چاہو تو مجھے اس کی اطلاع دو۔ جب تشییع جنازہ کا وقت ہوا تو اس نے کسی کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ ان کے پاس آئے اور تشییع جنازہ میں اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر چلنے لگے۔ عمر نے آپ کا راستہ روکا اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے پروردگار نے آپ کو ان میں سے کسی کے جنازے پر نماز پڑھنے اور ان کی قبر پر آنے سے منع نہیں کیا ؟! پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ قبر تک پہنچنے سے پہلے عمر نے ایک

---

[1]۔ تفسیر اہل بیت: ج۶، ص۲۷۸.

مرتبہ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: کیا آپ کے خدا نے آپ کو ان کے مُردوں پر نماز پڑھنے اور ان کی قبر پر آنے سے منع نہیں کیا؟! انہوں نے خدا اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور وہ اس حال میں مرے ہیں کہ وہ کافر ہیں؟ پس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر سے کہا: تم نے ہمیں اس کے جنازے پر نماز پڑھتے ہوئے اور اس کی قبر پر نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا: اس کا بیٹا مؤمنین میں سے ہے اور ہم پر اس کا حق ہے جسے ادا کرنا چاہئے۔ عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں خدا کے غضب اور آپ کی ناراضگی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

عمر نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا اور آپ پر تنقید کی، لیکن چونکہ اس کا اعتراض صحیح نہیں تھا، اس لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف توجہ نہیں دی اور اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن جب اس نے دوبارہ اعتراض کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم نے ہمیں اس کے جنازے پر نماز پڑھتے ہوئے اور اس کی قبر پر نہیں دیکھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میت کے بیٹے کے پاس کھڑے تھے جو مؤمنوں میں سے تھا، نہ کہ اس میت کی قبر کے پاس کہ جو کافر تھا۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس عمل سے اس مؤمن کا حق ادا کرنا چاہتے تھے اور اس کی تکریم کرنا چاہتے تھے، نہ کہ اس کے کافر باپ کے

جنازے میں آئے تھے۔

قرآن کی نظر میں معصومین علیہم السلام اور تمام اولیائے خدا کی زیارت

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سورۂ توبہ کی ۸۴ ویں آیۂ شریفہ «**وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُم مَاتَ أَبَداً وَلاَتَقُمْ**» واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ خداوند متعال نے کفار پر نماز پڑھنے اور ان کی قبروں کے پاس کھڑے ہونے سے منع کیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ خداوند کریم نے مؤمنین پر نماز پڑھنے، ان کی قبروں کے پاس جانے اور بالخصوص معصومین علیہم السلام کی قبروں کے پاس جانے سے منع نہیں کیا، بلکہ یہ جائز اور پسندیدہ عمل ہے، اور دوسرے دلائل کی بنیاد پر اولیاء خدا کی زیارت دین کے شعائر میں سے ہے۔

بعض علماء نے اس آیۂ شریفہ میں کلمہ «لا تصلّ» کا ترجمہ یہ نہیں کیا کہ ''نماز نہ پڑھو''، بلکہ کہا ہے کہ «لا تصلّ» سے یہ مراد ہے کہ کفار کی قبروں کے پاس درود اور صلوات نہ بھیجو۔ اس بنا پر آیۂ شریفہ کا مفہوم یہ ہے کہ صلاۃ سے مراد مؤمنین کی قبور کے پاس مطلق طلب رحمت ہے، نہ کہ یہ نماز میت سے مخصوص ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت کے لئے اس قول پر توجہ فرمائیں:

قبرستان میں جانا اور مومنین کی قبروں کے پاس کھڑے ہو کر ان پر درود بھیجنا، یعنی قرآن کے مطابق ان کے لئے خدا سے رحمت طلب کرنا، قرآنی آیات کی بنیاد پر یہ عمل رسول اکرم ﷺ کی زندگی کا اہم حصہ ہے، کیونکہ اس آیۂ شریفہ «**وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ**

أَبَداً وَلاَ تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ»[1] میں آنحضرت کو منافقین کے سلسلہ میں اس کام سے منع کیا گیا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنین کے سلسلہ میں رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم کی یہ سیرت رہی ہے کہ آپ مؤمنین کی قبروں کے پاس کھڑے ہو کر ان کے لئے دعا کرتے تھے اور ان پر صلوات بھیجتے تھے۔ اگر کوئی کہے کہ اس سے دفن کے وقت قبر کے پاس کھڑے ہونا مراد ہے نہ کہ دفن کے بعد زیارت کے لئے کھڑے ہونا تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے:

اوّلًا: لفظ «**وَلاَ تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ**» مطلق ہے، لہٰذا اس میں قید اور تخصیص کے لئے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

ثانیاً: جملہ «**وَلاَ تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ**» میں واو عاطفہ کی وجہ سے اس میں لفظ «**ابداً**» تقدیر میں ہے اور اب اس کا معنی یوں ہو گا: ابداً یعنی کبھی بھی اس کی قبر کے پاس کھڑے نہ ہو۔ یعنی کسی بھی وقت وہاں کھڑے نہ ہو۔ پس اس میں دفن کے بعد زیارت کے لئے کھڑے ہونا (جیسا کہ رائج ہے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ، یا مرحوم کے چہلم، برسی یا دوسرے اوقات میں اس کی قبر پر جانا) بھی شامل ہے۔ چنانچہ اگر کوئی اپنے غلام سے کہے: «**لا تطعم زیداً ابداً ولاتسقه**» تو "واو" عاطفہ کے حکم سے اس کا معنی یہ ہو گا کہ «**ولاتسقه ابداً**» یعنی زید کو ہرگز طعام نہ دو، ہرگز کسی بھی وقت اسے سیراب نہ کرو۔ ہم نے جو دو وجوہات بیان کی ہیں، شاید انہی کی بنا پر تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر و توضیح میں یوں بیان کیا گیا ہے:

---

[1] .« اور خبردار ان میں سے کوئی مر بھی جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھئے گا اور اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہوئیے گا»؛ سورۂ توبہ، آیت: ۸۴.

«چاہے دفن کے لئے اور چاہے زیارت کے لئے (کھڑے مت ہو)»[1] اور جس طرح قیام سے کھڑے ہونا مراد ہے، اسی طرح صلوات سے طلب رحمت مراد ہے نہ کہ نماز میت، کیونکہ اگر اس سے صرف نماز میت مراد ہوتی تو لفظ «ابداً» لغو ہو جاتا، کیونکہ یہ واضح ہے کہ نماز میت صرف ایک مرتبہ ہے اور پوری عمر میں اسے تکرار نہیں کیا جاتا کہ جس کے لئے لفظ «ابداً» کی ضرورت ہوتی۔۔۔۔»[2]

قرآن پاک کی کچھ دوسری آیات بھی لوگوں کو معصومین علیہم السلام اور تمام اولیاء کی زیارت کی تشویق دلاتی ہے، جیسے یہ آیۂ مبارکہ: «**وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ**»[3] "اور جو بھی خدا کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا، یہ تعظیم اس کے دل کے تقویٰ کا نتیجہ ہوگی"۔

اور اسی طرح یہ آیۂ شریفہ «**فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ**»[4] "یہ چراغ ان گھروں میں جن کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے"۔

یہ واضح سی بات ہے کہ معصومین علیہم السلام اور تمام اولیائے الٰہی کے حرم کی تعظیم گویا سب سے بزرگ شعائر الٰہی کی تعظیم ہے اور ان کے حرم خدا کی نشانیاں ہیں اور یہ ایسے

---

1. الجلالین: ۲۶۶، سورۂ توبہ کی ۸۴ویں آیت کی تفسیر کے ذیل میں.

2. حدیث غدیر و مسئلہ ولایت: ۲۲۵تا۲۲۸.

3. سورۂ حج، آیت: ۳۲.

4. سورہ نور، آیت: ۳۶.

گھر ہیں جہاں خدا نے اذن دیا ہے کہ اس کا نام لیا جائے۔

***

ائمہ اطہار علیہم السلام اور تمام اولیاء الٰہی کی زیارت پر دلالت کرنے والی مذکورہ آیات کے علاوہ سینکڑوں ایسی روایات بھی موجود ہیں جو ان ہستیوں کی زیارت کی عظمت اور اس کے حیات بخش دنیوی واخروی آثار کو بیان کرتی ہیں۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کی زیارت اور امام حسین علیہ السلام کی عزاداری

کتاب ‹‹جہان مذہبی›› میں لکھتے ہیں:

وہ (شیعہ) ائمہ اطہار علیہم السلام کی ایسی احادیث وروایات کے لئے خاص اہمیت کے قائل ہیں اور وہ اسے سنت کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ کے قول و فعل کے علاوہ شیعوں کے ائمہ اطہار علیہم السلام کے قول و فعل پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ تمام منابع ایک خاص فقہی اثنی عشری مکتب کے وجود میں آنے کا باعث بنے۔ ائمہ علیہم السلام اور ان کی قبور کی زیارت کے سلسلہ میں شیعوں کا اخلاص اور عقیدت بھی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ شیعوں کی دینی حیات میں مقدس مقامات جیسے عراق میں نجف و کربلا اور ایران میں قم، مشہد اور ان سے مشابہ دوسرے مقامات کا اہم کردار ہے۔

لیکن جو رسم سب سے زیادہ متاثر کن ہے وہ عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی مناسبت سے شیعوں مجالس عزا ہیں۔

ماہ محرم الحرام میں اس افسوسناک اور غم انگیز واقعہ کو تبلیغ، منبر، مذہبی اشعار اور

تعزیہ کی رسومات کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔[1]

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب

ابن قولویہ رحمۃ اللہ نے «کامل الزیارات» میں ہشام بن سالم سے اور انہوں نے امام صادق علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کیا: یابن رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بابا (امام حسین علیہ السلام) کی زیارت کر سکتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں! زیارت کے علاوہ ان کی قبر کے نزدیک نماز بھی پڑھی جائے، البتہ ان کی قبر کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور ان کی قبر سے آگے نماز نہ پڑھی جائے (یعنی قبر کی طرف پشت کر کے نماز ادا نہ کی جائے)۔

اس شخص نے عرض کیا: جو شخص ان کی زیارت کرے، اسے کیا اجر و ثواب ملے گا؟

آپ نے فرمایا: اس کا اجر؛ بہشت ہے، لیکن اس کی یہ شرط ہے کہ وہ آپ کو امام مانتا ہو اور آپ کی پیروی و اتباع کرتا ہو۔

اس شخص نے عرض کیا: اگر کوئی ان سے بے اعتنائی کرتے ہوئے زیارت کو ترک کر دے تو اس کی کیا سزا ہو گی؟

آپ نے فرمایا: اسے روز حسرت (یعنی روزِ قیامت) حسرت ہو گی۔

اس نے عرض کیا: ان کے پاس قیام کرنے والے کو کیا ملے گا؟

---

[1]۔ جہان مذہبی: ۸۹۲.

آپ نے فرمایا: ہر دن کے بدلے ہزار مہینہ کا ثواب ملے گا۔

عرض کیا: جو آپ کی زیارت پر جانے کے لئے خرچ کرے اور آپ کی قبر مطہر کے پاس خرچ کرے، اسے کیا اجر ملے گا؟

فرمایا: اسے خرچ کئے گئے ہر درہم کے مقابلے میں ہزار درہم ملیں گے۔

عرض کیا: جو اس سفر کے دوران وفات پا جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا: فرشتے اسے لے جائیں گے اور اس کے لئے جنت سے حنوط اور لباس لے کر آئیں گے اور اسے کفن پہنائے جانے کے بعد اس پر نماز پڑھیں گے، اور فرشتے اسے پہنائے گئے کفن کے اوپر ایک اور کفن پہنائیں گے اور اس کے نیچے ریحان کا بستر بچھایا جائے گا اور زمین کو اس کے سامنے سے تین میل دور کر دیا جائے اور اسی طرح اس کے پچھلی جانب اور اسی طرح اس کے سر اور پاؤں کی جانب سے بھی زمین کو تین تین میل دور ڈھکیل دیا جائے گا۔ اور جنت کی طرف سے اس کی قبر کی جانب ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اس کی قبر میں بہشت کے پھولوں کی خوشبو اور نسیم داخل ہو گی اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

وہ شخص (راوی) کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ان کی قبر کے پاس نماز ادا کرنے والے کو کیا اجر و ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جو شخص آپ کی قبر مطہر کے پاس دو رکعت نماز پڑھے تو وہ خداوند سے جس چیز کی درخواست کرے گا، خداوند متعال اسے وہ چیز عطا فرمائے گا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: آبِ فرات سے غسل کرنے کے بعد آنحضرت کی زیارت کرنے والے کے لئے کیا اجر و ثواب ہے؟

آپ نے فرمایا: جو آب فرات سے غسل کرتے وقت آپ کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور وہ اس طرح ہو جاےت گا جیسے وہ ابھی شکم مادر سے پیدا ہوا ہو۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر کسی نے ان کی زیارت کی تیاری کی ہو لیکن کوئی مشکل در پیش آنے کی وجہ سے زیارت کے لئے نہ جا پائے تو اس کا کیا اجر ہے؟

آپ نے فرمایا: اس نے (زیارت کے لئے) جو درہم بھی خرچ کیا ہے، خداوند اسے ہر درہم کے بدلے کوہِ اُحد کے برابر نیکیاں عطا فرمائے گا اور اسے کئی گنا بڑھا دے گا۔ اور اس پر قطعی طور پر نازل ہونے والی بلاؤں اور مصیبتوں کو اس سے دور کر دے گا اور اس کے مال کی حفاظت کرے گا۔

اس شخص کا بیان ہے ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: اگر آپ کے پاس قتل ہو جائے؛ مثلاً کوئی ظالم و جابر سلطان و حکمران اسے قتل کر دے، تو اسے کیا اجر ملے گا؟

آپ نے فرمایا: اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے خداوند متعال اس کے تمام گناہ بخش دے گا اور وہ جس طینت (مٹی) سے خلق ہوا؛ فرشتے اسے غسل دے کر اس طرح سے خالص کریں گے کہ جس طرح انبیاء و مخلصین کو پاک و خالص کیا جاتا ہے اور اس کی مٹی میں اہل کفر کی مٹی سے ملئے گئے اجناس دور اور پاک ہو جائیں گے۔ اور اس کے قلب

کو دھو کر اس کے سینہ کو چاک کیا جائے گا اور اسے ایمان سے بھر دیا جائے گا اور وہ خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ تمام قلبی اور جسمانی ملاوٹوں سے پاک اور منزہ ہو جائے گا اور اس کے لئے اس کے اہل خانہ اور ایک ہزار برادرانِ ایمانی کی شفاعت مقرر کی جائے گی، جبرئیل، ملک الموت اور تمام فرشتے اس کی نماز جنازہ کی سرپرستی کریں گے اور بہشت سے اس کے لئے کفن اور حنوط لے کر آئیں گے اور اس کی قبر کو وسعت دے کر اس کی قبر میں چراغ جلائے جائیں گے اور اس کے لئے جنت میں ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ فرشتے اس کے لئے جنت سے تازہ اشیاء اور تحائف لے کر آئیں گے اور پھر اٹھارہ دن کے بعد اسے حظیرۃ القدس (بہشت) میں اٹھایا جائے گا اور وہاں وہ اولیاء خدا کے ساتھ رہے گا۔ اور جب صور پھونکی جائے کہ جس کی وجہ سے کوئی چیز باقی نہیں رہے اور جب دوسری صور پھونکی جائے گی تو اسے قبر سے باہر لایا جائے گا اور یہ وہ پہلا شخص ہو گا، جس سے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، امیر المؤمنین (علیہ السلام) اور اوصیاء (علیہم السلام) مصافحہ کریں گے اور اسے بشارت دیتے ہوئے کہیں گے: ہمارے ساتھ رہو اور پھر اسے حوض کوثر کے پاس لائیں گے اور وہ اس سے سیراب ہو گا اور جسے چاہے گا سیراب کرے گا۔

وہ شخص (راوی) کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: جس شخص کو آپ کی زیارت کی وجہ سے قید کر دیا جائے تو اس کے لئے کیا اجر و ثواب ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ جتنے دن بھی قید میں رہا اور غمگیں رہا؛ اس کے ہر دن کے بدلے فرحت اور مسرت مد نظر رکھی جائے گی، جو قیامت تک جاری رہے گی اور اگر اسے قید کرنے

کے بعد ماریں تو اسے لگنے والی ہر ضربت کے مقابلے میں اسے ایک حور دی جائے گی اور اس کے جسم کو پہنچنے والے ہر درد کے مقابلے میں اسے ہزار ہزار نیکیاں دی جائیں گے اور اس کے ہزار ہزار گناہ بخش دیئے جائیں گے ، اور اس کے عوض ہزار ہزار درجے بلند ہوں گے اور پھر وہ حساب ختم ہونے تک رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رفقاء میں سے محسوب ہو گا۔ اور پھر اس سے فرشتگانِ حاملین عرش مصافحہ کریں گے اور اس سے کہیں گے : تم جو چاہو، مانگو۔ پھر اسے مارنے والے کو حساب کے لئے حاضر کیا جائے گا اور اس سے کوئی سوال کئے بغیر اور اس کا حساب لئے بغیر ہی اسے اس کے بازؤں سے پکڑ کر ایک فرشتے کے سامنے پیش کیا جائے گا جو اسے حمیم (جہنم کا گرم پانی) اور غسلین (جہنمیوں کے بدن سے نکلنے والا گندہ خون اور پیپ) پلائے گا اور پھر وہ اسے آگ کے دہکتے ہوئے ٹکڑے پر رکھ کر کہیں گے : تم نے جس شخص کو مارا ہے، اس فعل کے بدلے اب اس دائمی عذاب کا مزہ چکھو اور تم نے جس کو مارا تھا وہ خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مہمان تھا اور جس کو مارا گیا تھا (یعنی زائر حسین علیه السلام) ، اسے جہنم کے دروازے کے پاس لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا : جس نے تم کو مارا تھا، اسے دیکھو اور اسے ملنے والی سزا کو مشاہدہ کرو، کیا اب تمہارا دل ٹھنڈا ہوا ہے ؟ اسے تمہارے قصاص کی وجہ سے یہ عذاب ملا ہے۔ پس وہ کہے گا : حمد خدا کے لئے ہے جس نے میری اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد کی نصرت فرمائی۔[1]

---

[1]۔ کامل الزیارات : ۲۳۹ ح ۲، بحار الأنوار : ۱۰۱/۷۸، المستدرک : ۱۰/۲۷۹ ح ۲، صحیفۂ حسینیہ : ۶۲ .

زیارت سے زائرین کا ہدف

اہل بیت علیہم السلام کی زیارت سے شرفیاب ہونے والے افراد میں ایمان و اعتقاد اور یقین و معرفت کے لحاظ سے بہت فرق ہوتا ہے۔اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی ملکوتی بارگاہ میں حاضر ہونے والے بعض زائرین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ زیارت سے ان کی اپنی ذاتی حاجتیں اور مرادیں پوری ہو جائیں۔اگرچہ ایسے افراد ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جو سیر و تفریح کی غرض سے مقدس مقامات کی طرف سفر کرتے ہیں، کیونکہ اس سفر میں ان کا مقصد اور ہدف زیارت ہے نہ کہ سیر و تفریح، لیکن وہ اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے زیارت نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی حاجتوں کے حصول اور اپنی مشکلات سے نجات پانے کے لئے زیارت کے لئے جاتے ہیں۔

اہل بیت علیہم السلام کے حرم میں ایسے افراد کا توسل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کے عظیم مقامِ ولایت کی نسبی معرفت رکھتے ہیں۔

ان کا یہ قلبی اعتقاد اہل بیت علیہم السلام کی ملکوتی بارگاہ میں شرفیاب ہونے اور ان بزرگ ہستیوں سے متوسل ہونے کا باعث بنتا ہے۔

ایسے زائرین کا مشکلات اور پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے خاندان وحی علیہم السلام کی قدرت پر یقین رکھنا اس بات کا باعث بنتا ہے کہ وہ ان ہستیوں سے متوسل ہوں اور ان کی کیمیا اثر نگاہ سے ان کی مشکلات حل ہو جائیں اور ان کی حاجتیں پوری ہو جائیں۔

ایسے زائرین اہل بیت اطہار علیہم السلام کے مقامِ ولایت پر نسبی اعتقاد کی وجہ سے

زیارت کے ثواب سے محروم نہیں رہتے ، اگرچہ وہ اس نعمت عظمیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے لیکن ان پر بھی مقام ولایت کے انوار کی کرنیں پڑتی ہیں جو ان کے دل، روح اور جان پر اثرانداز ہوتی ہیں۔

زیارت کے دو بنیادی نکات اور معرفت کے لحاظ سے زائرین میں فرق

زیارت کے بارے میں دو بنیادی نکات کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے :

۱۔ وہ شخصیت جس کی زیارت کی جائے (مزور)۔

۲۔ جو زیارت کرے (زائر)۔

زائر جس شخص کی زیارت کے لئے جائے ، اسے اس کی معرفت اور شناخت ہونی چاہئے کیونکہ زیارت میں اس شخصیت کی معرفت کے درجات اس کی زیارت میں بہت زیادہ موئثر ہیں۔

زیارت کے آثار اور اثرات کو حاصل کرنے کے لئے ان دو نکات کی طرف توجہ کرنا بہت موئثر ہے۔

جس شخصیت کی زیارت کی جاتی ہے ، چاہے وہ امام ہو اور ولایت و امامت جیسے عظیم مقام کا حامل ہو، یا وہ انبیاء الٰہی اور اولیاء میں سے ہو، جو کوئی بھی ان بزرگوں کی زیارت کے لئے جائے، اسے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ کس مرتبہ کی حامل شخصیت سے گفتگو کر رہاہے ؟ وہ کس ذات کی زیارت کر رہاہے ؟ وہ کس شخصیت سے درد دل بیان کر رہاہے ؟

اب یہ واضح سی بات ہے کہ ان دو نکات کی طرف توجہ کرنے کے لحاظ سے زائرین

میں فرق ہوتا ہے۔

ان نکات کی طرف توجہ کرنے سے بہت سی باتیں واضح ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی زائر ہمارے ان مذکورہ نکات پر غور و فکر کرے تو وہ یہ جان لے گا کہ وہ اپنی اس زیارت سے مکمل نتائج کیوں حاصل نہیں کر سکا اور اس کی حاجت کیوں پوری نہیں ہوئی؟

امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کی معرفت کے ساتھ آپ کی زیارت

جیسا کہ ہم بیان کریں گے کہ متعدد احادیث اور شیعہ علماء کی مشہور کتابوں میں بیان ہونے والا ایک اہم موضوع "امام حسین علیہ السلام کے لئے زمین و آسمان کا گریہ کرنا" ہے۔

زائرین کی معرفت اور زیارت کی کیفیت کے لئے اس حقیقت کی طرف توجہ کرنا بہت اہم اور موثر ہے، اس لئے ہم یہاں اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں:

اگرچہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آسمان و زمین کا گریہ کرنا بہت اہم امر ہے، لیکن جو چیز اس سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سبب عرش الٰہی پر لرزہ طاری ہوا اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت صرف آسمان و زمین پر ہی نہیں بلکہ عرش الٰہی پر بھی اثر انداز ہوئی۔ ہم امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

«اقشعرّت له اظلّة العرش»[1]

ان کے لئے ساکنان عرش الٰہی پر لرزہ طاری ہوا۔

یہ جملہ اس بات کا گواہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے جسد مطہر اور ظاہری وجود پر واقع ہونے والے مصائب آپ کے ظاہری و باطنی وجود میں جدائی نہ ہونے کی وجہ سے عرش الٰہی، آسمان وزمین اور ان کے رہنے والوں پر اثرانداز ہوئے۔

اس بنا پر امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے شرفیاب ہونے اور اس نورانی مقام میں حاضر ہونے کی توفیق پانے والا شخص اگرامام حسین علیہ السلام کے ظاہری وجود (جو آپ کے باطنی وجود سے الگ نہیں ہے) کی عظمت پر غور کرے تو وہ اس زیارت سے زیادہ نتائج حاصل کر سکتا ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جو کوئی بھی خود کو عرش الٰہی پر اثرانداز ہونے والے اس خون آلود جسد مطہر کے حضور میں پائے تو وہ اس حقیقت کو بخوبی درک کر سکتا ہے اور یہ یقین کر سکتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام صاحب قدرت ہیں اور آپ لوگوں کو ان کی بڑی بڑی حاجتوں سے نواز سکتے ہیں۔ یہ واضح سی بات ہے کہ اس نورانی حرم میں دعاؤں کے مستجاب ہونے کے لئے ایسا اعتقادی ایمان ویقین بہت موٴثر ہے۔

یہاں ایک اور نہایت ہی اہم اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اگر کوئی زائر مذکورہ بیان کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے تو اس ایمان و یقین کے علاوہ امام حسین

[1]۔ صحیفۂ حسینیہ، پانچویں زیارت: ۴۴۴۔

علیہ السلام سے اس کی مودّت اور معرفت میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور محبت میں یہی شدت اجر رسالت ہے۔

ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی کہ آپ نے فرمایا:

«الزیارۃ تنبت المودّۃ»

یعنی زیارت؛ محبت پیدا کرنے کا سبب ہے۔

یہ محبت ایسے ہی زائر کے لئے پیدا ہوتی ہے۔

اہل بیت علیہم السلام کی معرفت کے بارے میں ایک دلچسپ روایت

اب ہم اہل بیت علیہم السلام کی معرفت کے بارے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک دلچسپ روایت ذکر کرتے ہیں، جو آپ نے اپنے ایک خاص صحابی یعنی جناب مفضّل سے بیان فرمائی تھی:

کتاب «مصباح الانوار» میں مفضّل سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک دن حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

اے مفضّل! کیا تم محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) کو اس طرح سے پہچانتے ہو، جس طرح انہیں پہچاننے کا حق ہے؟ اور کیا تم ان کی حقیقت معرفت تک پہنچ گئے ہو؟

عرض کیا: اے میرے آقا و مولا ! ان کی حقیقت معرفت کیا ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا : یا مفضّل ! من عرفهم كنه معرفتهم كان مؤمناً في السنام الأعلى.

اے مفضّل ! جو کوئی بھی انہیں ان کی حقیقت معرفت سے پہچان لے ، وہ مؤمن ہے اور وہ ایمان کے بلند ترین درجات پر فائز ہے۔

مفضّل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و مولا ! مجھے ان کی معرفت عطا کیجئے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

يا مفضّل؛ تعلم أنّهم علموا ما خلق الله عزّوجلّ و ذرأه و برأه،و أنّهم كلمة التقوى،و خزّان السماوات و الأرضين والجبال و الرمال و البحار، و علموا كم في السماء من نجم وملك،و وزن الجبال وكيل ماء البحار و أنهارها عيونها؛ و ما

تسقط من ورقة إلّا علموها،و لا حبّة في ظلمات الأرض ولا رطب ولا يابس إلّا في كتاب مبين وهو في علمهم وقد علموا ذلك .

اے مفضّل ! جان لو ! وہ ہر اس چیز کو جانتے ہیں جسے خدا نے خلق کیا اور عدل سے وجود عطا کیا، وہ تقویٰ کا مظہر ہیں، وہ آسمان و زمین، پہاڑوں، صحراؤں اور دریاؤں کے خزینہ دار ہیں، وہ آسمان میں ستاروں اور فرشتوں کی تعداد جانتے ہیں ، وہ پہاڑوں کا وزن اور دریاؤں ، نہروں اور چشموں میں پانی کی مقدار جانتے ہیں ، وہ درخت سے گرنے والے ہر پتے سے باخبر ہیں، وہ زمین کے تاریک سینے میں پائے جانے والے ہر دانے کے بارے میں جانتے ہیں ، اور کوئی بھی خشک و تر نہیں ہے جو کتاب مبین یعنی ان کے علم میں نہ ہو ، وہ ان سب کا علم رکھتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار ! میں یہ سمجھ گیا ہوں اور میں اس کا اقرار کرتے ہوئے اس پر ایمان لاتا ہوں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ! تم نے درست کہا،
اے مفضّل ! اے بزرگوار، اے وہ جسے نعمتیں دی گئیں،
اے پاک مرد، تم پاک ہوگئے، تمہیں اور تمہاری طرح
ایمان رکھنے والے افراد کو جنت مبارک ہو۔[1]

زیارت کے وقت اس روایت میں بیان ہونے والے حقائق کی طرف توجہ کرنے سے انسان کا دل اہل بیت علیہم السلام کے درخشاں انوار سے مزید منور ہوتا ہے، کیونکہ اس روایت میں بیان ہونے والے حقائق زائر کے مقام و مرتبہ کو مزید بلند کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنی اس حدیث کے آغاز میں فرمایا: **جو انہیں ان کی حقیقت معرفت سے پہچان لے، وہی مؤمن ہے اور وہ ایمان کے اعلیٰ درجات پر فائز ہے۔**

اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی اس طرح سے امام حسین علیہ السلام یا ائمہ علیہم السلام میں سے کسی کی زیارت کرے تو یہ روایت «من زاره عارفاً بحقّه» اس کے شامل حال ہو گی۔

[1]۔ قطرہ ای از دریای فضائل اہل بیت: : ۸۹/۱، مصباح الانوار: ۷ ۲۳، بحار الانوار: ۱۱۶/۲۶ح ۲۲، تفسیر برہان: ۷/ ۴ح ۸.

امام حسین علیہ السلام کے زائر کے لئے امام صادق علیہ السلام کی دعا

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے مصلیٰ پر نماز ادا کر رہے تھے اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس طرح دعا فرمائی:

...أَللَّهُمَّ إِنَّ أَعْدَاءَنَا عَابُوا عَلَيْهِمْ خُرُوجَهُمْ فَلَمْ يَنْهَهُمْ ذَلِكَ عَنِ النُّهُوضِ وَالشُّخُوصِ إِلَيْنَا خِلاَفاً عَلَيْهِمْ، فَارْحَمْ تِلْكَ الْوُجُوهَ الَّتِي غَيَّرَتْهَا الشَّمْسُ وَارْحَمْ تِلْكَ الْخُدُودَ الَّتِي تَقَلَّبَ عَلَى قَبْرِ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ علیه السلام، وَارْحَمْ تِلْكَ الأَعْيُنَ الَّتِي جَرَتْ دُمُوعُهَا رَحْمَةً لَنَا، وَارْحَمْ تِلْكَ الْقُلُوبَ الَّتِي جَزِعَتْ وَاحْتَرَقَتْ لَنَا، وَارْحَمْ تِلْكَ الصَّرْخَةَ الَّتِي كَانَتْ لَنَا. أَللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَوْدِعُكَ تِلْكَ الأَنْفُسَ وَتِلْكَ الأَبْدَانَ حَتَّى تُرَوِّيَهُمْ مِنَ الْحَوْضِ يَوْمَ الْعَطَشِ.

خدایا! ہمارے دشمنوں نے ان کے خروج کو اپنی ملامت اور سرزنش کا مورد قرار دیا لیکن وہ اس حرکت سے مانع نہ ہوئے اور ان کی مخالفت کی اور ہماری طرف سفر کیا۔ پس تو ان چہروں پر رحم فرما کہ جنہیں سورج کی تپش نے

بدل دیا، ان رخساروں پر رحم فرما کہ جو ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کی قبر مطہر پر رکھے اور اٹھائے جائیں گے، ان آنکھوں پر رحم فرما جو ہماری محبت میں اشک بہاتی ہیں، ان دلوں پر رحم فرما جنہوں نے جزع کیا اور جو ہمارے لئے جلے، ہمارے لئے بلند ہونے والے ان آہ و نالہ اور فریاد پر رحم فرما۔ خدایا ! میں ان روحوں اور جسموں کو تیرے پاس ودیعت قرار دیتا ہوں تا کہ روز عطش (قیامت) انہیں حوض کوثر سے سیراب فرما۔

امام صادق علیہ السلام ہمیشہ سجدے کی حالت میں یہی دعا کرتے تھے۔[1]

جو زائرین اس دعا میں مذکور صفات کے حامل ہوں، وہ خدا کے پاس امام صادق علیہ السلام کا ودیعہ ہوں گے، یہاں تک کہ خدا انہیں حوض کوثر سے سیراب کرے گا۔ اسی طرح ہم اس دعا سے یہ استفادہ کرتے ہیں کہ زائرین کا رونا، فریاد کرنا اور آہ و فغاں کرنا ان کے لئے رحمت الٰہی کے نزول کے اسباب میں سے ہے۔

اس بنا پر زیارت کے وقت گریہ اور آہ و فغاں کرنے میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ رحمت الٰہی کے نزول کا بھی باعث ہے۔

[1]۔ کافی: ۴/ ۵۸۲ ح ۱۱، کامل الزیارات: ۲۲۸ ح ۲، المزار الکبیر: ۱۴ ح ۳۳۴، الوافی: ۱۴/ ۱۴۶۴ ح ۱۲، بحار الانوار: ۱۰۱/ ۸ ح ۳۰، وسائل الشیعہ: ۱۴/ ۴۱۲ ح ۶، المستدرک: ۱۰/ ۲۳۱ ح ۴، صحیفہ حسینیّہ: ۱۲۲ سے منقول.

امام حسین علیہ السلام کی طرف خاص توجہ

اس دعا سے یہ دلچسپ نکتہ استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ زیارت کے وقت زائرین کو امام حسین علیہ السلام کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہونا چاہئے اور بعض زائرین کی بے تابی اور فریاد کرنے سے ان کی امام حسین علیہ السلام کی طرف سے توجہ نہ ہٹنے پائے اور اس کا دل دوسرے زائرین کی بے تابی اور فریاد کرنے کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کے حضور کی حالت کو زائل نہ ہونے پائے۔

اس بنا پر زائرین کربلا کو چاہیئے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی عظمت کی طرف توجہ کریں اور یہ جان لیں کہ عرش سے فرش تک کائنات کی تمام مخلوقات کی یہ آرزو ہے کہ وہ اس مقدس مقام کی زیارت سے مشرف ہو سکیں، اس لئے اس کے احترام کا خیال رکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے۔

زیارت حسین علیہ السلام کی عظمت کے بارے میں مرحوم شیخ جعفر شوشتری کا کلام

«اب امام حسین علیہ السلام کی زیارت ،ائمہ اطہار علیہم السلام کی حیات میں ان کی زیارت سے افضل ہے، مثلاً اگر آپ امام صادق علیہ السلام کی حیات کے دوران ہوتے اور حضرت کی زیارت کے لئے جاتے، ان سے گفتگو کرتے تو یہ دور حاضر میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت تک نہیں پہنچ سکتا۔ ابن ابی یعفور نے روایت کی ہے کہ میں نے

امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جب میں آپ کی زیارت کے لئے گیا تو آپ کی زیارت کے شوق نے مجھے زحمت اور مشقت میں ڈال دیا اور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔آپ نے فرمایا: خدا سے شکوہ و شکایت نہ کرو، تم ان کی زیارت کے لئے کیوں نہیں گئے جو تم پر مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہیں؟

راوی کہتا ہے: آپ کی یہ بات مجھ پر کچھ ناگوار گزری کہ خدا سے شکوہ و شکایت نہ کرو، اس لئے میں نے عرض کیا: وہ کون ہیں کہ جن کا مجھ پر آپ سے زیادہ حق ہے؟

فرمایا: حسین بن علی علیہما السلام۔جب بھی تم ان کی زیارت کے لئے جاتے، دعا کرتے اور اپنی حالت کی شکایت کرتے تو یہ بہتر ہوتا» [1]۔[2]

مرحوم شیخ جعفر شوشتری سے یہ بات نقل کی گئی ہے اور اسے امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان سے مستند کیا گیا ہے، جس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

اگرچہ ایسے مطالب ہماری فہم اور درک کی حد سے بالاتر ہیں، لیکن مرحوم آیت اللہ شیخ جعفر شوشتری اور علّامہ امینی جیسے بزرگ ان اہم مطالب کو درک کرتے ہیں اور انہیں اہمیت دیتے ہیں۔

---

[1]۔ بحار الانوار: ۴۶/۹۸، کامل الزیارات: باب ۱۶۸/۶۹.

[2]۔ اشک روان بر امیر کاروان، ترجمہ الخصائص الحسینیہ ۲۸۹.

بامعرفت زائرین کا ایک اہم نمونہ

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے بامعرفت زائرین میں سے ایک علّامہ امینی ہیں۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کی زیارت سے انہیں جو نتائج حاصل ہوئے وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ بامعرفت زائرین میں سے تھے۔اب ہم جو واقعہ نقل کرنے جارہے ہیں، اس پر غور فرمائیں۔اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد ہم اس کی وضاحت کریں گے۔

علّامہ امینی کے فرزند کہتے ہیں: ‹‹میں نے ایک رات اپنے والد کو خواب میں دیکھا، ان کی دست بوسی کی اور عرض کیا: بابا جان! کون سی چیز آپ کی نجات کا باعث بنی؟ وہ میرا امتحان لینا چاہتے تھے۔انہوں نے فرمایا: کیا کہہ رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: بابا جان! وہاں کون سی چیز آپ کی نجات کا باعث بنی؟انہوں نے پھر کچھ سوچا اور فرمایا: تم کیا کہہ رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: بابا جان! اب آپ ہمارے درمیان نہیں ہیں، دوسرے عالم میں منتقل ہو گئے ہیں، کیا وہاں ‹‹الغدیر›› آپ کی نجات کا باعث بنی؟ یا پھر ‹‹شھداء الفضیلہ››، ‹‹کامل الزّیارات››[1]، ‹‹ادب الزّائر››، ‹‹تفسیر سورۃ الفاتحہ›› ، ‹‹سیر تنا و سنّتنا›› میں سے کون سی کتاب آپ کی نجات کا باعث بنی؟

---

[1] ۔آپ نے کتاب ''کامل الزیارات'' پر تحقیق لکھی تھی۔

وہ سمجھ گئے اور کچھ دیر سوچنے کے بعد انہوں نے فرمایا : **زیارۃ الحسین علیہ السلام، زیارۃ الحسین علیہ السلام، زیارۃ الحسین علیہ السلام۔**

میں نے عرض کیا : آقا ! ایران اور عراق کے تعلقات خراب ہیں اور ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مقدس کی زیارت کے لئے نہیں جا سکتے۔

فرمایا: تم لوگ تہران میں جن مجالس کا انعقاد کرتے ہو اور ان میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے متوسل ہوتے ہو تو تمہارے نامۂ اعمال میں اسی زیارت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ میرے بیٹے ! **زیارت عاشورا کو مت بھولو ! زیارت عاشورا، زیارت عاشورا، زیارت عاشورا۔**[1]

میں نے عرض کیا :آقا ! میں تیس چالیس سال سے ہر دن تین یا چار مرتبہ زیارت عاشورا پڑھتا ہوں۔

فرمایا : **ان سب کے باوجود زیارت عاشورا کو ترک نہ کرو»۔**[2]

---

[1] ۔ زیارت عاشورا کے بہت زیادہ اسرار ہیں، اہل بیت علیہم السلام کی عنایت اور ان کی طرف توجہ کے ذریعہ ان اسرار سے آگاہ ہونا چاہئے ۔ جو لوگ زیارت عاشورا کے اسرار سے آگاہ ہوئے ہیں، وہ زیارت عاشورا پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اگرچہ ممکن ہے کہ انہوں نے زیارت عاشورا کے اسرار کو بیان نہ کیا ہو لیکن انہوں نے جس اہم ترین چیز کی تاکید کی ہے، وہ زیارت عاشورا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زیارت عاشورا کے اسرار اور اس کی معرفت کے اعلیٰ مراحل و مراتب سے بہرہ مند ہوئے ہیں، اگرچہ انہوں نے یہ بیان نہیں کئے۔

[2] ۔ مرحوم حجۃ الاسلام والمسلمین جناب ڈاکٹر امینی کی سنہ ۲۰۰۰ء میں کی جانے والی تقریر سے اقتباس۔

بامعرفت زیارت کے اثرات کا ایک اہم نمونہ

مرحوم علّامہ امینی کس طرح کتاب الغدیر لکھ پائے اور انہوں نے کتاب ''الغدیر'' لکھنے کا ارادہ کیسے کیا؟اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔

علّامہ امینی کی الہام بخش زیارات کتاب ''الغدیر'' لکھنے کا باعث بنیں اور انہیں ان کی زیارات کی وجہ سے یہ عظیم کتاب لکھنے کی توفیق میسر آئی ۔ پس ان کی زیارات کتاب ''الغدیر'' لکھنے کا باعث بنیں۔اب آپ مرحوم علّامہ امینی کے کلام میں اس بات پر توجہ کریں:

نہج البلاغہ انٹر نیشنل فاؤنڈیشن کے سربراہ لکھتے ہیں:

«مجھے علامہ امینی کی خدمت میں دو مرتبہ تین گھنٹوں پر مشتمل نشست کی بہت بڑی توفیق اور سعادت نصیب ہوئی۔

اس دوران علامہ نے اپنے دل کے راز بیان کئے اور وہ جس چیز سے عشق کرتے تھے اور جس میں انہوں نے اپنی پوری زندگی صرف کی ، اس کے بارے میں اپنا سوز دل بیان کیا اور اس نشست میں انہوں نے کچھ اہم اور نمایاں نکات کا اظہار کیا۔

میں نے گفتگو کا آغاز میں ان سے پوچھا کہ آپ نے کس وجہ سے ''الغدیر'' جیسی نفیس کتاب لکھنے کا ارادہ کیا اور آپ نے مختلف اور بے شمار موضوعات میں سے اس موضوع کا ہی کیوں انتخاب کیا؟انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا : ایک دن میں امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کے حرم میں مشرف ہوا اور میں نے ضریح کے پاس عرض کیا کہ میں کئی سالوں سے آپ کی خدمت میں اور حوزۂ علمیہ نجف اشرف میں درس پڑھ رہا ہوں اور پڑھا رہا

ہوں، لیکن اب میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ مجھے کوئی ایسا کام سونپیں جسے میں انجام دوں۔

یہ ایک بہت ہی بامعنی اور حوصلہ افزا درخواست تھی، یعنی وہ علم و فقاہت اور دوسرے اسلامی علوم میں اپنی تمام علمی کاوشوں سے قانع نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور قیمتی علم کو کسی عظیم کام میں صرف کریں کہ جس کا ثمر وسیع پیمانے پر منتشر ہو کر مورد استفادہ قرار پائے اور جو اہم خلا کو پر کرے۔

انہوں نے فرمایا کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے حرم مطہر سے نکلنے کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میں امامت و ولایت کے باب میں غدیر خم کے تاریخی واقعہ اور اس سے اخذ ہونے والی ثقافت کے بارے میں لکھوں اور یہ اہم، بنیادی اور مظلوم حقیقت دنیا تک پہنچاؤں۔

درحقیقت یہ کہا جا سکتا ہے کہ گرانقدر کتاب ''الغدیر'' صاحب ولایت کی طرف سے الہام اور اس مرکز نور و معنویت کی طرف سے القاء تھا اور علامہ امینی کے لئے یہی ایک مضبوط سہارا بنا کہ جس سے وہ کسی بھی کوشش سے دریغ نہ کریں۔

انہوں نے اس بارے میں سب سے پہلی علوی عنایت کے بارے میں یوں بتایا: جب ''الغدیر'' کی پہلی جلد چھپی تو عراقی حکومت کے معیار کے مطابق سات اداروں کو اس کے بارے میں اپنی رائے دینی تھی، لیکن ان اداروں نے اس کتاب کو منظور نہ کیا اور اسے چھپنے کی اجازت نہ دی، اور مجھے بھیجے گئے خط میں انہوں نے واضح طور پر بیان کیا کہ آپ کو اس

کتاب کی اشاعت کی اجازت اور حق حاصل نہیں ہے۔

یہ خط میز پر پڑا تھا اور میں اس کا حل سوچ رہا تھا، کچھ دیر بعد میں نے خط کو دوبارہ پڑھا تو میں متوجہ ہوا کہ ٹائپ شدہ خط کے متن میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے، حالانکہ کسی نے اسے خط کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔اس خط کے متن کے اسی اہم حصہ میں تبدیلی واقع ہوئی تھی کہ جس میں کتاب کی نشر واشاعت کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ بہت زیادہ غور و فکر کے بعد میں متوجہ ہوا کہ گویا حشرات میں سے کسی نے اس حرف پر نکتہ لگا دیا تھا جو خط کے دوسرے حروف کے عین مطابق تھا اور جس نے خط کا معنی ۱۸۰درجے بدل دیا تھا اور اس تبدیلی کے بعد اب وہ خط کتاب کی اشاعت کا اجازت نامہ تھا۔

انہوں نے فرمایا کہ میں بہت خوش تھا اور میں نے کتاب کی نشر و اشاعت کا حکم دیا۔ کتاب کی پہلی جلد کے نشر ہونے کے بعد فوراً متعلقہ ادارے حرکت میں آئے اور انہوں نے مجھے پیشی کے لئے بلایا۔ میں نے وہ خط پیش کیا اور کہا کہ آپ نے خود اجازت نامہ صادر کیا ہے۔انہوں نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ وہ اصلی خط ہے اور اس میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی۔ آخر کار وہ یہ بات ماننے پر مجبور ہوگئے کہ انہوں نے خود ہی کتاب نشر کرنے کی اجازت دی تھی اور انہوں نے خود اس کتاب کی اشاعت کا اجازت نامہ صادر کیا تھا»۔ [1]

امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کی زیارت کے بعد مرحوم علّامہ امینی کے ذہن میں پیدا ہونے والے القا کی وجہ سے کتاب الغدیر لکھنے کے لئے امیر المؤمنین علیہ السلام

[1]۔ خبر گزاری شبستان: صاحب «الغدیر» پر امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مکرر عنایات کا واقعہ۔

کی خاص عنایات آپ کے شامل حال تھیں، جس سے آپ الغدیر جیسی عظیم کتاب لکھ پائے اور اسے منتشر کر پائے۔

الغدیر کی اشاعت کے لئے کاغذ لینا

محقق طباطبائی نقل کرتے ہیں: جنگ کے بعد کاغذ ٹوکن پر دیا جاتا تھا اور کاغذ کا حصول بہت مشکل تھا۔ انہوں نے فرمایا: «میں کاغذ کے حصول کے لئے بغداد گیا اور میں نے مرحوم شیخ محمد رضا مظفر سے ملاقات کی، انہوں نے مجھ سے کہا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: میں کاغذ لینے کے لئے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ کو کتنے کاغذ چاہئیں؟ میں نے کہا: مجھے کاغذ کے تین سو بنڈل چاہئیں۔ انہوں نے کہا: مجھے ''السقیفہ'' کی اشاعت کے لئے کاغذ کے پندرہ بنڈل چاہئیں، لیکن اپنے تمام تر تعلقات اور رابطوں کے باوجود مجھے ایک مہینے سے ''السقیفہ'' شائع کرنے کے لئے کاغذ کے پندرہ بنڈل بھی نہیں ملے!»

مرحوم علّامہ امینی نے فرمایا: «میں کل (متعلقہ ادارہ میں) جاؤں گا، ہمارے آقا و مولا ہیں»۔

انہوں نے فرمایا: میں متعلقہ ادارے میں گیا تو وہاں کے سربراہ نے مجھ سے پوچھا: آپ کو کتنے کاغذ چاہئیں؟ میں نے کہا: تین سو بنڈل۔

اس نے کہا: کیا آپ کو یہاں چاہئیں یا نجف پہنچادیں؟

میں نے کہا: اگر آپ نجف پہنچادیں تو زیادہ بہتر ہے۔ میں نے انہیں چاپ خانے کا پتہ بتایا اور پیسے ادا کرنے کے بعد باہر آگیا۔ اس کے بعد ان صاحب پر اعتراض ہوا کہ آپ نے

ایک ساتھ تین سو بنڈل کیسے دے دیئے ؟اس نے کہا کہ جب وہ میرے سامنے آئے تو مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو گئی تھی کہ وہ مجھ سے جتنے کاغذ بھی مانگتے ، میں انہیں دے دیتا، لیکن انہوں نے مجھ سے صرف تین سو بنڈل مانگے تو میں نے انہیں دے دیئے۔[1]

آقا بزرگ تہرانی کی نظر میں علّامہ امینی

شیخ آقا بزرگ تہرانی شیعوں کے نامور علماء میں سے ہیں، جن کی متعدد تالیفات ہیں، وہ فرماتے ہیں:

جب مجھے کتاب الغدیر کی علمی عظمت اور اس کے محتویٰ کا علم ہوا تو میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور خدا سے دعا کی: خدایا! میری بقیہ عمر علامہ امینی کو بخش دے تا کہ وہ ''الغدیر'' کے حقیقی چہرے کو مزید آشکار کر سکیں۔ پھر انہوں نے علامہ امینی کے لئے یہ تقریظ لکھی:

میں اس عظیم کتاب کی توصیف کرنے سے عاجز ہوں اور «الغدیر» کی شان اس سے کہیں بالاتر ہے کہ اس کی توصیف کی جائے۔ میں حقیر صرف یہ کر سکتا ہوں کہ خدا سے دعا کروں کہ مؤلف کو طول عمر دے اور انہیں عاقبت بخیر فرمائے اور خلوص نیت سے خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ میری بقیہ عمر مؤلف کو عطا کر دے۔

وہ علّامہ امینی کی توصیف میں لکھتے ہیں: آل محمد علیہم السلام سے کامل محبت و عقیدت علامہ کی خصوصیات میں سے ہے جو زبان زد خاص و عام ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''الغدیر''

---

[1]۔ کتاب امین شریعت: ۲۶۷.

اسی محبت کے آثار میں سے ایک ہے اور اہل بیت علیہم السلام سے اسی عقیدت کی وجہ سے آپ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب و انصار کے مصائب سننے سے خاص عقیدت رکھتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر بلند آواز سے گریہ کرتے ہیں، خطباء اور حاضرین نے اس چیز کا مشاہدہ کیا ہے کہ ذکر مصائب کے دوران ان کی حالت غیر ہو جاتی ہے اور ان کے گریہ سے سب متأثر ہوتے ہیں اور ان کے گریہ کرنے سے سب گریہ کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس مجلس میں وہ حاضر ہوں اور وہاں آل محمد علیہم السلام کے مصائب پڑھے جائیں تو گویا آل محمد علیہم السلام سے کوئی ہستی اس مجلس میں حاضر ہوتی ہے۔ علامہ پر یہ کیفیت اپنی اوج پر پہنچ جاتی ہے اور جب خطیب حضرت صدّیقہ کبری فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے مصائب بیان کرتا ہے تو اس وقت ان کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح گریہ کرتے ہیں جیسے ان کے ناموس کی اہانت کی گئی ہو....۔[1]، [2]

علامہ امینی کے بارے میں شیعوں کے بزرگ اور مشہور و معروف علماء میں سے شیخ آغا بزرگ تہرانی کی عبارت پر غور فرمائیں:

وہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں یہ کہا جا سکتا ہے: ‹‹جس مجلس میں وہ حاضر ہوں اور وہاں آل محمد علیہم السلام کے مصائب پڑھے جائیں تو گویا آل محمد علیہم السلام سے کوئی ہستی اس مجلس میں حاضر ہوتی ہے››۔ پس جس طرح وہ جس مجلس میں شرکت کریں تو وہ مجلس دوسرے مجالس سے مختلف ہوتی ہے، اسی طرح ان کی زیارت دوسرے عام افراد کی زیارت

---

[1] ۔ ربع قرن مع العلامۃ: ۲۷۳، روزنامہ رسالت سے منقول.

[2] ۔ علامہ امینی جرعہ نوش غدیر: ۷۰.

سے بھی مختلف ہوتی ہے۔

پس جس طرح ان کی زیارت اور دوسرے عام افراد کی زیارت میں فرق ہے، اسی طرح ان کی زیارت کے آثار اور دوسرے عام افراد کی زیارت کے آثار و اثرات میں بھی فرق ہے۔ کتاب «الغدیر» زیارت کے انہی آثار میں سے ایک ہے جو دوسروں کی زیارت سے مختلف ہے۔

کچھ لوگ اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت، علامہ امینی کی نجات کا باعث ہے اور وہ اس بارے میں شک کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ''الغدیر'' جیسی کتاب لکھی ہے، پس یہ کیسے ممکن ہے کہ کتاب الغدیر اپنی تمام تر عظمت کے باوجود علامہ امینی کی نجات کا باعث نہ بنے، بلکہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت علامہ امینی کی نجات کا باعث بنے، کیا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی عظمت، کتاب الغدیر کی عظمت سے زیادہ ہے؟

اس بات کو مزید آشکار کرنے کے لئے کچھ نکات بیان کرنا ضروری ہیں:

علامہ امینی نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ کیوں قرار دیا لیکن آپ نے کتاب ''الغدیر'' کا نام نہیں لیا؟

اگر مقامِ محبت میں محب اعلیٰ مراحل و مراتب تک پہنچ جائے اور اپنے دل کو (جو حرم اللہ ہے) خدا اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت سے سرشار کرلے تو جب تک اس کے دل میں ان کی شدید محبت ہوگی تو اس میں تنزلی کا امکان نہیں ہوگا۔

محبوں کے لئے صرف ایک ہی مورد میں استبدال کا امکان ہے کہ جب وہ محبت یا اس کی شدت کو کھو دے ، ورنہ جب تک محب کے دل میں محبت کی بنیاد محکم ہو ، تب تک وہ ترقی اور تکامل کی راہ پر گامزن رہے گا اور اس میں تنزلی اور زوال نہیں ہو گا۔

اس نکتہ کا سرّ و راز یہ ہے کہ جب تک محب میں شدید محبت اور ولولہ ہو گا ، وہ محب کو محبوب کی طرف کھینچتا رہے گا اور اس نکتہ کا راز یہ ہے کہ جب تک شدید محبت ، شوق اور ولولہ ہوتا ہے وہ محبّ کو محبوب کی طرف متوجہ کرتا ہے اور جب وہ محبوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اس میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور محبّ میں محبوب کے صفات اور اثرات آشکار ہو جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے اس روایت میں خدا اور اولیاء خدا کی محبت کو سیر و سلوک کی طرف مائل افراد کے لئے بہترین اور محفوظ ترین راستہ بتایا گیا ہے۔

بعض دوسری روایتوں میں محبّین کو دوسرے تمام لوگوں پر مقدم کیا گیا ہے ، جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار و روایات میں وارد ہوا ہے کہ خداوند متعال نے فرمایا :

ما أَحَبَّني أَحَدٌ أَعْلَمُ ذلِكَ يَقيناً مِنْ قَلْبِهِ إِلاَّ قَبِلْتُهُ لِنَفْسي وَأَحْبَبْتُهُ حُبّاً لايَتَقَدَّمُهُ أَحَدٌ مِنْ خَلْقي، مَنْ طَلَبَني بِالْحَقِّ وَجَدَني وَمَنْ طَلَبَ غَيْري لَمْ يَجِدْني....[1]

---

[1]۔ بحار الانوار : ۲۶/۷۰.

کوئی بھی مجھ سے محبت نہیں کرتا کہ جس کے بارے میں یہ جان لوں کہ یہ محبت اس کے دل سے پیدا ہوتی ہے، مگر یہ کہ میں اسے اپنے لئے قبول کر کے اس کا عاشق نہ بن جاؤں؛ اس طرح کہ میری مخلوق میں سے کوئی بھی اس پر مقدم نہ ہو۔ جو مجھے حقیقت میں تلاش کرے تو وہ مجھے پا لیتا ہے اور جو میرے سوا کسی اور کو ڈھونڈتا ہے وہ مجھے نہیں پاتا۔

اس حدیث قدسی سے متوجّہ ہوتے ہیں کہ جن لوگوں کو ولی خدا امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے اپنے خادم کے عنوان سے قبول فرمایا اور لوگوں میں سے انہیں اپنی مصاحبت کی نعمت سے مشرف کیا اور انہیں دوسروں پر مقدم کیا، یہ وہ لوگ ہیں جو محبت کی راہ میں سب سے پیش پیش تھے اور محبت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام ایک اہم روایت کے ضمن میں محبت کے کمال تک پہنچنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

«جعل شهوته و محبّته في خالقه»[1]

اپنی خواہشات اور محبت کو اپنے خالق میں قرار دیتا ہے۔

---

[1]۔ بحار الانوار: ۳۶/ ۴۰۴، اور ۷۰/ ۲۵۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کمال محبت و مودّت تک پہنچنے والی ذات جناب سلمان کی ایک صفت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

ایثاره هوی امیرالمؤمنین علیه السلام علی هوی نفسه۔ [1]

انہوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی خواہشات پر اپنی چاہت کو قربان کر دیا۔

اسی وجہ سے وہ علم کے نقطہ تک پہنچ گئے اور صاحب ارادہ و قدرت بن گئے۔

خدا کی محبت کے عجیب اثرات

شدید محبت کے اثرات کے بارے میں ایک بہت ہی اہم روایت نقل ہوئی ہے:

"حبّ الله اذا اضاء علی سرّ عبد اخلاه عن کلّ شاغل"۔ [2]

جب بھی خدا کی محبت کسی عبد کے باطن کو منور کر دے تو اس کا باطن اسے ہر اس چیز سے دور کر دیتا ہے جو اسے اس کے غیر کی طرف مشغول کرے۔

---

[1] ۔ بحار الانوار: ۲۲/ ۳۲۷.

[2] بحار الانوار: ۷۰/ ۲۳.

اس بنا پر عام افراد اپنی زیارت کا ان شخصیات کی زیارت سے موازنہ نہ کریں کہ جن کے وجود کو خدا اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت نے پوری طرح احاطہ کیا ہوا ہے۔

علامہ امینی جیسی شخصیات نے اپنے قلب کو پاک کیا ہے اور اپنے وجود کو ایسے امور سے دور کیا جو انہیں غیر خدا کی طرف متوجہ کریں، اسی وجہ سے ان بزرگوں پر زیارت کے دوران ایسی عنایات ہوتی ہیں جو ہمارے لئے قابل درک نہیں ہیں۔

خود سازی کرنے والے زائرین کرام جب سوختہ قلب کے ساتھ حرم اہل بیت علیہم السلام کی زیارت سے شرفیاب ہوتے ہیں تو چونکہ خداوند متعال ان کے دل کو ہر اس خیال سے آزاد کر دیتا ہے جو اس کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہو، اور ان کا جسم اور باطن انہی مقدس مقامات پر موجود ہوتا ہے، اور یہ کچھ دوسرے زائرین کے برخلاف ہے جو زیارت کے دوران جسمانی طور پر تو حرم میں ہوتے ہیں لیکن ان کے افکار و خیالات حرم سے باہر ہوتے ہیں۔

اس کی یہ وجہ ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں ہماری معرفت کم ہے اور دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ہم جس حرم میں بھی زیارت کی غرض سے مشرف ہوتے ہیں، ہم مقام کی عظمت کے بارے میں غور نہیں کرتے، اسی وجہ سے اس مقدس مقام پر بھی ہمارے خیالات اس ملکوتی مکان کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے دوسری چیزوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے حرم کے سلسلہ میں ہماری معرفت جتنی زیادہ ہو گی، ہمارا دل زیارت کے وقت ان مقدس مقامات کی عظمت کی طرف اتنا ہی زیادہ متوجہ ہو گا

اور ہم بہتر انداز اور زیادہ توجہ کے ساتھ زیارت انجام دے پائیں گے۔

اسی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام کی معرفت کے کچھ اثرات کو بیان کرنے کے بعد ہم ان مقدس مقامات کی عظمت کے بارے میں بھی کچھ مطالب بیان کریں گے:

معصومین علیہم السلام کے حرم کی عظمت کے بارے میں اہم قرآنی نکات

اب ہم معصومین علیہم السلام اور بلند مرتبہ امام زادوں کے حرم کی عظمت کو جاننے کے لئے بنی اسرائیل کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو قرآن کریم اور اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں وارد ہوا ہے، پھر ہم اس کی وضاحت بیان کرنے کے بعد نتیجہ کے طور پر حرم مطہر کی عظمت اور ان مقدس مقامات کو نظر انداز کرنے کے مضر اثرات بیان کریں گے۔

اب ہم اصل واقعہ ذکر کرتے ہیں تا کہ اس پر غور و فکر کرتے ہوئے ہم اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کے حرم کے احترام کے بارے میں جان سکیں اور انہیں نظر انداز کرنے کے برے نتائج اور اثرات کے بارے میں جان سکیں:

یہودیوں کا صندوق

بنی اسرائیل میں ایک صندوق تھا، جسے قرآن کریم میں تابوت کے نام سے یاد کیا گیا ہے، اس صندوق میں الواح تورات کے ٹکڑے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصاء، آپ کے جوتے اور آل موسیٰ و ہارون کی کچھ باقی رہ جانے والی چیزیں موجود تھیں۔ نیز اس میں ایک ایسی چیز بھی موجود تھی جو خداوند متعال کی طرف سے بنی اسرائیل کے لئے آرام بخش تھی۔

یہ صندوق جس خاندان کے پاس بھی ہوتا تھا اسے بنی اسرائیل کی حکومت مل جاتی تھی۔

بنی اسرائیل کو شرارت سوجھی اور انہوں نے شرک اور بت پرستی اختیار کی، صندوق اور دوسرے مقدسات کی توہین کی تو خداوند نے ان پر عمالقہ کو مسلط کر دیا اور ان میں سے بہت سے افراد کو قتل کر دیا، ان کے مال و دولت کو لوٹ لیا اور منجملہ وہ یہ صندوق بھی لے گئے اور جب طالوت کو حکومت اور بادشاہت ملی تو اس کی سلطنت کو مستحکم کرنے کے لئے کچھ ملائکہ مأمور ہوئے کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس وہ صندوق لے کر آئیں اور یہ اس پیغمبر کی طرف سے یہ ثابت کرنے کے لئے معجزہ تھا کہ طالوت خدا کی طرف سے منصوب ہوا ہے۔[1]

بنی اسرائیل اسی طرح عمالقہ کے ظلم و ستم کے نیچے پس رہے تھے، یہاں تک کہ وہ اپنے پیغمبر کی پناہ میں آئے اور انہوں نے ان سے مدد کا تقاضا کیا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

وَ كَانَ التَّابُوتُ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ «فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَ آلُ هارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلائِكَةُ»[2] وَ قَدْ كَانَ رُفِعَ بَعْدَ مُوسَى عليه السلام إِلَى السَّمَاءِ لَمَّا عَمِلَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ بِالْمَعَاصِي فَلَمَّا غَلَبَهُمْ جَالُوتُ وَ سَأَلُوا

---

[1]۔ رک: تفسیر اطیب البیان: ۵۰۶/۲.

[2]۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۲۴۸.

النَّبِيَّ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيْهِمْ مَلِكاً يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَقَدَّسَ وَجْهُهُ بَعَثَ إِلَيْهِمْ طَالُوتَ علیه السلام وَ أَنْزَلَ عَلَيْهِمُ التَّابُوتَ وَ كَانَ التَّابُوتُ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ بَيْنَ أَعْدَائِهِمْ وَ رَجَعَ عَنِ التَّابُوتِ إِنْسَانٌ كُفِرَ وَقُتِلَ وَ لَا يَرْجِعُ أَحَدٌ عَنْهُ إِلَّا وَ يُقْتَلُ.[1]

وہ صندوق بنی اسرائیل میں موجود تھا، جیسا کہ خداوند عزوجل ارشاد فرماتا ہے: «فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسى وَ آلُ هارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلائِكَةُ»[2] موسیٰ کے بعد جب بنی اسرائیل گناہ سے آلودہ ہو گئے تو اسے آسمان پر لے گئے۔ جب جالوت نے انہیں شکست دی اور انہوں نے پیغمبر سے تقاضا کیا کہ ان کے لئے راہ خدا میں جنگ کرنے کے لئے کوئی نیک سیرت حاکم اور امیر مقرر فرما، خدا نے طالوت علیہ السلام اور صندوق کو (دوبارہ) ان کی طرف بھیجا۔ بنی اسرائیل اور ان کے دشمنوں کے درمیان صندوق رکھا گیا اور جو

[1]۔ تفسیر اہل بیت: : ۲۶/۲، بحارالانوار: ۲۰/۱۴، القمّی: ۲۲۹/۲.

[2]۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۲۴۸.

کوئی بھی تابوت کی طرف پشت کرتا تھا (اور اس کے عقیدہ سے پلٹ جاتا تھا) وہ کافر ہو جاتا تھا، اور اسے قتل کر دیا جاتا تھا، اور دشمنوں میں سے بھی جو کوئی تابوت کی طرف جاتا تھا، ان میں سے بھی کوئی واپس نہیں آتا تھا بلکہ قتل ہو جاتا تھا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام ایک اور روایت میں فرماتے ہیں:

بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ اگر طالوت برحق ہیں اور خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تو ان کے پاس اس کی کوئی نشانی بھی ہونی چاہیے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کے پیغمبر نے ان سے کہا:

«إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِن رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ»[1] وَهُوَ الَّذِي كُنْتُمْ تَهْزِمُونَ بِهِ مَنْ لَقِيتُمْ فَقَالُوا إِنْ جَاءَ التَّابُوتُ رَضِينَا وَسَلَّمْنَا.[2]

---

[1]۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۲۴۸.

[2]۔ تفسیر اہل بیت:: ۲/۲٦۰، العیاشی: ۱/۱۳۲.

"ان کے پیغمبر (یعنی طالوت علیہ السلام) نے یہ بھی کہا کہ ان کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ یہ تمہارے پاس وہ تابوت لے آئیں گے جس میں پروردگار کی طرف سے سامانِ سکون اور آل موسیٰ علیہ السلام ار آل ہارون علیہ السلام کا چھوڑا ہواترکہ بھی ہے"۔اور یہ وہی چیز ہے کہ جس کے وسیلہ سے تم اپنے مقابلہ میں آنے والے دشمنوں کو شکست دے سکتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہم صندوق کے آنے پر راضی ہوں گے اور (طالوت علیہ السلام کی اطاعت کرتے ہوئے) تسلیم ہوں گے۔

اب اس روایت پر توجہ فرمائیں:

صفوان کہتے ہیں: حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّمَا مَثَلُ السِّلَاحِ فِينَا مَثَلُ التَّابُوتِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ حَيْثُمَادَارَالتَّابُوتُ أُوتُوا النُّبُوَّةَ وَحَيْثُمَا دَارَالسِّلَاحُ فِينَا فَثَمَّ الْأَمْرُ. قُلْتُ: فَيَكُونُ السِّلَاحُ مُزَائِلًا لِلْعِلْمِ؟ قَالَ: لا. [1]

[1]۔ تفسیر اہل بیت: : ۲۶۰/۲، الکافی: ۲۳۸/۱.

بنی اسرائیل میں تابوت کی مثال ہمارے خاندان میں اسلحہ (یعنی ذوالفقار) کی طرح ہے ، جہاں کہیں بھی تابوت ہوتا تھا، اسے نبوت عطا کی جاتی تھی ، اور جسے بھی تابوت ارث میں ملتا تھا، اسے نبوت بھی مل جاتی تھی اور ہمارے درمیان جہاں کہیں بھی اسلحہ (ذوالفقار) ہو، امر امامت بھی وہیں ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا (یہ) اسلحہ علم سے جدا ہو سکتا ہے ؟ (یعنی کیا یہ ممکن ہے کہ یہ اسلحہ کسی ایسے شخص کے پاس چلا جائے ، جس کے پاس علم امامت نہ ہو) ۔آپ نے فرمایا: نہیں !

بنی اسرائیل کے تابوت یا صندوق کے بارے میں بہت زیادہ روایات ہیں ، ہم صرف ان چند روایات کر ہی نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں ۔ مذکورہ بیان سے یہ استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ جب تک یہودیوں نے اس صندوق کا احترام کیا، وہ بہت سی آفات سے محفوظ رہے اور اچھی زندگی بسر کرتے رہے لیکن جب بنی اسرائیل کی نظر میں اس صندوق کی عظمت کم ہونے لگی اور وہ اس کی توہین کرنے لگے اور اسے بے اثر سمجھنے لگے تو خدا نے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور وہ مختلف قسم کی مصیبت اور پریشانیوں میں مبتلا ہوئے ، اور جب وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے تو خدا نے اپنے رسول طالوت کو ان کی طرف بھیجا اور بنی اسرائیل کا صندوق ان کے پاس لوٹ آیا اور طالوت نے ان کے دشمن جالوت کو شکست دی اور بنی اسرائیل کو اس

سے اور اس کی فوج سے نجات دلائی۔

اب وہ صندوق، انبیاء الٰہی کی میراث اور باقی رہ جانے والے آثار حضرت بقیّۃ اللہ الاعظم امام زمانہ ارواحنا فداہ کے پاس ہیں اور جب دنیاآپ کے ظہور سے منور و معطر ہو گی تو انبیاء الٰہی کی یہ میراث لوگوں کے سامنے پیش کی جائے گی۔

شیعوں کے مقدس صندوق

اب ہم بنی اسرائیل کے صندوق کے بارے میں بیان کی جانے والی روایات سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ ہمارے مذکورہ بیان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہود اور بنی اسرائیل کا صرف ایک صندوق یا تابوت تھا، جس میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کا بدن مطہر نہیں تھا، بلکہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصا، زرہ، جوتے، حضرت ہارون علیہ السلام کی کچھ باقی رہ جانے والی چیزیں اور لوح تورات کے کچھ شکستہ ٹکڑے تھے اور بنی اسرائیل کو یہ علم نہیں ہے کہ اب وہ صندوق کہاں ہے؟

لیکن شیعوں کا صرف ایک صندوق یا تابوت نہیں ہے بلکہ متعدد تابوت ہیں جو صرف دنیا بھر کے شیعوں کے لئے ہی محترم نہیں ہیں، بلکہ وہ ملائکہ اور آسمانی موجوات و مخلوقات کے لئے بھی مقدس، محترم اور مطہر ہیں۔

اب تک دنیا بھر سے ہزاروں، لاکھوں افراد ان مقدس تابوتوں کے پاس جا کر اپنے مصائب، مشکلات، رنج و غم، فقر و تنگدستی اور قرض سے نجات پا کر بے نیاز ہو چکے ہیں اور مہلک جسمانی اور روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو چکے ہیں۔

صرف انسان ہی نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں کے ملائکہ اور دوسری آسمانی مخلوقات بھی ان مقدس مقامات کی زیارت کے مشتاق ہیں کہ جہاں یہ تابوت رکھے گئے ہیں۔

ان میں نہ تو حضرت موسیٰ کے جوتے ہیں اور نہ ہی تورات کی لوح کے کچھ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے، ان میں نہ تو حضرت موسیٰ کی عصاء ہے اور نہ ہی ان کی زرہ، لیکن ان میں ایسی قدرت و طاقت ہے جو بیماریوں کا خاتمہ کر دیتی ہے، فقر و تنگدستی کو دور کر دیتی ہے، دشمنی کو دوستی میں بدل دیتی ہے اور روحانی و معنوی کمی و کاستی کو کمال تک پہنچا دیتی ہے۔

یہ صندوق یا تابوت ان قبروں میں ہیں کہ جن میں سے ہر ایک میں کسی امام یا کسی بلند مرتبہ امام زادے کا بدن مطہر موجود ہے۔ ان پاک و پاکیزہ اور مطہر ابدان کے نا مرئی انوار اس قدر زیادہ ہیں، جو صرف تابوت تک ہی محدود نہیں ہیں، بلکہ ضریح پر بھی محیط ہیں کہ جن میں یہ تابوت موجود ہیں۔

انہی نامرئی انوازر کی نورانیت اور معنوی کشش کی وجہ سے زائرین کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ ضریح مقدس کو مس کرنے اور اسے چومنے سے خود کو متبرک کریں۔ کچھ دوسرے زائرین جو لوگوں کے ہجوم میں جانے کی طاقت نہیں رکھتے، وہ ان بزرگ ہستیوں کی ضریح مقدس کو دیکھ کر ہی اپنے دل کو منور کرتے ہیں۔

معنوی قدرت کے حامل یہ انوار صرف ضریح تک ہی محدود نہیں ہوتے بلکہ یہ پورے حرم کو احاطہ کئے ہوتے ہیں بلکہ حرم سے باہر بھی ان کی شعاعیں نور افشانی کر رہی ہوتی ہیں۔

اہل بیت علیہم السلام کے پاک و مطہر حرم

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے حرم پاک و مطہر ہیں اور معنوی منزلت کے حامل ہیں، جن کے نور کی وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور ان کے نور کی کرنیں صرف حرم تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ نور جس قدر قوی ہو گا، وہ اپنے ارد گرد کی اشیاء کو بھی منور کر دے گا، اسی طرح حرم میں ائمہ اطہار علیہم السلام کا مبارک وجود بھی ضریح کے اطراف اور اس سے نزدیک مقامات کو ہی معنوی نورانیت عطا نہیں کرتا بلکہ بہت وسیع حدود کو منور کرتا ہے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کے حرم میں امام کا وجود بہت زیادہ تاثیر کا حامل ہوتا ہے، اور حرم میں ملائکہ اور دوسری آسمانی مخلوقات و موجودات کی رفت و آمد ان مقدس مقامات کی معنویت کے لئے مزید موثر ہوتی ہے، جیسا کہ ہم زیارت جامعہ کبیرہ میں پڑھتے ہیں:

"ومختلف الملائکة"

"معصومین علیہم السلام کے حرم ملائکہ کی رفت و آمد کا محل ہیں"۔

ان مقامات کے طاہر و مطہر ہونے میں اس سے بھی زیادہ اہم بات ائمہ اطہار علیہم السلام اور عظیم الشأن امام زادوں کی ایک دوسرے کے حرم میں رفت و آمد ہے۔ محبت اور معرفت سے لبریز دل کے ساتھ زیارت سے مشرف ہونے والے زائرین کو بھی یہ پاکیزگی

اور طہارت معنوی قوت عطا کرتی ہے اور ان ہستیوں کی محبت و مودت ان کے وجود کو منفی آثار سے دور رکھتی ہے۔

معصومین علیہم السلام اور عظیم الشأن امام زادوں کے حرم میں یہ اثرات صرف مقرب زائرین اور اولیاء الہٰی تک ہی محدود نہیں ہیں، بلکہ معنوی لحاظ سے عام زائرین بھی ان پاک اور مطہر حرم میں ان کی معنویت سے مستفید ہوتے ہیں، حتی جسمانی لحاظ سے بھی کئی بیماریوں سے نجات پا کر مختلف قسم کے غلیظ وائرس اور جراثیموں سے بھی پاک ہوتے ہیں۔

ہمارے اس بیان کے ایک دو دلائل اور شاہد نہیں ہیں، بلکہ امام رضا علیہ السلام کے حرم میں بیماروں کو شفا ملنے کے ایسے ہزاروں واقعات ہماری اس بات کے گواہ ہیں۔

حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہا السلام کے حرم میں ایسے بے شمار معجزات رونما ہوئے ہیں، جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مختلف قسم کے وائرس اور جراثیموں کی وجہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی چین نہ لینے والے مریضوں کو امام رضا علیہ السلام سے شفا ملی اور آپ نے ان تمام وائرس کا خاتمہ کر دیا اور ان بیماروں کو دوبارہ سے صحت مند اور پر سکون زندگی عطا کی کہ جیسے انہیں کبھی یہ بیماری لاحق ہی نہ ہوئی ہو اور ان کے بدن میں کسی قسم کا کوئی وائرس ہی نہ ہو۔ نیز حضرت امام رضا علیہ السلام کے ایسے بے شمار معجزات ہیں کہ وائرس اور جراثیموں کے حملوں سے متاثر ہونے والے بیماروں کو آپ کے ایک اشارے سے شفا ملی اور ان کی بیماری دور ہو گئی۔

اس کے علاوہ ایسی روایات بھی موجود ہیں جو واضح طور پر یہ بیان کرتی ہے کہ ائمہ

اطہار علیہم السلام کے حرم امن و مان اور طاہر و مطہر مقامات میں سے ہیں۔

نیز خوش قسمتی سے اس بارے میں علمی اور سائنسی تحقیقات بھی سامنے آئی ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ شہر میں مختلف کے وائرس موجود تھے لیکن جیسے جیسے آپ امام رضا علیہ السلام کے حرم سے نزدیک ہوتے جائیں تو ان کی تعداد میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے اور ضریح کے ارد گرد ان کی تعداد صفر ہو جاتی ہے۔

اب ہم اس بارے میں ایک انتہائی اہم رپورٹ بیان کرتے ہیں، جو یہ بات ثابت کرتی ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ضریح کے نزدیک کسی قسم کا کوئی جراثیم نہیں پایا جاتا، اس بناپر اگر لوگوں کو ضریح سے دور رکھنے کے کوئی پس پردہ مقاصد نہ ہوں تو اس صورت میں جہالت و نادانی اور اہل بیت علیہم السلام کے مقام و مرتبہ سے لا علمی کے سوا کوئی لوگوں کو ضریح سے دور رکھنے کی کوئی اور وجہ نہیں ہو سکی۔ اب اس اہم رپورٹ کے اقتباس پر توجہ فرمائیں:

ایک اہم اور قابل مطالعہ تحقیق

کتاب «چگونہ عقل ما کامل شود» میں لکھتے ہیں:

شاید اعتقادی لحاظ سے یہ کوئی نئی بات نہ ہو کیونکہ یہ ہمارا محکم عقیدہ ہے، لیکن تجرباتی لحاظ سے یہ بات نئی ہے کہ ہم امام رضا علیہ السلام کی ضریح مقدس سے جس قدر نزدیک ہوتے جائیں، وہاں کی ہوا اور حرم کے در و دیوار میں جراثیموں کا تناسب صفر کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

ہم اپنی اس کتاب میں سنہ ۱۹۹۰ء میں ہونے والی تحقیق کی عبارت ہی ذکر کرتے ہیں جسے «طرح بررسی میکروبی حرم مطہّر امام رضا علیہ آلاف التحیّۃ والثّناء» کے عنوان سے بیان کیا گیا تھا تاکہ ان کی ولایت مطلقہ کی مخالفت کرنے والے دل کے اندھے لوگ یہ جان لیں کہ نہ صرف یہ کہ یہ خود عین عصمت ہیں اور ان کی تعلیمات عصمت پرور ہیں، بلکہ ان کے حرم کے در و دیوار اور ضریح مقدس سے جس قدر نزدیک ہوتے جائیں گے، وہاں آلودگی اور جراثیموں کا تناسب کم ہوتا جائے گا اور اس کا تناسب اپنی کم ترین ممکن حد تک پہنچ جائے گا۔

ایران کی ''وزارت ثقافت واعلیٰ تعلیم اور ایران کی سائنسی اور صنعتی تحقیقی تنظیم'' نے سنہ ۱۹۹۰ء میں حوالہ نمبر 301/79/1454 کے ذیل ایک خط لکھا اور تین محققین کو معین کیا تاکہ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے حرم میں جراثیموں کی موجوگی کے احتمال کے بارے میں تحقیق کریں اور اس خط میں آستان قدس رضوی سے حرم کے مختلف مقامات اور بالخصوص مرقد مطہر سے نمونے لینے کے لئے تعاون کی درخواست کی گئی تھی۔

محققین کی تحقیق مکمل ہونے کے بعد اسے ایک مضمون کی شکل میں ''زیست شناسی'' نامی رسالے میں شائع کیا گیا اور اب ہم حضرت امام رضا علیہ السلام سے عقیدت رکھنے والوں کی خدمت میں وہ تحقیق پیش کر رہے ہیں:

...اس مضمون میں واضح طور پر یہ بات بیان کرتے ہیں:

مذہبی عقائد کے لحاظ سے معصومین علیہم السلام اور پاک و برجستہ افراد ہر قسم کی آلودگی

سے دور ہیں اور ان میں کسی قسم کی کوئی برائی اور فساد نہیں پایا جاتا، حتیٰ موت کے بعد بھی خدا کے فرمان کی رو سے وہ ہر قسم کی آلودگی سے دور ہوتے ہیں اور ان کا بدن مطہر اسی طرح صحیح و سالم رہتا ہے۔ جناب حر بن یزید ریاحی اور ابن بابویہ کا صحیح و سالم بدن اس بات کی تائید کرتا ہے کہ جو موجودہ صدیوں میں اتفاقی طور پر ان کی قبر سے خارج ہوا۔

نیز مکان کے لحاظ سے بعض بزرگ ہستیوں کے محل دفن کے بارے میں ذکر ہوا ہے کہ وہ جنت کی خاک ہے اور شفا بخش ہے۔ مذکورہ روایات سے استفادہ کرتے ہوئے ان کی دوسری کرامات بھی واضح ہو جاتی ہیں، جیسے خاک کربلا یا خاک طوس۔

امام محمد تقی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے:

طوس کے دو پہاڑوں کے درمیان زمین کا ایک ٹکڑا ہے جسے جنت سے لایا گیا ہے اور جو اس میں داخل ہو گا وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا....

اگرچہ مافوق طبعیات اور تجرباتی علوم میں بہت فرق ہے، لیکن ہمیں کم از کم تحقیق کے عنوان سے مائیکرو بیالوجی کے نقطہ نظر سے اس مسئلے کے بارے میں تحقیق کرنی چاہئے، لہٰذا ہم نے مندرجہ ذیل صورت کے مطابق تحقیق کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا۔

اس منصوبے کے تحت ہم نے حرم مطہر کا مکمل نقشہ حاصل کیا اور پھر ضریح مقدس کو مرکز قرار دیتے ہوئے حرم کے اطراف میں مختلف چوراہوں سے مرکز (یعنی ضریح) تک کی حدود کو دائرے کی صورت میں معین کیا اور پھر اس دائرے میں مختلف مقامات کو معین کیا۔ ہم نے سال کے مختلف موسموں اور دن رات کے مختلف اوقات میں ان معین شدہ

مقامات سے نمونے اخذ کئے اور اس تجرباتی تحقیق کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم ضریح مقدس سے جس قدر نزدیک ہوتے جائیں گے، اتنا ہی جراثیموں کا تناسب کم ہوتا جائے گا۔[1]

امام رضا علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کے حرم میں معنوی حاکمیت

علمی اور سائنسی تحقیق کی بنیاد پر امام رضا علیہ السلام کی ضریح مطہر پر نہ ہی تو کوئی جراثیم اور آلودگی و کثافت پائی جاتی ہے بلکہ حرم مطہر کے اطراف کے وسیع حصہ پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے اور جو بھی جگہ امام رضا علیہ السلام کے حرم مطہر سے نزدیک ہو گی، وہ اسی تناسب سے کثافت، آلودگی اور جراثیموں سے پاک ہو گی۔

اس بناء پر امام رضا علیہ السلام کے حرم مطہر کو بند کر دینا یا حرم کو کھول کر ضریح مطہر کے ارد گرد کے احاطہ کو بند کر دینے کی نہ تو کوئی معنوی دلیل ہے اور نہ ہی اس کی کوئی علمی، سائنسی اور تجرباتی دلیل ہے۔

اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ضریح مقدس اور اسی طرح آپ کے حرم مطہر میں ایسی معنوی حاکمیت موجود ہے، جس کی شعاعیں حرم مطہر کے اطراف کے حصوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں اور اس سے امام رضا علیہ السلام کے حرم کے ارد گرد آلودگی اور کثافت میں کمی واقع ہوتی ہے۔

امام رضا علیہ السلام کے حرم میں پائی جانے والی یہ معنوی حاکمیت معصومین علیہم السلام کے دوسرے حرم میں بھی موجود ہے۔

---

[1] ۔ چہ کنیم عقل ما کامل شود: ۲۷۴.

یہ معنوی حاکمیت ان لوگوں کے لئے واضح ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے شدید محبت اور مودت کرتے ہیں، اگرچہ امام رضا علیہ السلام کے حرم کے بارے میں جو تحقیق کی گئی، وہ معصومین علیہم السلام کے دوسرے حرم کے بارے میں نہیں کی گئی، لیکن مختلف مناسبات کے موقع پر نجف اشرف، کربلا، کاظمین اور سامرّا میں لاکھوں لوگوں کا اجتماع اور ان عظیم معنوی مقامات کی زیارت کے لئے آنے والے لاکھوں زائرین میں سے کسی کو اس حوالے سے کوئی مشکل در پیش نہ آنا، ائمہ اطہار علیہم السلام کے حرم میں ایسی ہی معنوی حاکمیت کے وجود کی دلیل ہے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اگر انسان مختلف لوگوں کی (بے جا) طرفداری کو چھوڑ کر اس پر غور و فکر کرے تو حقیقت کی جستجو کرنے والوں کے لئے یہ بالکل واضح اور آشکار ہے۔

ہمارے مذکورہ بیان کا نتیجہ یہ ہے کہ علمی اور سائنسی تجربات نے بھی امام رضا علیہ السلام کے حرم میں معنوی حاکمیت کو ثابت کیا ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہے کہ دوسرے حرم مطہر بھی ایسی ہی معنوی حاکمیت کے حامل ہیں۔

ایک اور قابل غور نکتہ

ایک اور نہایت اہم بات یہ ہے کہ اگر ائمہ اطہار علیہم السلام کے حرم میں کرونا وائرس موجود ہو تو اس صورت میں بھی حرم کے دوسرے حصوں کی بنسبت ضریح مطہر کرونا وائرس سے زیادہ پاک ہو گی، کیونہ ضریح مطہر چاندی سے بنی ہوئی ہے، اور چاندی مختلف قسم کے بیکٹیریا کو ختم کرنے کے لئے، تانبے سے بھی زیادہ مؤثر ہے۔

اگر کرونا وائرس پلاسٹک اور دوسری اشیاء پر چند دن تک باقی رہتا ہے تو وہ تانبے پر لگنے کی صورت میں آدھے گھنٹے میں ختم ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کچھ ترقی یافتہ ممالک میں ہسپتالوں میں بیماروں کے بستر تانبے سے بنائے جاتے ہیں تاکہ جو بیمار ہسپتالوں میں داخل ہیں وہ ان بیکٹیریا اور جراثیموں کے سرایت کرنے سے محفوظ رہیں، کیونکہ ہسپتال جراثیموں کے مرکز ہیں۔

مشرق کی رپورٹ کے مطابق نئی تحقیق میں دانشوروں اور سائنسدانوں نے مختلف چیزوں پر کووڈ-19 وائرس کے باقی رہنے کے بارے میں دلچسپ نتائج حاصل کئے ہیں۔

ان مطالعات اور تحقیقات کے مطابق کورونا وائرس پلاسٹک اور اسٹیل پر تین دن تک باقی رہتا ہے، لیکن تانبے سے بنی ہوئی چیزوں پر یہ چار گھنٹوں کے بعد ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ تانبے کی دھات میں اینٹی بیکٹیریل خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

مختلف چیزوں پر کرنا وائرس کتنے گھنٹے باقی رہتا ہے؟

وائرس کے اجزا میں (DNA) ایک اہم ترین جز ہے، جس کے خاتمہ سے وائرس بھی مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر جب کرونا وائرس تانبے کی دھات پر لگتا ہے تو اس دھات کے مالیکیول، وائرس کے آئن لیڈ پر حملہ کرتے ہیں اور اس وائرس کے (DNA) کو ختم کر دیتے ہیں۔

برطانیہ میں یونیورسٹی آف ساؤتھمپٹن کے ایک سینئر مائیکرو بائیولوجسٹ "پروفیسر ولیم کیول" دو دہائیوں سے زائد عرصے سے تانبے کے اینٹی مائیکروبیل اثرات کا مطالعہ کر رہے

ہیں۔ وہ دکانوں، عوامی نقل و حمل کے ذرائع اور کلبوں میں تانبے کے استعمال کا مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں: برطانیہ عوامی مقامات پر تانبے کے استعمال میں دوسرے ممالک سے پیچھے رہ گیا ہے۔

انہوں نے مزید کہا: مثال کے طور پر پولینڈ میں بسیں تانبے کے ہینڈلز سے لیس ہیں، چلی میں وہی ہوائی اڈے اور برازیل میں امیگریشن کیوسک اس دھات سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ امریکہ میں کھیلوں کے کلبوں میں باربیلز (Barbells) اور دیگر سامان کو تانبے کی چادر سے بنایا گیا ہے۔

امریکہ میں گزشتہ سال نومبر میں کی گئی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ہسپتالوں کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں ہسپتال کے عام بستروں کی بنسبت تانبے کے بستروں میں ۹۵ فیصد کم بیکٹیریا پائے جاتے ہیں۔[1]

چاندی کی اینٹی مائیکروبیل خصوصیات

بیکٹیریا کو تباہ کرنے میں تانبے کے اثرات کو دیکھتے ہوئے اور اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ چاندی اینٹی بیکٹیریل ہونے کے لحاظ سے سب سے طاقتور دھات ہے، اب آپ ان مطالب پر توجہ فرمائیں:

چاندی کی اینٹی بیکٹیریل خصوصیات کی حقیقت دور حاضر کی کوئی کہانی نہیں ہے، بلکہ اس کی یہ خاصیت ایک طویل عرصے سے معلوم ہے اور اسے اس کام کے لئے استعمال کیا جاتا

[1]۔ باشگاہ خبر نگاران.

ہے۔اب تک سائنس دانوں نے جراثیموں پر چاندی کے اثرات کی وضاحت کے لئے مختلف طریقہ کار تلاش کئے ہیں، اور در حقیقت میکانیزم کی اس کثرت کی وجہ سے جراثیم چاندی کا مقابلہ کرنے کے لئے پائیدار نہیں ہو سکتے اور وہ نہ ہی مزاحمت پیدا کر سکتے ہیں۔آج نینو ٹیکنالوجی کی مدد سے نینو ڈائمینشنز میں چاندی کے نینو ذرات بنانا ممکن ہے۔اس صورت میں چاندی کے نینو ذرات ہمیں سب سے کم ارتکاز کے ساتھ چاندی کی دھات کی انتہائی طاقتور اینٹی بیکٹیریل خاصیت کا مشاہدہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

نینو ٹیکنالوجی 9-10 میٹر (نینو میٹر) کے طول و عرض والے ذرات پر کام کرنے کی ٹیکنالوجی تک رسائی فراہم کرتی ہے، جسے نینو ذرات یا نینو پارٹیکلز کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس پیمانے کو منتخب کرنے کی وجہ اس کی وہ غیر معمولی خصوصیات ہیں جو اس سائز کے ذرات میں ظاہر ہوتی ہیں اور آج کل چاندی جیسی دھات کی طرف سائنسدانوں کی بہت زیادہ توجہ ہے۔

چاندی در حقیقت بنی نوع انسان کے زیر استعمال قدیم ترین دھاتوں میں سے ایک دھات ہے اور تاریخی دستاویزات کے مطابق دنیا کے مختلف ممالک میں لوگ ایک عرصے سے چاندی کو اس کی جراثیم کش خصوصیات کو وجہ سے استعمال کر رہے ہیں۔مثال کے طور پر جنگوں میں زخمی ہونے والے سپاہیوں کے زخموں پر چاندی کا سکہ رکھ کر اسے باندھ دیا جاتا تھا یا کھانے کو محفوظ کرنے کے لئے چاندی کے برتنوں سے استفادہ کیا جاتا تھا۔

اس دوران اگرچہ مختلف معاشروں میں کئی سالوں سے چاندی کی جراثیم کش خاصیت

کا استعمال عام تھا اور آج بھی انسانی علم اور جدید سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ چاندی جراثیموں کو ختم کرنے کے لئے بہت زیادہ موئثر ہے۔ درحقیقت نینو ٹیکنالوجی کی ترقی اور نینو ذرات یا نینو پارٹیکلز کی خصوصیات کو جاننے کے باوجود آج بھی دوسرے موارد کے مقابلے میں چاندی کے نینو ذرات یا نینو پارٹیکلز کی ترکیب پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے، اور اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شاید نینو پیمانے میں چاندی کی اینٹی بیکٹیریل خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس پر اتنی توجہ دی جاتی ہے۔ چاندی کے نینو ذرات کی افادیت کے حوالے سے جراثیموں کی اقسام پر مختلف تحقیقات کی جاچکی ہیں اور اب تک جراثیموں کی چھ سو سے زائد اقسام کی شناخت ہو چکی ہے جن کے خلاف چاندی موئثر ثابت ہوتی ہے، حتی ان میں ایڈز وائرس کا بھی ذکر کیا جاسکتا ہے۔

کلی طور پر نینو ذرات کی سطح کا رقبہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی سطح کے رقبے میں اضافہ کی وجہ سے ایک گرام چاندی کے نینو ذرات ایک سو مربع میٹر کی سطح کو اینٹی بیکٹیریل کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں، لیکن کیونکہ ضروریات کے آلات اور وسائل کو جراثیموں سے پاک کرنے کے لئے انہیں خالص چاندی سے ڈھکنے کے لئے بہت زیادہ لاگت آتی ہے، لہٰذا محققین نے یہ دریافت کیا ہے کہ جراثیموں کا خاتمہ کرنے کے لئے چاندی کے نینو ذرات کا استعمال اس کی اینٹی بیکٹیریل خصوصیات سے استفادہ کرنے کا ایک عملی طریقہ ہو سکتا ہے۔

... انجینئر چاوشی کے بقول چاندی میں بذاتہ اینٹی بیکٹیریل، اینٹی مولڈ اور اینٹی فنگل خصوصیات پائی جاتی ہے اس وجہ سے معمولی برتنوں کی بنسبت ان برتنوں کے استعمال سے

پہلے چوبیس گھنٹوں میں بیکٹیریا کی افزائش کی شرح ۹۸ فیصد کم ہوئی ہے۔[1]

ہمارے مذکورہ بیان کا نتیجہ

ہمارے مذکورہ بیان کی رو سے اہل بیت علیہم السلام کے حرم میں موجود روحانی حاکمیت کی وجہ سے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حرم میں ائمہ اطہار علیہم السلام اور اعلیٰ مقام امام زادوں کی ضریح معنوی حاکمیت اور علمی نقطۂ نظر کے لحاظ سے سب سے زیادہ پاک اور مطہر مقام ہے۔

اس بنا پر حرم کو کھولنے اور ضریح کو بند کرنے کی کوئی معنوی اور علمی دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔

جس طرح حرم اور مزارات کو بند کرنے کی نہ تو کوئی معنوی دلیل ہے اور نہ ہی اس کا کوئی علمی جواز ہے، اسی طرح حرم کو بند کرنا یا ضریح مقدس سے متبرک ہونے کی راہ میں حائل ہونا بھی تجربات کے برخلاف ہے۔

کربلا و نجف میں مزارات کا کھلا رہنا اور اربعین کے ایّام میں لاکھوں کے اجتماعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان مقدس مقامات پر لوگوں کا ایمان و اعتقاد اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی اپنے زائرین پر خاص عنایات عالمی ادارۂ صحت کے اقوال سے بالاتر ہے۔

جو لوگ تاریخ سے سروکار رکھتے ہیں اور تاریخی مسائل سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ پوری تاریخ میں طاعون جیسی کئی وبائی بیماریوں نے دنیا بھر کے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا

---

[1]۔ وبسایت نگیران (بانک اطلاعات نشریات ایران)، نوشتہ بہارہ صفوی.

تھا کہ جن کا کورونا سے موازنہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔

سنہ ۷۴۹ء میں جب طاعون نے کئی شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور ہر دن کئی ہزار لوگ لقمۂ اجل بن رہے تھے، حالانکہ اس وقت ہمارے زمانے کے مقابلے میں انسانی آبادی بہت کم تھی۔

اس زمانے میں نہ تو لوگوں کو مساجد میں جمع ہونے سے ڈرایا گیا اور نہ ہی اہل بیت علیہم السلام کے حرم میں جانے سے روکا گیا، بلکہ لوگوں کو ہزاروں کی تعداد میں مسجدوں اور صحراؤں میں جمع ہونے کی دعوت دی گئی تاکہ وہ طاعون کی بیماری کے خاتمے کے لئے دعا کریں۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں یہ حقیقت لکھی ہے۔

ابن بطوطہ کا قول نقل کرنے سے پہلے ہم آپ کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کراتے ہیں کہ ابتدائے اسلام اور ائمہ علیہم السلام کے حضور کے زمانے میں جب بھی طاعون اور وبائی بیماریوں نے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لیا تو آپ کو کوئی بھی مورد نہیں ملے گا کہ جس میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے حرم یا مساجد میں لوگوں کے اجتماع پر پابندی عائد کر دی گئی ہو، اور لوگوں کے لئے حرم اور مساجد کے دروازے بند کر دیئے گئے ہوں۔

ہم یہ حقیقت کتاب «کرونا در دایرہ پرسمان» سے نقل کرتے ہیں:

«جہاں تک ہم نے تحقیق کی ہے، ہمیں ایسی کوئی دستاویز نہیں ملی جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے حضور کے زمانے میں وبائی امراض کی وجہ سے مساجد اور مزارات کو بند کر دیا گیا ہو اور نماز جمعہ و جماعت جیسے اجتماعات پر پابندی لگا دی گئی ہو۔

پس کچھ اشارات (جنہیں ہم بعد میں بیان کریں گے) سے قطع نظر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی متعدی بیماری سے نمٹنے کے لئے لوگوں کے مساجد اور مزارات میں جانے پر پابندی لگانا ایک نادر واقعہ تھا۔

اور شاید اس کی جڑیں لوگوں کے اس طرح کی بیماریوں کو دیکھنے کے انداز سے وابستہ ہوں، جو بعض اوقات توہمات پر مبنی ہوتی ہیں۔اس بارے میں طاعون جیسی وبائی بیماریوں کی طبّی تاریخ کو مد نظر رکھنا مفید ہو سکتا ہے۔مثال کے طور پر روایتی طب کے ذرائع طاعون میں ستاروں اور سیاروں کی نقل و حرکت، ہوا کے ارتکاز اور نمی کے لحاظ سے خطے کی ماحولیاتی حالت، ہوا کی بدبو اور لوگوں کی جسمانی صلاحیت کو موثر سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ڈر، خوف اور وہم کو بھی اس کے پھیلاؤ کا سبب سمجھتے تھے۔یہ فطری ہے کہ اس طرح کے روش بیماری کے پھیلاؤ سے نمٹنے کے لئے بھی موئثر ہے۔حتیٰ ڈر اور خوف کی بنیاد پر بھی مساجد اور مزارات کو بند کرنے کا جواز نہیں ملتا کیونکہ ان حالات میں انسان میں ایسے مقامات پر جانے کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔

اس بارے میں متعدد مطالعات اور تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان ڈاکٹروں کو طویل عرصے سے ان بیماریوں کے متعدی ہونے کا گمان تھا، تاہم روایتی طبّی علاج کے طریقوں میں مساجد وغیرہ کو بند کرکے بیمار لوگوں سے رابطہ منقطع کرنے کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا ہے، البتہ طبّی ذرائع میں اس سرزمین کو چھوڑنے کی تاکید کی گئی ہے جو طاعون میں مبتلا ہو۔اسلامی روایات میں بھی آلودہ جگہوں کو چھوڑنے کی تاکید کی گئی ہے، لیکن ان میں

مساجد اور مذہبی مراکز کی بندش کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا ہے۔[1]

شام میں طاعون کا ایک واقعہ

«ابن بطوطہ» نے اپنے سفر نامہ میں دمشق میں طاعون کی بہت بڑی وبا کا واقعہ بیان کیا ہے جو انہوں نے خود مشاہدہ کیا تھا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی لوگوں کو مساجد میں جمع ہونے سے نہیں روکا گیا، بلکہ انہیں اجتماعی دعا کرنے کے لئے مساجد میں آنے کی دعوت دی گئی۔ وہ کہتے ہیں:

«ربیع الثانی سنہ ۷۴۹ ہجری کے آخر میں جب طاعون کی وبا پھیلی تو میں دمشق میں تھا۔ میں نے اس مسجد (دمشق کے جنوب میں دو میل کے فاصلے پر واقع مسجد الأقدام) کے احترام کے بارے اہل دمشق کا ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھا، جس کی تفصیلات کچھ یوں ہیں کہ سلطان ملک الامرا ارغون شاہ کے نائب نے شہر میں منادی کو بھیجا کہ لوگ تین دن روزہ رکھیں، کھانے پینے کی تمام دکانیں اور بازار بند رہیں۔ دمشق میں اکثر لوگ بازار میں کھانا کھاتے تھے۔ لوگوں نے مسلسل تین دن روزہ رکھا اور آخری دن جمعرات تھا۔ ان کے وزراء، سادات، قضات، فقہاء اور دوسرے طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ جامع مسجد میں جمع ہو گئے، یہاں تک کہ مسجد میں مزید لوگوں کے لئے آنے کی گنجائش نہیں تھی۔ لوگوں نے شب جمعہ نماز، ذکر اور دعا میں بسر کی اور صبح کی نماز کے بعد امراء کے اتفاق سے پابرہنہ سر پر قرآن رکھے ہوئے مسجد سے باہر نکلے۔ شہر میں چھوٹے، بڑے، بوڑھے اور بچے سب لوگ ان

---

[1]۔ کرونا در دایرہ پرسمان: ۲۴۴.

کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ یہود و نصاریٰ کے مرد اور خواتین نے تورات وانجیل کو ہاتھوں میں اٹھایا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے اور مسجد الأقدام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان سب لوگوں نے آدھے دن تک انبیاء اور آسمانی کتابوں کو اپنا شفیع قرار دیا اور وہ سب خدا کی پناہ میں آئے۔ پھر انہوں نے اپنے شہر واپس جا کر نماز ادا کی۔ اس عمل کے نتیجہ میں خدا نے اس شہر کے رہنے والوں پر بلا و مصیبت میں کمی کر دی۔ دمشق میں روزانہ مرنے والوں کی تعداد دو ہزار تھی جب کہ قاہرہ اور مصر میں ہر دن مرنے والوں کی تعداد چوبیس ہزار سے تجاوز کر چکی تھی»۔[1]

اس واقعہ سے یہ پتہ چلتاہے کہ وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی اس مہلک بیماری کے دوران شام کے حکمرانوں نے اگرچہ لوگوں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دینے کے مقصد سے عوامی کھانے کی دکانوں پر پابندیاں عائد کر دی تھی لیکن اس کے باجود انہوں نے مسجد میں جمع ہو کر لوگوں کے اجتماعی دعا کرنے پر پابندی عائد نہیں کی گئی تھی۔ البتہ ابن بطوطہ کے آخری فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان توسلات کے بعد بھی طاعون موجود تھا لیکن اس سے ہلاکتوں کی شدت میں کمی آ گئی تھی۔

اس واقعہ میں ایک اور قابل توجہ نکتہ وہ مسجد ہے، جسے اس توسل کے لئے سب لوگوں نے منتخب کیا۔ «اَقدام» یعنی «قدم»، ابن بطوطہ کی سابقہ توضیحات و تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کا یہ نام رکھنے کی وجہ وہاں پتھر پر موجود قدمگاہ ہے، جسے لوگ حضرت

---

[1]۔ سفرنامہ ابن بطوطہ: ۱/۱۵۴۔

موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کے نشان سمجھتے تھے۔اسی طرح وہ کہتے ہیں : «اسی مسجد میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس میں ایک پتھر کندہ ہے جس پر لکھا ہے کہ ایک صالح شخص نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اسی مقام پر میرے بھائی موسیٰ کی قبر ہے»۔ اس بنیاد پر مسجد الاَقدام نہ صرف مسلمانوں کی توجہ کا مرکز تھی بلکہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے بھی مقدس تھی۔اسی وجہ سے اس مقام پر اجتماعی دعا کا انعقاد کیا گیا تاکہ غیر مسلم بھی اس اجتماع میں شرکت کر سکیں اور ابن بطوطہ کے مطابق اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ کی عورتیں اور مرد تورات وانجیل کو ہاتھوں میں اٹھایا کر گریہ وزاری کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے اور مسجد الاَقدام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان سب لوگوں نے آدھے دن تک انبیاء اور آسمانی کتابوں کو اپنا شفیع قرار دیا اور خدا کی پناہ میں آئے۔[1]

جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ سنہ ۷۴۹ ہجری میں شام اور مصر وغیرہ میں طاعون کی بیماری کی وجہ سے لاتعداد لوگ لقمۂ اجل بن چکے تھے، لیکن اس کے باوجود اس زمانے میں بھی لوگوں کو مسجد میں جانے یا ایک دوسرے سے ملنے سے نہیں ڈرایا گیا بلکہ مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی آسمانی کتابوں قرآن، تورات اور انجیل کا دامن تھاما اور سب نے مل کر دعا اور مناجات کیں۔ان کے اجتماع سے طاعون کی بیماری کے پھیلاؤ میں کوئی اضافہ نہیں ہوا بلکہ طاعون میں کمی واقع ہوئی۔

یہ واضح سی بات ہے کہ اگر اس وقت کے حکمران لوگوں کو طاعون سے ڈراتے اور ان

[1] ۔ کرونا در دایرہ پرسمان: ۲۴۴.

کے اجتماع پر پابندی عائد کر دیتے تو اس سے نہ تو طاعون سے متاثر ہونے والوں کی تعداد میں کمی واقع ہوتی بلکہ ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا۔ کیونکہ ڈر، خوف اور دہشت بیماری میں مبتلا ہونے کے اہم عوامل ہیں۔

ایران میں وبا اور لوگوں کی موت میں ان کے اضطراب اور خوف کا کردار

پچھلی صدی میں ۱۳۱۰ ہجری میں وبا نے تہران شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اگرچہ آج کے مقابلے میں اس وقت تہران کی آبادی بہت کم تھی لیکن اس کے باوجود لوگوں اموات کی شرح بہت زیادہ تھی اور ہر دن تقریباً ۱۵۰۰ افراد وفات پا رہے تھے۔

میرزا یحییٰ دولت آبادی نے اپنی کتاب «حیات یحییٰ» میں تہران کو اپنی لپیٹ میں لینے والی اس وبا کے بارے میں کچھ مطالب بیان کئے ہیں، ہم آپ کے لئے اس کی چند سطریں نقل کرتے ہیں:

وہ سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں محرم الحرام میں وبا کے بارے میں لکھتے ہیں:

«اس مہینے کے وسط میں روز بروز وبا کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا اور لوگوں میں اضطراب کی کیفیت اپنی اوج پر پہنچ چکی تھی، اس دوران زیادہ ڈرنے والا جلدی مر جاتا تھا۔

تہران میں ہر دن مرنے والوں کی تعداد ۱۵۰۰ تک پہنچ چکی تھی۔ میت کو تابوت میں رکھ دیا جاتا تھا اور تابوت کو گدھے پر لاد کر قبرستان لے جایا جاتا ہے اور کسی بھی خاندان سے مرنے والے شخص کے لئے کوئی تعزیتی مجلس یا تقریب نہیں رکھی جاتی تھی۔

ایک دو دن تک مرنے والوں کا جنازہ ان کے ماں باپ اور عزیز و اقارب کے سامنے

زمین پر رکھا رہتا تھا لیکن پھر بھی کفن و دفن کا سامان دستیاب نہیں ہوتا تھا»۔[1]

میرزا یحییٰ دولت آبادی خود بھی اس وبائی مرض مبتلا ہوئے لیکن پھر شفایاب ہو گئے۔

اس بنا پر لوگوں کو افواہوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے۔

«افواہوں اور منفی خیالات پر دھیان دینا مایوسی اور ناامیدی کا باعث بنے گا۔ بہت زیادہ خوف اور منفی خیالات پر توجہ دینے سے جسم کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے اور اس میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اس مسئلہ پر قدیم طب کی مستند کتابوں میں نفسیاتی بیماریوں کے باب میں اچھی طرح بحث کی گئی ہے»۔

ڈر اور خوف کی بجائے امید اور اعتماد پیدا کرنا

سماج میں کسی بھی ادارے کے ذمہ داران کو چاہیئے کہ وہ مختلف معاملات میں لوگوں کو ڈرانے اور ان پر دباؤ ڈالنے کے بجائے سچائی بیان کریں، انہیں حقیقت سے آشنا کریں اور لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے سے گریز کریں۔ بلکہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا نہ کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں میں امید اور مثبت خیالات کا بیج بوئیں۔ کیونکہ ایسے بہت سے افراد ہیں جو کسی خاص بیماری کے خوف کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخر کار اس کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، اور ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں جو مختلف عوامل کی وجہ سے مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لیکن امید اور یقین کی وجہ سے بالآخر وہ اس بیماری سے چھٹکارہ پا کر شفایاب ہو جاتے ہیں۔

---

[1]۔ ویب سائٹ، خبر گزاری کتاب ایران (ایبنا)، نیز کتاب ''حیات یحییٰ'' سے منقول.

اس بنا پر کیا حکام کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ عوام کے دلوں میں خوف وہراس پیدا کرنے کے بجائے انہیں امید دلائیں اور انہیں مہلک بیماریوں میں مبتلا ہونے کے لئے زمینہ فراہم نہ کریں؟

بد قسمتی سے اب دنیا میں بہت سے لوگوں پر خوف طاری ہے اور یہ ان کے لئے ایک اہم عنصر بن گیا ہے کہ وہ جس چیز سے ڈرتے ہیں، اسی کا شکار بن جاتے ہیں۔ اہلبیت علیہم السلام کی روایات میں اس حقیقت کی تاکید ہوئی ہے۔ خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام نے ہمیشہ لوگوں کو ناامیدی سے منع کیا ہے اور سب لوگوں کو امید، اطمینان، یقین اور ایمان رکھنے کی دعوت دی ہے۔

بہت سے لوگوں نے امید، اطمیان قلب، خداوند متعال سے مناجات اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کی وجہ سے مشکلات سے نجات پائی ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو لاعلاج بیماریوں کی وجہ سے کئی سالوں کی تکالیف برداشت کرنے کے بعد آخرکار امید اور اعتماد کے ساتھ اہل بیت علیہم السلام کی بارگاہ میں متوسل ہوئے اور انہوں نے جان لیوا درد اور اہم مشکلات سے نجات پائی۔

بہت سے ایسے افراد تھے جو کینسر، وبائی امراض اور طاعون جیسی بدترین بیماریوں میں مبتلا ہو چکے تھے اور آخرکار خدائے رحمٰن کی بارگاہ میں دعا و مناجات اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کے ذریعہ انہیں بدترین بیماریوں سے نجات ملی اور وہ صحتیاب ہوگئے۔

امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف نے بارہا لوگوں کو جانسوز مشکلات اور پریشانیوں

سے نجات کی راہ دکھائی اور انہیں ان سے چھٹکارہ پانے کا وسیلہ تعلیم دیا۔

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے صادر ہونے والے دستورات میں سے ایک نماز اور دعائے فرج ہے، جسے بجالانے سے بہت سے شیعوں کو شدید مشکلات سے نجات ملی۔

شیعہ علماء کی کتابوں میں ذکر ہونے والا یہ دستور ایک بے نظیر دستور ہے، جو مہربان اور کریم امام کی جانب سے سخت مشکلات اور پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے نقل ہوا ہے اور جو بہت سے لوگوں کو بڑی بڑی مصیبتوں سے نجات دلانے کا باعث بنا ہے۔

جن دنوں وبانے شہر نجف کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور بہت سے لوگ اس بیماری کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے، حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف سے صادر ہونی والی دعا اور نماز فرج پڑھنے کی وجہ سے شہر نجف سے وبا کا خاتمہ ہو گیا۔[1]

ان باتوں پر غور کرتے ہوئے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ لوگ بیماری اور تکلیف میں خوف، اور اضطراب کے بجائے اپنے دلوں میں امید اور اطمینان پیدا کریں اور یقین کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں دعا و مناجات کریں اور اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام سے متوسل ہوں تا کہ مختلف مشکلات سے نجات پا سکیں۔[2]

---

[1]۔ نماز اور دعائے فرج کا طریقہ جاننے کے لئے کتاب «صحیفہ مہدیہ» کے صفحہ ۱۲۱ کی طرف رجوع کریں۔

[2]۔ ہم نے "کرونا" کی تبلیغات کے عروج کے دوران "المنجی" کی ویب سائٹ (www.almonji.com) پر کچھ مطالب بیان کئے تھے کہ جس سے ہزاروں لوگوں نے استفادہ کیا تھا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہودیوں نے دنیا میں مختلف قسم کی بیماریاں اور ان کے جراثیم پھیلانے کا وعدہ کیا ہے۔
کتاب «پروتکل ہای دانشوران صہیون ... :۳۰۱ » کی طرف رجوع فرمائیں.

دوسرا باب
امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی اہمیت

امام حسین علیہ السلام کی خلقت سے پہلے آپ کی عزاداری[1]

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ زمین و آسمان اور ان میں موجود تمام اشیاء نے امام حسین علیہ السلام کی خلقت اور آپ کے دنیا میں آنے سے پہلے آپ کے لئے گریہ کیا ہے۔

مرحوم شیخ جعفر شوشتری معتقد ہیں کہ بعض روایات کی بنا پر سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام اور تمام معصومین علیہم السلام کا نور خلق ہوا ہے، اور پھر وہ کہتے ہیں: تمام مخلوقات نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول

---

[1]۔ «عزا» کے لغوی معنی "صبر" اور عرف میں اس کے معنی "غمگیں ہونا اور اشخاص کے سوگ میں آہ و نالہ کرنا" ہے. شیعہ ثقافت کی عام اصطلاح میں عزا اور عزاداری ایسے اعمال کو کہا جاتا ہے جو مذہبی پیشواؤں اور بالخصوص معصومین علیہم السلام اور ابالاخص امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں انجام دیئے جاتے ہیں. یہ مذہبی رسومات ان ہستیوں سے تقرب، محبت اور عقیدت کے طور پر اور ان کے مصائب میں غم کے اظہار کے کی غرض سے انجام دی جاتی ہیں. سوگوار شخص کو «عزادار» کہا جاتا ہے. «عزاخانہ» اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں عزاداری کی رسومات اور مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے.

شیعہ کتابوں میں ایسی بے شمار روایات ہیں جن میں ائمۂ اطہار علیہم السلام نے شیعوں کو امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر عزاداری کے انعقاد کی ترغیب و تشویق دلائی ہے۔

مرحوم شیخ مفید نے کتاب امالی میں حضرت امام صادق علیہ السلام روایت کیا ہے: اگر کسی شخص کی آنکھ ہم پر اور ہمارے بہائے گئے خون پر، ہمارے پامال کئے گئے حق پر، ہماری ہتک حرمت پر یا ہمارے شیعوں پر روئے تو خداوند متعال اسے سالہا سال جنت میں جگہ عنائت فرمائے گا۔

شیعوں کے ائمہ علیہم السلام خود امام حسین علیہ السلام کے لئے عزاداری کیا کرتے تھے اور ان پر گریہ کرتے تھے۔ (فرہنگ سوگ شیعی: ۳۴۵).

ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا:

«حسين منّي وأنا من حسين». [1]

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

ایک دوسری روایت میں فرمایا:

«أنا من حسين و حسينٌ منّي». [2]

میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث "حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں" اور اسی طرح یہ حدیث "میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہیں" خلقت کے لحاظ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام حسین علیہ السلام کے نور واحد ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری روایت امام حسین علیہ السلام کے نور کی عظمت پر زیادہ دلالت کرتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ صرف یہی عالَم نہیں بلکہ تمام عوالم کی موجودات و مخلوقات نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں: سرور شہیداں امام حسین علیہ السلام پر ان عوالم کا گریہ حضرت کے قتل اور شہادت کے بعد نہیں ہے بلکہ آپ کے قتل سے پہلے بھی انہوں نے آپ پر گریہ کیا، جیسا کہ حضرت حجت بن الحسن العسکری عجل اللہ تعالیٰ فرجہ

---

[1]۔ بحارالانوار: ۲/۲۷۱/۴۳، کامل الزیارات باب ۱۴ ص ۵۳.

[2]۔ بحارالانوار: ۲۹۶/۴۳، مناقب: ۲۲۶/۳.

الشریف سے منقول تین شعبان کی زیارت میں بیان ہوا ہے :

«بکته السماء ومن فیھا والارض و من علیھا ولمّا یطاء لابتیھا». [1]

آسمان وزمین اور ان میں موجود تمام اشیاء نے آنحضرت پر گریہ کیا، حالانکہ اب تک آپ (ظاہری طور پر) دنیا میں نہیں آئے تھے۔ [2]

قرآن میں آسمان وزمین کا گریہ

اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام کی روایات میں وارد ہونے والے امور میں سے ایک امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آسمان وزمین کا گریہ کرنا ہے۔ اہل بیت علیہم السلام کے فرمودات میں یہ حقیقت مختلف تعبیروں سے بیان ہوئی ہے۔

اس بارے میں کچھ روایات نقل کرنے سے پہلے ہم قرآن کی نظر میں زمین وآسمان کے گریہ کے بارے میں کچھ مطالب بیان کرتے ہیں کہ کیا قرآن کریم کی نظر میں زمین وآسمان کا گریہ کرنا ممکن ہے ؟ کیا قرآن میں یہ نکتہ بیان ہوا ہے ؟ کیا قرآن کی نظر میں زمین وآسمان کا گریہ کرنا صحیح ہے ؟

---

[1]۔ بحارالانوار : ج ۹۸، ص ۳۴۷، مصباح المتہجّد : ص ۷۵۸.

[2]۔ ترجمہ خصائص الحسینیّہ : ص ۹۲.

یہ واضح سی بات ہے کہ اگر قرآن کی نظر میں زمین وآسمان نے کسی شخص یا کسی واقعہ پر گریہ کیا ہے تو پھر زمین وآسمان کے گریہ کرنے کے لئے امام حسین علیہ السلام سب سے اہم شخص اور عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی شہادت سب سے اہم واقعہ ہے۔

قرآن کریم کی آیات پر غور و فکر کرنے سے ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ قرآن آسمان وزمین کے گریہ کرنے پر دلالت کرتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے:

«فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَ الْأَرْضُ وَ مَا كَانُوا مُنْظَرِينَ»۔[1]

پھر تو ان پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ انہیں مہلت دی گئی۔

اس آیۂ شریفہ میں خداوند کریم نے کچھ قبائل اور اقوام کی اس وجہ سے ملامت کی ہے کہ ان کی موت پر زمین وآسمان ان پر گریہ نہیں کرتے۔

اس آیت شریفہ کا مفہوم بخوبی دلالت کرتا ہے کہ آسمان وزمین گریہ کرتے ہیں، ورنہ خداوند متعال کی جانب سے کچھ اقوام کی صرف اس وجہ سے ملامت کرنے کا کوئی معنی نہیں بنتا کہ آسمان وزمین ان پر نہیں روئے۔

اس آیت کے بارے میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے منقول روایت کے ایک

---

[1]۔ سورۂ دخان، آیت: ۲۹.

حصے پر توجہ کریں:

...وَ قَدْ أَدْبَرَتِ الْحِيلَةُ وَ أَقْبَلَتِ الْغِيلَةُ وَ لَاتَ حِينَ مَنَاصٍ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ قَدْ فَاتَ مَا فَاتَ وَ ذَهَبَ مَا ذَهَبَ وَ مَضَتِ الدُّنْيَا لِحَالِ بَالِهَا «فَما بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّماءُ وَ الْأَرْضُ وَ ما كانُوا مُنْظَرِينَ»[1]

امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام دنیا پرستوں کی قسمیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کچھ ہلاکت اور تباہی میں پھنسے ہوئے ہیں، لیکن دنیا نے انہیں کاری زخم دیا ہے، ایک گروہ کا بدن پارہ پارہ اور کھال اتری ہوئی ہے، کچھ لوگوں کے سر قلم ہوئے ہیں،اور دوسرے گروہ کا خون زمین پر بہایا گیا ہے، کچھ لوگ منہ میں انگلیاں ڈال کر کاٹ رہیں ہیں، اور کچھ شدید حسرت اور ندامت کی وجہ سے ہاتھ مل رہے ہیں، کچھ خیالات میں کھوئے ہوئے ہیں، کچھ لوگ اپنی ماضی کی غلطیوں پر افسوس کر رہے ہیں، اور کچھ اپنی نیت سے پلٹ گئے ہیں، لیکن ان کے لئے چارہ جوئی کا راستہ بند ہو گیا ہے اور ان

[1]۔ سورۂ دخان، آیت: ۲۹.

کی ناگہانی موت آ پہنچی ہے، اور نجات کا وقت گزر گیا ہے، ہیہات، ہیہات! کیا کھو دیا، سو کھو دیا، اور جو گزر گیا، سو گزر گیا اور دنیا جس طرح خود چاہتی تھی ختم ہو گئی؛ «فَما بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّماءُ وَ الْأَرْضُ وَ ما كانُوا مُنْظَرِينَ»[1].

پس نہ تو آسمان و زمین نے ان پر گریہ کیا اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔[2]

اس آیۂ شریفہ کا مفہوم دلالت کرتا ہے کہ آسمان و زمین نے کچھ افراد پر گریہ کیا۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ آسمان و زمین کے گریہ کرنے کے لئے امام حسین علیہ السلام سب سے اہم شخصیت ہیں۔

اب ہم جو روایت نقل کریں گے، وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے آسمان و زمین نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے گریہ کیا۔

امام حسین علیہ السلام پر آسمان و زمین کا گریہ

ابراہیم نخعی نے امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: خداوند متعال نے قرآن مجید میں کچھ اقوام کی سرزنش اور ملامت کی ہے اور پھر آپ نے اس مذکورہ آیت سے استدلال کیا۔ اور پھر قسم کھا

---

[1]۔ سورۂ دخان، آیت: ۲۹.

[2]۔ تفسیر اہل بیت علیہم السلام: ج ۱۴، ص ۱۸۴. نہج البلاغہ، ص ۲۸۴.

کر امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: تمہیں یقیناً شہید کریں گے اور پھر تم پر زمین و آسمان گریہ کریں گے۔ اس روایت پر توجہ فرمائیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ: خَرَجَ أَمِيرُالْمُؤْمِنِينَ (علیه السلام) فَجَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ وَ اجْتَمَعَ أَصْحَابُهُ حَوْلَهُ وَ جَاءَ الْحُسَيْنُ (علیه السلام) حَتَّى قَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَي رَأْسِهِ فَقَالَ يَا بُنَيَّ إِنَّ اللَّهَ عَيَّرَ أَقْوَاماً فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ «فَما بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّماءُ وَ الْأَرْضُ وَ ما كانُوا مُنْظَرِينَ»[1]؛ وَ ايْمُ اللَّهِ لَيَقْتُلُنَّكَ ثُمَّ تَبْكِيكَ السَّمَاءُ وَ الْأَرْضُ.[2]

ابراہیم نخعی سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین علیہ السلام گھر سے نکل کر مسجد کی طرف گئے اور وہاں تشریف فرما ہوئے، آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ بنا کر جمع ہو گئے، کچھ دیر کے بعد حسین (علیہ السلام) آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ امیر المؤمنین (علیہ السلام) نے حسین (علیہ السلام) کے سر

---

[1]۔ سورۂ دخان، آیت: ۲۹.

[2]۔ تفسیر اہل بیت علیہم السلام: ج ۱۴، ص ۱۸۰؛ بحار الأنوار: ج ۴۵، ص ۲۰۹۔

پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے میرے بیٹے! خداوند نے قرآن میں کچھ اقوام کی سرزنش اور ملامت کی ہے اور فرمایا ہے: «فَما بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّماءُ وَ الْأَرْضُ وَ ما كانُوا مُنْظَرِينَ»؛ خدا کی قسم! تمہیں قتل کر دیں گے اور آسمان و زمین تمہارے لئے گریہ کریں گے۔

اسی سے مشابہ روایت ایک دوسری سند سے بھی نقل ہوئی ہے۔[1]

اس روایت میں امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام قسم کھاتے ہیں کہ آسمان و زمین حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کریں گے۔

ایک اور روایت میں بھی وارد ہوا ہے کہ آسمان و زمین حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے گریہ کریں گے۔

ایک اور روایت میں حضرت زین العابدین علیہ السلام نے آسمانوں و زمین اور ان میں رہنے والوں کے گریہ کرنے کی تصریح فرمائی ہے:

قال الامام زین العابدین علیہ السلام: (أَيُّهَا النَّاسُ فَأَيُّ رِجَالاتٍ مِنْكُمْ يُسَرُّونَ بَعْدَ قَتْلِهِ أَمْ أَيَّةُ عَيْنٍ مِنْكُمْ تَحْبِسُ دَمْعَهَا وَ تَضَنُّ عَنِ انْهِمَالِهَا فَلَقَدْ بَكَتِ السَّبْعُ الشِّدَادُ لِقَتْلِهِ وَ بَكَتِ الْبِحَارُ بِأَمْوَاجِهَا

---

[1]۔ تفسیر البرہان: ج ۱۳، ص ۱۸۴۔

وَ السَّمَاوَاتُ بِأَرْكَانِهَا وَ الْأَرْضُ بِأَرْجَائِهَا وَ الْأَشْجَارُ بِأَغْصَانِهَا وَ الْحِيتَانُ وَ لُجَجُ الْبِحَارِ وَ الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ أَجْمَعُونَ أَيُّهَا النَّاسُ أَيُّ قَلْبٍ لَا يَنْصَدِعُ لِقَتْلِهِ أَمْ أَيُّ فُؤَادٍ لَا يَحِنُّ إِلَيْهِ أَمْ أَيُّ سَمْعٍ يَسْمَعُ هَذِهِ الثُّلْمَةَ الَّتِي ثُلِمَتْ فِي الْإِسْلَام.[1]

امام سجاد علیہ السلام نے (مدینہ کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اے لوگو! تمہارے مردوں میں سے کون امام حسین علیہ السلام کے قتل ہونے کے بعد خوش وخرم رہ سکتا ہے؟! یا تم میں سے کس کی آنکھ اپنے آنسو روک سکتی ہے اور انہیں جاری ہونے سے روک سکتی ہے؟! حالانکہ سات محکم آسمانوں نے ان کے قتل پر گریہ کیا، دریاؤں نے اپنی موجوں کے ساتھ، آسمانوں نے اپنے ستونوں کے ساتھ، زمین نے اپنے کناروں اور اطراف کے ساتھ، درختوں نے اپنی شاخوں کے ساتھ، دریاؤں کی مچھلیوں اور اس کی گہرائی نے، درگاہ الٰہی کے مقرب فرشتوں نے اور تمام اہل آسمان نے ان کے قتل

[1] ۔ تفسیر اہل بیت علیہم السلام: ج ۱۴، ص ۱۸۲؛ بحار الأنوار: ج ۴۵، ص ۱۴۸۔

پر گریہ کیا۔ اے لوگو ! کون سا ایسا دل ہے جو ان کے قتل ہونے پر شگافتہ نہ ہوا ہو ؟! کون سا ایسا دل ہے جو ان کے لئے آہ و نالہ نہ کرے ؟! کون سے ایسے کان ہیں جو اسلام میں پیدا ہونے والے اس شگاف کو سن کر بہرے نہ ہوں ؟!

دوسری روایات بھی وارد ہوئی ہیں ، جن میں واضح طور سے آسمانوں ، زمین اور اہل آسمان وزمین کے گریہ کرنے کی تصریح ہوئی ہے۔

ہم نے اس بارے میں جو روایت نقل کی ہے ، وہ ثابت کرتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ کائنات کی تمام موجودات نے آپ پر گریہ کیا۔

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی وجہ سے تمام موجودات عالم کا گریہ کرنا اور عرش الٰہی پر لرزہ طاری ہونا، امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کی عظمت کی دلیل ہے۔

یہ بات امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کی عظمت پر ہی دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ آپ پر گریہ کرنے والوں کی کثرت اور آپ کے لئے عزاداری کی طویل تاریخ پر بھی دلالت کرتی ہے۔

عزائے حسین علیہ السلام کی قدیم تاریخ

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی تاریخ بہت طویل ہے اور یہ ان کی شہادت کے بعد سے مخصوص نہیں ہے۔

حضرت جبرائیل نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے عاشورا کے مصائب بیان کئے تو آپ امام حسین علیہ السلام پر گریہ و عزاداری کرتے رہے۔ کربلا کی سرزمین سے گزرنے والے عظیم ترین انبیاء علیہم السلام بھی امام حسین علیہ السلام کے مصائب سے آگاہ ہوئے اور انہوں نے بھی آپ پر گریہ و عزاداری کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب و انصار کی شہادت کو بیان کیا ہے اور آپ پر آنے والے مصائب پر آنسو بہائے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کا جنگ صفین کے لئے جاتے وقت جب کربلا سے گزر ہوا تو آپ نے سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا۔

شیعہ اور اہل سنت کے بزرگ علماء نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام سے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں پیشنگوئیاں بیان کی ہیں۔

انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے گریہ و عزاداری کی اہمیت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اگرچہ وہابیوں کے کچھ ملازمین نے گریہ اور عزاداری کی بنیاد پر شک اور اعتراض کیا ہے اور اسے ردّ کرتے ہوئے اس

کا انکار کیا ہے ، لیکن اسلام کے احکام و دستورات سے باخبر افراد بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے اس انکار کے پس پردہ سیاسی عوامل کارفرما ہیں اور وہ اسے شیعت کے فروغ کو روکنے کے لئے عزاداری کے سدباب کو ہی اپنا سب سے بڑا ہتھیار سمجھتے ہیں۔

عزاداری کے جواز کی سب سے بہترین دلیل پیغمبر اکرم ﷺ کی سید الشہداء حضرت حمزہ علیہ السلام کے لئے سوگواری ہے اور اسی طرح آنحضرت کا امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرنا بھی عزاداری کے جواز کی دلیل ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی عزاداری کو نہ صرف شیعہ علماء بلکہ اہل سنت علماء نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے ، حتی انہوں نے اپنی کتابوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر میں منعقد ہونے والی عزاداری کو بھی بیان کیا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے بارہا گریہ و عزاداری کی تائید فرمائی ہے اور یہ روایات شیعوں اور اہل سنت کی اہم ترین کتابوں میں موجود ہیں۔

اہل سنت کے چار اہم فرقوں میں سے ایک کے سربراہ احمد بن حنبل اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں :

ایک دن میں عبداللہ بن عمر کے ساتھ بازار میں بیٹھا ہوا ہے کہ اچانک وہاں سے ایک جنازہ لے جایا گیا ، جس پر اس کے پسماندگان رو رہے تھے۔ عبداللہ بن عمر نے ان کے رونے کی وجہ سے ان کی مذمت کی۔

سلمہ نے عبداللہ سے کہا : ایسی بات مت کہو ، کیونکہ میں نے ابو ہریرہ سے سنا ہے کہ

پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ لے جایا گیا، جب کہ میں اور عمر بھی آنحضرت کے ساتھ تھے، بہت سی خواتین اس جنازے پر رو رہی تھیں، عمر نے ان پر حملہ کیا اور انہیں رونے سے منع کیا۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو! کیونکہ آنکھیں رو رہی ہیں، جب کہ غم اور مصیبت ابھی تازہ ہے۔

عبداللہ بن عمر نے پوچھا: کیا تم نے خود ابوہریرہ سے یہ حدیث سنی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! میں نے خود یہ حدیث سنی ہے۔

اس دوران عبداللہ بن عمر نے کہا: خدا اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں۔[1]

اس روایت کی بنا پر رسول خدا ﷺ نے «عزاداری» کی تائید فرمائی ہے، لہٰذا آنحضرت کی مخالفت کرنے والوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

***

[1] ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءِ بْنِ عَلْقَمَةَ، أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِالسُّوقِ وَمَعَهُ سَلَمَةُ بْنُ الْأَزْرَقِ إِلَى جَنْبِهِ، فَمُرَّ بِجِنَازَةٍ يَتْبَعُهَا بُكَاءٌ فَقَالَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ تَرَكَ أَهْلُ هَذَا الْمَيِّتِ الْبُكَاءَ لَكَانَ خَيْرًا لِمَيِّتِهِمْ، فَقَالَ سَلَمَةُ بْنُ الْأَزْرَقِ: تَقُولُ ذَلِكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: نَعَمْ أَقُولُهُ، قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَاتَ مَيِّتٌ مِنْ أَهْلِ مَرْوَانَ، فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ يَبْكِينَ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَرْوَانُ: قُمْ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ فَانْهَهُنَّ أَنْ يَبْكِينَ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: دَعْهُنَّ فَإِنَّهُ مَاتَ مَيِّتٌ مِنْ آلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ يَبْكِينَ عَلَيْهِ، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَنْهَاهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعْهُنَّ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَإِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ، وَالْفُؤَادَ مُصَابٌ، وَإِنَّ الْعَهْدَ حَدِيثٌ»، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: يَأْثُرُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَاللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. (مسند احمد حنبل: 130/10).

پیغمبر اکرم ﷺ کی حضرت زہرا علیہا السلام ، امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام اور اسی طرح حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے مصائب پر گریہ اور عزاداری کرنے کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کے خاندان پر آنے والے مصائب پر نقل ہونے والی عزاداری اور سوگواری کا کسی طرح سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ شیعوں اور اہل سنت کی تاریخی و روائی کتب میں اس حد تک ذکر ہوا ہے کہ اس کتاب میں ان کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اس بنا پر اگر وہابی نامی گروہ صدیوں بعد اس کا انکار کرے تو اس کی صرف سیاسی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اس کتاب میں ایسے ہی مطالب بیان ہوئے ہیں جو آپ کے لئے یہ حقیقت ثابت کر دیں گے۔

اب ہم معصومین علیہم السلام کی عزاداری کے کچھ نمونے ذکر کرتے ہیں :

ا۔ رسول خدا ﷺ کی عزاداری

ابن عباس بیان کرتے ہیں :ایک دن رسول خدا ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام آئے۔ پیغمبر ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو رو پڑے اور پھر فرمایا: میرے عزیز بیٹے ! میرے عزیز بیٹے ! آگے آؤ، آگے آؤ۔ آپ نے انہیں اپنے پاس بلا کر اپنی آغوش میں دائیں طرف بٹھا لیا۔ پھر امام حسین علیہ السلام آئے اور جب آپ نے انہیں دیکھا تو رو پڑے

اور پھر فرمایا: میرے عزیز بیٹے! میرے عزیز بیٹے! آگے آؤ، آگے آؤ۔ آپ نے انہیں اپنے پاس بلا کر اپنی آغوش میں بائیں طرف بٹھا لیا۔ پھر حضرت فاطمہ علیہا السلام آئیں، اور جب آپ نے انہیں دیکھا تو رو پڑے اور پھر فرمایا: میری عزیز بیٹی! آگے آؤ، آگے آؤ۔ آپ نے انہیں اپنے پاس بلا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام آئے اور جب آپ نے انہیں دیکھا تو رو پڑے اور پھر فرمایا: میرے بھائی! آگے آؤ، آگے آؤ۔ آپ نے انہیں اپنے پاس بلا کر اپنے دائیں طرف بٹھا لیا۔

اصحاب نے آپ سے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ نے ان میں سے ہر ایک کو دیکھ کر گریہ کیا، کیا ان میں کوئی ایسا نہیں تھا، جسے دیکھ کر آپ خوش ہوتے؟ آنحضرت نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی! جس نے مجھے نبوت کے لئے مبعوث کیا اور تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا، میں اور وہ خدا کی بارگاہ میں تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ مکرم ہیں اور روئے زمین پر میرے نزدیک ان سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔ علی بن ابی طالب علیہا السلام! میرے بھائی اور میرے ہم پلہ ہیں، وہ میرے بعد صاحب الامر ہیں، دنیا و آخرت میں میرے صاحب لواء ہیں، اور صاحب حوض و شفاعت ہیں۔ وہ ہر مسلمان کے مولا، ہر مؤمن کے امام، ہر تقویٰ دار کے پیشوا اور میری اہل بیت (علیہم السلام) اور میری امت پر میری حیات میں اور میری وفات کے بعد میرے وصی اور جانشین ہیں، ان کا محب میرا محب ہے اور ان کا دشمن میرا دشمن ہے، ان کی ولایت کے ذریعہ میری امت پر رحمت ہو گی، اور ان کی دشمنی سے میری امت میں سے ان کے مخالفین پر لعنت ہو گی۔ جب وہ آئے تو میرے رونے کا سبب یہ

تھا کہ مجھے میرے بعد میری امت کی طرف سے ان کے حق میں ہونے والی عداوت اور مکاری یاد آگئی، حالانکہ خدا نے میرے بعد انہیں میرا جانشین قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود انہیں ان کے حق سے محروم کر دیا جائے اور پھر یہاں تک نوبت آجائے گی کہ بہترین مہینے میں کہ جس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: «شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدىً لِلنَّاسِ وَبَيِّناتٍ مِنَ الْهُدى وَالْفُرْقانِ» [1] (ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی واضح نشانیاں موجود ہیں) ان کے سر اقدس پر ایسا وار کیا جائے گا کہ جس سے ان کی ریش مبارک خون آلود ہو جائے گی۔

اور میری بیٹی فاطمہ (علیہا السلام)؛ اوّلین و آخرین میں سے عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں، وہ میرے جسم کا ٹکڑا، میری آنکھوں کا نور، میرے دل کا ثمر، اور دو پہلوؤں کے درمیان میری روح ہیں، وہ حوریۂ انسانی ہیں، جب وہ محراب میں اپنے پروردگار ۔جلّ جلالہ۔ کے حضور کھڑی ہوتی ہیں تو ان کا نور آسمان کے فرشتوں کے لئے اس طرح سے درخشاں ہوتا ہے، جس طرح اہل زمین کے لئے آسمان کے ستاروں کا نور چمک رہا ہوتا ہے، خداوند عزّوجلّ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: «اے میرے فرشتو! میری کنیز فاطمہ کو دیکھو جو مؤمن عورتوں کے لئے اسوہ ہیں، وہ میرے حضور اس طرح کھڑی ہیں کہ ان کی ہڈیاں میرے خوف سے لرز رہی ہیں اور وہ اپنے دل سے میری عبادت کے لئے آئی ہیں، میں تمہیں

---

[1]۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۱۸۵۔

گواہ قرار دیتا ہوں کہ میں نے اس کے پیروکاروں کو آتش (جہنم) سے نجات دے دی ہے۔»
جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھے وہ سلوک یاد آگیا جو میرے بعد ان کے ساتھ روا رکھا جائے گا ، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے گھر میں خواری داخل ہوئی ہے ، ان کی حرمت کو پامال کیا گیا ہے ، ان کے حقوق کو غصب کیا گیا ہے ، انہیں ان کے ارث سے محروم کیا گیا ہے ، ان کا پہلو شکستہ اور ان کا جنین سقط ہو گیا ہے ، اور وہ فریاد کر رہی ہیں ، وا محمداہ ! لیکن انہیں کوئی جواب سنائی نہیں دے گا ،اور کوئی ان کی فریاد رسی نہیں کرے گا ، وہ میرے بعد ہمیشہ غمزدہ اور مصیبت زدہ ہوں گی اور روتی رہیں گی اور اپنے گھر سے وحی کے منقطع ہو جانے کو یاد کریں گی ، جو اچانک پیش آئے گا ، وہ میری جدائی کو یاد کریں گی ، وہ راتوں کو میری تلاوت قرآن کی آواز نہ سننے کی وجہ سے خوف و وحشت محسوس کریں گی ، اور خود کو خوار دیکھیں گی ، جب کہ وہ اپنے بابا کے زمانے میں عزیز تھیں۔ خداوند اس زمانے میں انہیں فرشتوں سے مانوس کرے گا اور فرشتے ان سے اسی طرح سے خطاب کریں گے جس طرح وہ مریم بنت عمران سے خطاب کرتے تھے اور وہ کہیں گے : **اے فاطمہ !**

«إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ»[1]

بیشک خدا نے تمہیں برگزیدہ قرار دیا ، پاک و پاکیزہ کیا اور تمہیں عالمین کی عورتوں پر برتری دی۔

---

[1]۔ سورہ آل عمران، آیت : ۴۲.

اے فاطمہ!

«اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ»[1]

تم اپنے پروردگار کی اطاعت کرو، اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

پھر ان کے درد کا آغاز ہو جائے گا اور وہ بیمار ہو جائیں گے۔ پس خداوند عزّ و جلّ مریم بنت عمران کو ان کی تیمارداری کے لئے بھیجے گا تاکہ وہ بیماری کے عالم میں ان کی مؤنس ہوں اور وہ اس وقت کہیں گی: پروردگارا! اب میں زندگی سے بیزار ہوں اور اہل دنیا سے تھک گئی ہوں، اب مجھے میرے بابا سے ملحق کر دے! خداوند عزّ و جلّ انہیں مجھ سے ملحق کر دے گا، وہ میری اہل بیت (علیہم السلام) میں سب سے پہلے مجھ سے ملیں گی، وہ غمزدہ، مصیبت زدہ، غم دیدہ، حق کے غصب ہونے والی حالت اور مقتولہ کی صورت میں میرے پاس آئیں گی اور پھر اس وقت میں کہوں گا: خدایا! جس نے ان پر ظلم کیا ہے تو اس پر لعنت بھیج، اور جس نے ان کے حق کو غصب کیا ہے تو اسے عذاب دے، اور جس نے انہیں خوار کیا ہے تو انہیں ذلیل و خوار کر، اور جس نے ان کا پہلو توڑا ہے اور جس کی وجہ سے اس کا بچہ سقط ہوا ہے، اسے ہمیشہ کے لئے آتش جہنم میں قرار دے! اس وقت فرشتے آمین کہیں گے۔

اور امام حسن (علیہ السلام)؛ وہ میرا بیٹا، اور میرا فرزند ہے، وہ مجھ سے ہے، وہ میری

---

[1]۔ سورہ آل عمران، آیت: ۴۳.

آنکھوں کا نور ہے، میرے دل کی روشنی ہے اور میرے دل کا ثمر ہے۔ وہ جوانان جنت کا سردار اور امت میں خدا کی حجت ہے، اس کا حکم میرا حکم ہے، اور اس کا قول میرا قول ہے، جو کوئی ان کی پیروی کرے، وہ مجھ سے ہے، اور جو ان کی مخالفت کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھے وہ مصائب یاد آگئے جو میرے بعد انہیں درپیش ہوں گے۔ یہاں تک کہ انتہائی ظلم و ستم سے انہیں زہر دے کر قتل کر دیا جائے گا، ساتوں آسمان کے فرشتے ان پر گریہ کریں گے اور تمام موجودات، حتیٰ آسمان میں پرندے اور دریا میں مچھلیاں بھی ان پر گریہ کریں گی؛ جو کوئی بھی ان پر گریہ کرے تو اس کی آنکھیں اس دن نابینا نہیں ہوں گی جب سب آنکھیں نابینا ہوں گی، اور جس کا دل ان پر پریشان اور محزون ہو گا تو اس کا دل اس دن محزون نہیں ہو گا جب سب دل محزون ہوں گے، اور جو کوئی بھی بقیع میں ان کی زیارت کرے تو وہ اس دن ثابت قدم رہے گا جب پل صراط پر سب کے قدم لڑکھڑائیں گے۔

اور حسین (علیہ السلام)[1]؛ وہ میرا بیٹا، اور میرا فرزند ہے، وہ اپنے بھائی کے بعد سب

---

[1]- وَأَمَّا الْحُسَيْنُ عليه السلام فَإِنَّهُ مِنِّي وَ هُوَ ابْنِي وَ وَلَدِي وَ خَيْرُ الْخَلْقِ بَعْدَ أَخِيهِ وَ هُوَ إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ وَمَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ وَخَلِيفَهُ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَغِيَاثُ الْمُسْتَغِيثِينَ وَكَهْفُ الْمُسْتَجِيرِينَ وَحُجَّهُ اللهِ عَلَى خَلْقِهِ أَجْمَعِينَ وَهُوَ سَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّهِ وَبَابُ نَجَاهِ الْأُمَّهِ أَمْرُهُ أَمْرِي وَطَاعَتُهُ طَاعَتِي مَنْ تَبِعَهُ فَإِنَّهُ مِنِّي وَ مَنْ عَصَاهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَ إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُهُ تَذَكَّرْتُ مَا يُصْنَعُ بِهِ بَعْدِي كَأَنِّي بِهِ وَ قَدِ اسْتَجَارَ بِحَرَمِي وَ قُرْبِي فَلَا يُجَارُ فَأَضُمُّهُ فِي مَنَامِي إِلَي صَدْرِي وَ آمُرُهُ بِالرِّحْلَهِ عَنْ دَارِ هِجْرَتِي وَ أُبَشِّرُهُ بِالشَّهَادَهِ فَيَرْتَحِلُ عَنْهَا إِلَي أَرْضِ مَقْتَلِهِ وَ مَوْضِعِ مَصْرَعِهِ أَرْضِ كَرْبٍ وَ بَلَاءٍ وَ قَتْلٍ وَ فَنَاءٍ تَنْصُرُهُ عِصَابَهٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أُولَئِكَ مِنْ سَادَهِ شُهَدَاءِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَ قَدْ رُمِيَ بِسَهْمٍ فَخَرَّ عَنْ فَرَسِهِ صَرِيعاً ثُمَّ يُذْبَحُ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ مَظْلُوماً ثُمَّ بَكَي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وَبَكَي مَنْ حَوْلَهُ وَ ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ بِالضَّجِيجِ ثُمَّ قَامَ عليه السلام وَ هُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْكُو إِلَيْكَ مَا يَلْقَي أَهْلُ بَيْتِي بَعْدِي ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهُ. رك: موسوعة الامام الحسين عليه السلام: ۲۵۲/۱۸.

سے برتر مخلوق ہے، وہ مسلمانوں کے امام اور مؤمنوں کے مولا ہیں، وہ رب العالمین کے جانشین اور فریاد کرنے والوں کی فریاد رسی کرنے والے ہیں، وہ پناہ دینے والے اور تمام مخلوقات پر خدا کی حجت ہیں۔ وہ جوانان جنت کے سردار اور امت کی نجات کا دروازہ ہیں۔ ان کا امر میرا امر ہے اور ان کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ جو ان کی پیروی کرے اس نے میری پیروی کی، اور جو ان کی مخالفت کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھے وہ (واقعات) یاد آئے جو میرے بعد ان کے ساتھ پیش آئیں گے۔ گویا میں وہاں ہوں کہ وہ میرے حرم اور میری اہل بیت کے لئے پناہ طلب کر رہے ہیں، لیکن انہیں پناہ نہیں دی جائے گی۔ میں خواب میں انہیں اپنی آغوش میں لوں گا اور انہیں مدینہ سے کوچ کرنے کا حکم دوں گا، اور انہیں شہادت کی بشارت دوں گا۔ وہ اپنی قتلگاہ، اپنے زمین پر گرنے والے مقام اور سرزمین کربلا اور قتل وفَناء کی طرف جائیں گے، اور مسلمانوں کا ایک گروہ ان کی مدد کرے گا، جو قیامت کے دن میری امت کے شہیدوں کے سرداروں میں سے ہو گا۔ گویا میں اب انہیں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی طرف تیر برسائے جا رہے ہیں، اور وہ گھوڑے سے زمین پر گر رہے ہیں، اور پھر ان کے سر کو مظلومانہ طور سے گوسفند کی طرح تن سے جدا کیا جائے گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے پاس بیٹھے ہوئے افراد نے یہ سن کر گریہ کیا، اور ان کے رونے اور فریاد کرنے کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور خدا کی بارگاہ میں عرض کی: بارالہا! میرے بعد میری اہل بیت (علیہم السلام) پر جو مصائب آئیں

گے ، میں تجھ سے ان کی شکایت کرتا ہوں۔ پھر آپ اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔[1]

رسول خدا ﷺ کے اس فرمان میں کچھ اہم نکات موجود ہیں ، منجملہ اہل بیت علیہم السلام سے تمام مخلوقات کا آشنا ہونا۔

ہم یہاں رسول خدا ﷺ کے اس فرمان میں موجود اہم نکات میں سے صرف دو نکات کی وضاحت کریں گے۔

امام حسین علیہ السلام؛ باب نجات امّت

۱۔ رسول خدا ﷺ نے اپنے اس فرمان میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کو "باب نجاۃ الامّۃ" کہا ہے۔

یعنی اگر تمام امت مختلف مشکلات ، مصائب ، بدبختیوں اور گمراہیوں سے نجات پانا چاہے تو اس کے لئے امام حسین علیہ السلام باب نجات ہیں۔ یعنی انہیں امام حسین علیہ السلام کی راہ سے داخل ہونا چاہیئے اور باب الحسین علیہ السلام سے داخل ہو کر مشکلوں اور مصیبتوں سے نجات پا کر امن و امان کی طرف جانا چاہیئے۔ جس طرح آخر میں دنیا بھر کے لوگ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی راہ سے آخر الزمان کے فتنوں اور قتل و غارت سے نجات پا کر عصر ظہور میں داخل ہوں گے اور پھر عالمین حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے انور مبارکہ سے منور ہوں گے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام قیامت کے دن میری امت کے

[1]۔ رک: تاریخ امام حسین علیہ السلام: ۲۵۵/۱۸.

شہیدوں کے سردار ہیں، لہٰذا امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب وانصار لوگوں کو امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے آشنا کروانے کے لئے بہت ہی اہم کردار کے حامل ہیں۔ درحقیقت عاشور کے دن امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی شہادت صرف امام حسین علیہ السلام کی ہی نصرت کرنے کی غرض سے نہیں تھی بلکہ وہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور، دنیا کی تسخیر اور امام عصر ارواحنا فداہ کی نصرت کے لئے بھی تھی۔

اس بارے میں ہم اس کتاب میں بعد کے صفحات پر بحث کریں گے۔

امام حسین علیہ السلام کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ضجہ وگریہ

۲۔ عزاداری میں ایک اور اہم نکتہ «ضجہ و گریہ» ہے۔ ضجہ کے معنی امام حسین علیہ السلام کے لئے عزاداری میں آہ وبکاء کرنا ہے اور یہ عزاداری کی اہم اقسام میں سے ایک ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ جن مجالس میں آہ وبکاء ہو اور عام لوگ خالصانہ طور سے گریہ اور آہ وبکاء کریں تو اہل بیت علیہم السلام اس مجلس کی طرف خاص توجہ کرتے ہیں اور اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام کی مجلس میں حاضری سے ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اگرچہ ان مجالس میں شرکت کرنے والے عام افراد اس حقیقت سے واقف نہیں ہوتے ہیں۔

اس لئے اگر کسی مجلس میں غیر معمولی حالت پیدا ہو جائے تو ہمیں اس کے بارے میں یا ان مجالس میں آہ وبکاء اور ضجہ کرنے والوں کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے اور ان کے طرز عمل پر تنقید نہیں کرنی چاہیئے ہیں، کیونکہ نہ تو ہم ان مجالس کے صاحب ہیں اور

نہ ہی ہم صاحب عزا ہیں، اور نہ ہی ہم ان مجالس کے حقیقی اور باطنی حالات کو دیکھ سکتے ہیں، اس بناء پر ہمیں کسی بھی ایسے شخص پر تنقید نہیں کرنی چاہیئے جو بلند آواز سے آہ و بکاء اور گریہ کر رہا ہو۔

اس بارے میں ہم مرحوم علامہ مداح سے منقول ایک بہترین واقعہ نقل کرتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں: تہران میں مرحوم حاج مرزا ابو القاسم عطّار کے گھر مجلس میں کچھ عزاداروں کی عجیب حالت ہوتی اور بلند آواز سے گریہ کر کے خود کو ہلکان کرتے تھے۔

حاج شیخ مرتضی زاہد، حاج شیخ مہدی معزّالدّولہ، حاج مقدّس، حاج سید مہدی کشفی، حاج ملّا آقاجان زنجانی اور حاج شیخ ابراہیم خراسانی جیسی شخصیات بھی اس مجلس میں شریک ہوتی تھیں۔ یہ کوئی تشریفاتی مجلس نہیں تھی جس میں یہ دیکھا جاتا کہ کون آیا ہے اور کون چلا گیا ہے۔

مسجد ظہر الاسلام کے امام جماعت مرحوم حجۃالاسلام والمسلمین حاج شیخ یحییٰ طالقانی نقل کرتے ہیں: ایک دن میں بھی وہاں مجلس کے لئے گیا اور اس وقت حاج ملّا آقاجان منبر افروز تھے۔ وہ اپنی عادت کے مطابق آنکھیں بند کر کے مصائب پڑھتے تھے اور سامعین ان سے بے حد متأثر ہو کر شدت سے گریہ کرتے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ عام انسانوں کی طرح گریہ کیوں نہیں کرتے؟ حاج ملّا آقاجان نے اسی حالت میں آنکھیں بند کئے ہوئے اچانک سے کہا: کہاں چلے گئے ہو؟! کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ خود امام یہاں تشریف لائے فرما ہیں؟!

میں بہت پشیمان ہوا اور خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہوئے "استغفر الله، استغفر الله" کہا۔ حاج ملّا آقا جان نے فوراً کہا: اچھا ہوا کہ تم نے کم سے کم استغفار تو کی اور اپنی جگہ واپس آ گئے![1]

ہمارے اس مذکورہ بیان کی یہ وجہ تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اطراف میں رہنے والے افراد امام حسین علیہ السلام کے لئے آہ و بکاء اور ضجہ کیا کرتے تھے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے بلند آواز سے گریہ کرنا اور آہ و بکاء کرنا عزاداری کی ایک اہم قسم ہے۔

۲۔ عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی عزاداری

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی حیات کے آخری لمحات میں جو کلمات ارشاد فرمائے، وہ اس قدر جانسوز اور غمناک تھے کہ اگر کوئی بھی شیعہ ان پر غور و فکر کرے تو اس کے پورے وجود پر غم و اندوہ طاری ہو جائے گا اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جائیں گے۔ کتاب تاریخ امام حسین علیہ السلام میں لکھتے ہیں:

... جب سیّد الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے خیمہ میں داخل ہوئے تو آپ چمڑے کی ایک بساط پر گرے ہوئے تھے، اور آپ کی پھوپھی حضرت زینب سلام اللہ علیہا آپ کی تیمارداری کر رہی تھیں۔ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کو دیکھا تو آپ نے اٹھنا چاہا، لیکن آپ میں اتنی قدرت و توانائی

---

[1]۔ خاطرات شصت سال خدمت گذاری در آستان اہل بیت علیہم السلام: ۶۹۔

نہیں تھی۔

آپ نے اپنی پھوپھی سے کہا: « مجھے اپنے سینے سے لگا لیں۔ پسر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ رہے ہیں۔»

پس جناب زینب سلام اللہ علیہا، امام سجاد علیہ السلام کے پیچھے بیٹھ گئیں اور آپ کو اپنے سینے سے ٹیک لگا کر بٹھا لیا۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند سے ان کی طبیعت کے بارے میں دریافت کیا تو امام زین العابدین علیہ السلام خدا کی حمد و ثنا بجالائے۔ اور پھر عرض کی: «اے بابا جان! آج آپ نے منافقوں کے اس ملعون گروہ کے ساتھ کیا کیا؟»

فرمایا: « اے میرے بیٹے! قد استحوذ علیهم الشّیطان فأنساهم ذکر الله الملك المنّان ؛ان لوگوں کو شیطان نے جکڑ لیا اور وہ خدا کے ذکر کو بھول گئے ہیں، اور ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کی شعلے بھڑک اٹھے ہیں، اور زمین ہمارے اور ان کے خون سے رنگین ہو گئی ہے۔»

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے عرض کیا: « اے بابا جان! میرے چچا عباس کہاں ہیں؟»

جب آپ نے یہ سوال کیا تو جناب زینب خاتون کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اپنے بھائی کے مبارک چہرے کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ وہ کیا جواب دیں گے؛ کیونکہ انہوں نے اس خوف سے ان کے چچا عباس کی شہادت کی خبر نہ دی کہ کہیں ان کی بیماری شدت اختیار نہ کر جائے۔

پس سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: «بیٹا! انہوں نے تمہارے چچا کو فرات کے کنارے شہید کر دیا۔»

علی بن الحسین علیہما السلام اس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے، اور جب ہوش میں آئے تو آپ نے اپنے دوسرے چچاؤں کے بارے میں پوچھا: امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: «وہ سب مارے گئے ہیں۔»

امام زین العابدین علیہ السلام نے جناب علی اکبر، حبیب بن مظاہر، مسلم بن عوسجہ اور زہیر بن قین کے بارے میں پوچھا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: «بیٹا! یہ جان لو کہ ان خیموں میں میرے اور تمہارے سوا مردوں میں سے کوئی زندہ نہیں ہے، تم نے جن کے بارے پوچھا ہے وہ سب مارے گئے ہیں اور خاک پر پڑے ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام بہت روئے، اور آ نے اپنی پھوپھی جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا: پھوپھی جان! مجھے ایک شمشیر اور عصا لا دیں۔

آپ کے پدر گرامی نے فرمایا: آپ ان کا کیا کریں گے؟

عرض کی: عصا کو سہارا بنا کر شمشیر سے فرزند رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دفاع کروں گا، کیونکہ ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں ہے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو روکا اور انہیں اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا: بیٹا! تم میری سب سے طیب ذریت ہو، اور میری سب سے افضل عترت ہو، تم ان عیال اور اطفال پر میرے خلیفہ ہو۔ کیونکہ یہ سب

غریب، تنہا اور بے یار و مدد گار ہیں، انہیں یتیمی کے درد، دشمن کے ظلم اور زمانے کی جفا کا سامنا ہے۔جب بھی وہ پریشان ہوں تو تم انہیں دلاسا دو، ان کا سہارا بنو، اور میٹھی باتوں سے انہیں تسلی دو، کیونکہ ان کے لئے مردوں میں سے تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہا جس سے وہ اپنا درد دل اور اپنی تکلیف بیان کریں، تم ان کا ساتھ دو، اور وہ تمہارا ساتھ دیں، وہ تم پر گریہ کریں اور تم ان پر گریہ کرو۔»

پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے کہا: اے زینب! اے امّ کلثوم! اے سکینہ! اے رقیہ! اے فاطمہ! میری بات سنو اور جان لو کہ میرا یہ بیٹا تم پر میرا خلیفہ اور واجب الاطاعت امام ہے۔

پھر فرمایا: اے میرے بیٹے! میرے شیعوں تک میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ میرے بابا اس دنیا سے غریب گئے، ان پر ندبہ کرو، وہ شہید ہوئے، ان پر گریہ کرو۔

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اے مظلومو اور غریب الوطنو! اس حالت کے باوجود تم میری مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اس کے بعد تمہیں اسیر بنا لیا جائے گا، اور تمہیں لوٹا جائے گا، ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھیرایا جائے گا، میرا سر اور میرے بھائیوں، بیٹوں، عزیزو اقارب اور میرے مددگاروں کے سر یزید مرتد کے دربار سے بطور ہدیہ لے جائے جائیں گے۔

جب جناب زینب کبری، امّ کلثوم اور سکینہ نے یہ باتیں سنیں تو بے تاب ہو گئیں اور

اس طرح سے گریہ کیا کہ آسمان کے رہنے والے بھی آہ و نالہ کرنے لگے۔[1]، [2]

---

[1]۔ تاریخ امام حسین علیہ السلام: ۱۰/۶۱۰ .

[2]۔... فجاء إلى خيمة ولده زين العابدين عليه السلام، فرآه ملقي علي نطع من الأديم، فدخل عليه و عنده زينب تمرّضه. فلمّا نظر عليّ بن الحسين عليهما السلام أراد النّهوض، فلم يتمكّن من شدّة المرض. فقال لعمّته: سنّديني إلي صدرك فهذا ابن رسول الله قد أقبل. فجلست زينب خلفه و أسندته إلي صدرها. فجعل الحسين عليه السلام يسأل ولده عن مرضه و هو يحمد الله تعالى.

ثمّ قال: يا أبتاه، ما صنعت اليوم مع هؤلاء المنافقين؟ فقال له الحسين عليه السلام: يا ولدي، قد استحوذ عليهم الشّيطان فأنساهم ذكر الله، و قد شبّت الحرب بيننا و بينهم لعنهم الله حتّي فاضت الأرض بالدّم منّا و منهم. فقال عليّ عليه السلام: يا أبتاه، و أين عمّي العبّاس. فلمّا سأله عن عمّه اختنقت زينب بعبرتها و جعلت تنظر إلي أخيها كيف يجيبه، لأنّه لم يخبره بشهادة عمّه العبّاس خوفاً لأن يشتدّ مرضه عليه السلام.

فقال عليه السلام له: يا بنيّ، إنّ عمّك قد قتل، قطعوا يديه علي شاطئ الفرات. فبكي عليّ ابن الحسين عليهما السلام بكاء شديداً حتّي غشي عليه. فلمّا أفاق من غشوته جعل يسأل عن كلّ واحد من عمومته، و الحسين عليه السلام يقول له: قتل.

فقال: و أين أخي عليّ، و حبيب بن مظاهر، و مسلم بن عوسجة، و زهير بن القين؟

فقال له: يا بنيّ، اعلم أنّه ليس في الخيام رجل حيّ إلّا أنا و أنت، أمّا هؤلاء الّذين تسأل عنهم فكلّهم صرعي علي وجه الثّري. فبكي عليّ بن الحسين عليهما السلام بكاء شديداً.

ثمّ قال عليّ لعمّته زينب: يا عمّتاه، عليّ بالسّيف و العصا. فقال له أبوه: و ما تصنع بهما. فقال: أمّا العصا فأتوكّأ عليها، و أمّا السّيف فأذبّ به بين يدي ابن رسول الله، فإنّه لا خير في الحياة بعده.

فمنعه الحسين عليه السلام من ذلك و ضمّه إلي صدره و قال له: يا ولدي، أنت أطيب ذريّتي وأفضل عترتي، و أنت خليفتي علي هؤلاء العيال و الأطفال، فإنّهم غرباء مخذولون قد شملتهم الذّلّة و اليتم، و شماتة الأعداء و نوائب الزّمان، سكّتهم إذا صرخوا، و آنسهم إذا استوحشوا، وسلّ خواطرهم بلين الكلام، فإنّهم ما بقي من رجالهم من يستأنسون به غيرك، و لا أحد عندهم يشكون إليه حزنهم سواك، دعهم يشمّوك و تشمّهم، و يبكوا عليك و تبكي عليهم، ثمّ لزمه بيده صلوات الله عليه و صاح بأعلي صوته: يا زينب و يا أمّ كلثوم، و يا سكينة، و يا رقيّة، و يا فاطمة، اسمعن كلامي و اعلمن أنّ ابني هذا خليفتي عليكم، و هو إمام مفترض الطّاعة. ثمّ قال له: يا ولدي، بلّغ شيعتي عنّي

امام حسین علیہ السلام کے کلام کی توضیح

اگر ہم امام حسین علیہ السلام کے اس کلام پر غور کریں جو آپ نے عاشورا کے دن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت زینب علیہا السلام سے بیان فرمایا تھا تو اس میں اہم نکات پائے جاتے ہیں، جن کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ہم یہاں امام حسین علیہ السلام کے اس کلام کی توضیح بیان کرتے ہیں:

اگر امام حسین علیہ السلام کے محبّ، چاہنے والے، اور شیعہ اب تک امام حسین علیہ السلام کے ایسے فرمودات پر غور و فکر کرتے تو اس سے نہ صرف ان کی زندگی بدل جاتی، بلکہ یہ دنیا پر بھی اثر انداز ہوتے۔

افسوس صد افسوس! شیعوں اور محبوں کو موجودہ حالت میں رہنے کی عادت ہو گئی ہے اور وہ بے معنی زندگی گزارنے کے عادی ہو چکے ہیں، انہوں نے دنیا پر شیطان کی حاکمیت کے لئے راستہ کھول دیا ہے، کہ جو انسانوں کو اہل بیت علیہم السلام کی طرف توجہ کرنے سے روکتا ہے۔

لوگوں کی اہل بیت علیہم السلام کی جانب توجہ کرنے سے غفلت کے نتیجے میں وہ عالم ہستی سے دور ہو گئے ہیں۔ اگر لوگ امیرانِ عالم کی طرف اس طرح متوجہ ہوتے، جس طرح ان کی طرف متوجہ ہونے کا حق تھا اور ان کی قدرت و ولایت سے آگاہ ہوتے اور ان کی

السّلام، فقل لهم: إنّ أبي مات غريباً فاندبوه و مضى شهيداً فأبكوه. (معالی السبطین: ۲/ ۲۴، الدمعة الساكبة: ۴/ ۳۴۲، موسوعة الإمام الحسين عليه السلام: ۱۰/ ۶۰۷).

پناہ میں آجاتے تو پھر اہل دنیا کو اس طرح عالمگیر خسارے اور نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

ہم امام حسین علیہ السلام کے اس کلام کی وضاحت میں مختصر طور سے دو نکات بیان کرنا چاہتے ہیں:

۱۔ عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کا شیعوں کو سلام کرنا۔

۲۔ عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کا شیعوں کے لئے پیغام۔

عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کا اپنے شیعوں کے لئے سلام اور پیغام

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کے دن بنی ہاشم اور تمام اصحاب کی شہادت کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام سے فرمایا:

یا ولدي بلّغ شیعتي عنّي السّلام، فقل لھم: انّ أبي مات غریباً فاندبوہ ومضی شھیداً فابکوہ.

اے میرے بیٹے! میرے شیعوں تک میرا سلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ میرے بابا اس دنیا سے غریب گئے، ان پر ندبہ کرو، وہ شہید ہوئے، ان پر گریہ کرو۔

امام حسین علیہ السلام کے اس فرمان کی عظمت کو درک کرنے کے لئے اس کی توضیح اور وضاحت کی ضرورت ہے، لہٰذا ہم صرف اس کے ترجمہ پر اکتفاء کرنے کے بجائے جہاں

تک ممکن ہو سکا اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

دو نکات پر غور

ان دو نکات پر غور کرنے سے امام حسین علیہ السلام کے اس فرمان کی عظمت آشکار ہو جاتی ہے:

ا۔ان حالات اور شرائط پر توجہ کرنا، جن میں امام حسین علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا۔
اگر ہم ان شرائط، حالات اور اس وقت پر غور کریں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے یہ سخن بیان فرمائے تو ہم کسی حد تک متوجہ ہوں گے کہ آپ نے کن حالات اور کن احساسات میں شیعوں تک اپنا سلام اور پیغام پہنچایا ہے۔

سرور شہیداں حضرت امام حسین علیہ السلام نے جن حالات اور شرائط میں اپنے شیعوں تک یہ پیغام اور سلام پہنچایا ہے؛ ان سے کسی حد تک آگاہ ہونے کے لئے اس نکتہ پر توجہ فرمائیں:

امام حسین علیہ السلام کی اپنے شیعوں سے الفت و محبت اس قدر زیادہ ہے کہ جب آپ کو قیس بن مسہر صیداوی کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے گریہ کرتے ہوئے اہل بیت علیہم السلام اور شیعوں کے لئے یوں دعا کی:

«اللّهمّ اجعل لنا و لشيعتنا عندک منزلاً کريماً واجمع بيننا و بينهم في مستقرّ من رحمتک إنّک علی کلّ شيءٍ قدير».[1]

خدایا ! ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے اپنے نزدیک باکرامت منزل قرار دے ، ہمارے اور ان کے درمیان اس جگہ جمع کرنا کہ جہاں تیری رحمت ہے ، بیشک تو ہر شیء پر قادر ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی عاشورا کے دن اپنے شیعوں سے الفت و محبت اور کرم کی شدت اپنے اہل بیت علیہم السلام سے رخصت ہونے کے بعد آشکار ہوئی۔

امام حسین علیہ السلام کے امام سجاد علیہ السلام اور اہل حرم سے وداع کرنے کے بعد شیعوں کے لئے سلام و پیغام کہا ہے اور امام حسین علیہ السلام نے حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام ، حضرت علی اکبر علیہ السلام ، تمام بنی ہاشم اور اصحاب و انصار کی شہادت کے بعد امام سجاد علیہ السلام اور اہل حرم سے وداع کہا تھا۔ یعنی آپ ان بزرگ ہستیوں کی شہادت کے شاہد تھے ، اپنے نے جوانان بنی ہاشم اور اصحاب و انصار کے خون میں غرق لاشوں کو دیکھا تھا اور ان تمام مصائب کے بعد جب کوئی بھی یاور نہ رہ گیا تو شکستہ کمر اور جگر سوز حالت میں اہل حرم سے رخصت ہونے کے لئے خیموں میں آئے ، جب کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے آپ کو

---

[1] ۔ بحار الانوار : ۳۸۲/۴۴ .

ہر چیز تاریک نظر آرہی تھی ، آپ نے ان حالات میں امام سجاد علیہ السلام اور اہل حرم سے وداع کیا ، یعنی جب آپ سخت ترین حالات اور شرائط میں امام زین العابدین علیہ السلام اور اہل حرم سے وداع کرنے کے لئے آئے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو سلام پہنچایا اور امام سجاد علیہ السلام سے فرمایا :

بلّغ شيعتي عنّي السّلام ،فقل لهم :انّ أبي مات غريباً فاندبوه ومضى شهيداً فابكوه.

میرے شیعوں تک میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ میرے بابا اس دنیا سے غریب گئے ، ان پر ندبہ کرو ، وہ شہید ہوئے ، ان پر گریہ کرو۔

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے ایسے سخت ترین حالات میں یہ سخن بیان فرمائے ہیں کہ کائنات میں آپ کے علاوہ کسی کو ان حالات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے ، اب اس پر بہت توجہ کریں کہ انسان اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے عزیز و اقارب سے اہم ترین مطالب بیان کرتا ہے۔

۲۔ اب اس بات پر غور فرمائیں کہ امام حسین علیہ السلام نے کائنات میں سب سے سخت مصائب اور دشوار حالات کے باوجود اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کیوں شیعوں کو سلام کہا ہے اور انہیں کیوں حکم دیا ہے کہ وہ حضرت پر نوحہ سرائی اور گریہ کریں ؟ !

ہم نے امام حسین علیہ السلام کے اس سلام اور پیغام کے جواب میں کیا کیا ؟ ہم نے

اسے کتنی اہمیت دی؟

دشمن شیعوں سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہونے والی عزاداری کو کیوں سلب کرنا چاہتا ہے؟ ہم اس کتاب کے آخری حصے میں اس نکتہ پر روشنی ڈالیں گے۔

۳۔ حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کو دفن کرتے وقت امام سجاد علیہ السلام کی آپ کے لئے عزاداری

جب امام زین العابدین علیہ السلام کربلا میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ بنی اسد مقتولین کے بے سر لاشوں کے پاس حیران و سرگرداں کھڑے ہیں کہ ان بے سر لاشوں کو کیسے پہچانا جائے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام تمام شہداء کے نام بتا کر ان کی پہچان کروائی تو گریہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوئیں اور بنی اسد کی عورتوں نے اپنے بال پریشان کئے اور اپنے چہرے پر ماتم کیا۔[1]

پھر امام زین العابدین علیہ السلام اپنے مظلوم پدر کے بدن مطہر کے پاس گئے اور اسے اسے اپنی آغوش میں رکھنے کے بعد بلند آواز سے گریہ کیا اور پھر بدن مطہر کو قبر کے مقام پر

---

[1] ۔ یہاں جن مطالب پر غور کرنا چاہئے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کی تدفین کے وقت بنی اسد کی خواتین نے آہ و نالہ کیا اور اپنے چہرے پر طمانچے مارے۔ انہوں نے امام سجاد علیہ السلام کی موجودگی میں یہ عمل انجام دیا لیکن آپ نے بنی اسد کی خواتین کو نامحرموں کے سامنے آہ و نالہ کرنے اور اپنے چہرے پر طمانچے مارنے سے منع نہیں کیا۔ یہ بنی اسد کی عورتوں کے عمل کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح سر اور سینہ کا ماتم کرنے کے بارے میں بھی روایات وارد ہوئی ہیں، جو اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

لے کر گئے اور آپ نے وہاں سے کچھ خاک ہٹائی تو اچانک ایک تیار قبر نمودار ہوئی۔آپ نے جسم مطہر کے نیچے ہاتھ رکھ کر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَفی سَبیلِ اللّٰهِ وَعَلی مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ما شاءَ اللّٰهُ وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.

امام سجاد علیہ السلام نے تنہا ہی انہیں قبر میں اتارا اور بنی اسد میں سے کسی نے امام حسین علیہ السلام کی تدفین میں آپ کے شرکت نہیں کی اور پھر آپ نے فرمایا: کیا کوئی میرے ساتھ ہے جو میری مدد کرے؟

جب آپ نے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا بدن مطہر قبر میں رکھا تو آپ نے بریدہ رگوں پر اپنے مبارک لب رکھے اور فرمایا:

طُوبى لِأَرْضٍ تَضَمَّنَتْ جَسَدَكَ الطّاهِرَ، أَمَّا اللَّيْلُ فَمُسَهَّدٌ وَالْحُزْنُ سَرْمَدٌ أَوْ يَخْتارُ اللّٰهُ لِأَهْلِ بَيْتِكَ دارَكَ الَّتي أَنْتَبِها مُقيمٌ، وَعَلَيْكَ مِنّي السَّلامُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكاتُهُ.

خوش قسمت ہے وہ زمین؛ جس میں آپ کا پاکیزہ جسد ہے ،اور رات کے بارے میں بتاؤں تو اب میری آنکھوں میں

نیند نہیں ہے، اور اپنے غم و حزن کے بارے میں بتاؤں تو اس کی انتہا نہیں ہے، یہاں تک کہ آپ کے اہل بیت بھی وہاں وارد ہو جائیں، جہاں آپ مقیم ہیں۔ میرے طرف سے آپ پر سلام ہو، اے فرزند رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! اور آپ پر خدا کی رحمت اور برکات ہوں۔

آپ نے امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر پر لکھا:

هذا قَبْرُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الَّذِى قَتَلُوهُ عَطْشاناً غَرِيباً.

یہ حسین بن علی بن ابی طالب کی قبر ہے، جنہیں تشنہ اور غریب قتل کیا گیا۔

پھر آپ اپنے چچا جناب عباس علیہ السلام کے پاس گئے، آپ نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ جس سے آسمان کے ملائکہ خوفزدہ اور جنت کی حوریں گریہ کناں ہو گئیں۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام نے جھک کر اپنے چچا کے کٹے ہوئے گلے کو بوسہ دیا اور فرمایا:

عَلَى الدُّنْيا بَعْدَكَ الْعَفا يا قَمَرَ بَنِي هاشِمٍ وَعَلَيْكَ مِنِّي السَّلامُ مِنْ شَهيدٍ مُحْتَسِبٍ وَرَحْمَةُ اللّهِ وَبَرَكاتُهُ.

اے قمر بنی ہاشم ! آپ کے بعد دنیا پر خاک ہے، اے باخلاص شہید ! میری طرف پر آپ پر سلام اور خدا کی رحمت و برکات آپ کے شامل حال ہوں۔

آپ نے اپنے چچا حضرت عباس علیہ السلام کے لئے قبر بنائی اور اپنے والد گرامی کی طرح انہیں بھی تنہا قبر میں اتارا اور فرمایا: کیا میرا کوئی یاور ہے ؟

پھر آپ نے بنی اسد کو حکم دیا کہ دو بڑے گڑے کھودے جائیں ، جن میں سے ایک میں بنی اسد اور دوسرے میں اصحاب کو دفن کیا جائے۔[1]

اس واقعہ میں بہت سے عجیب نکات پائے جاتے ہیں کہ جن پر توجہ کرنے سے بہت سی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں، اس بنا پر لازم ہے کہ اس طولانی واقعہ کو نقل کرنے کے بعد توضیح کے عنوان سے چند نکات بیان کئے جائیں :

ا۔ اس واقعہ سے یہ استفادہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کس قدر عظمت اور بلند مقام کے حامل ہیں ، کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو دفن کرنے کے بعد اور بنی ہاشم اور اصحاب کو دفن کرنے سے پہلے امام سجاد علیہ السلام علقمہ کی طرف گئے تا کہ امام حسین علیہ السلام کو دفن کرنے کے بعد حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کو دفن کریں اور پھر آپ امام حسین علیہ السلام کی طرف واپس آئے اور بنی اسد کو حکم دیا کہ دو گڑے کھودے جائیں کہ جن میں سے ایک میں بنی ہاشم اور دوسرے میں امام حسین علیہ

[1]۔ تاریخ امام حسین علیہ السلام : ۲/۹

السلام کے تمام اصحاب کو دفن کیا جائے۔

۲۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کو دفن کرتے وقت امام سجاد علیہ السلام نے بنی اسد سے مدد طلب نہیں کی اور یہ نہیں فرمایا کہ کیا کوئی ہے جو امام حسین علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام کو دفن کرنے میں میری مدد کرے، بلکہ فرمایا کہ کیا کوئی میرا یاور ہے۔

۳۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو دفن کرتے وقت امام سجاد علیہ السلام نے اپنے لب امام حسین علیہ السلام کی بریدہ رگوں پر رکھا اور اسی طرح حضرت عباس علیہ السلام کو دفن کرتے وقت آپ نے ان کی بریدہ رگوں پر اپنے لب رکھے اور انہیں بوسہ دیا، لیکن دوسرے تمام شہداء کے بارے میں یہ نہیں ملتا کہ انہیں دفن کرتے وقت بھی امام سجاد علیہ السلام نے یہ عمل انجام دیا ہو۔

۴۔ محرم الحرام کے ایّام میں امام رضا علیہ السلام کے گھر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجلس عزا

مرحوم علّامہ مجلسی؛ دعبل خزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے: میں ایسے ہی ایّام میں اپنے آقا و مولا حضرت علی بن موسی الرضا علیہما السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ محزون اور غمزدہ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے اصحاب آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب آپ نے مجھے آتے ہوئے دیکھا تو مجھ سے فرمایا: اے دعبل! خوش آمدید۔ مرحبا! جو اپنے ہاتھ اور زبان سے ہماری مدد کرے! پھر آپ نے مجھے اپنے قریب

بیٹھنے کے لئے جگہ دی اور مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور پھر مجھ سے فرمایا: اے دعبل ! میں چاہتا ہوں کہ تم میرے لئے اشعار پڑھو ! کیونکہ ہم اہل بیت کے لئے یہ غم وحزن کے ایّام ہیں اور ہمارے دشمنوں اور بالخصوص بنی امیہ کے لئے یہ خوشی کے ایّام ہیں ۔ اے دعبل ! جو کسی ایک شخص کو ہمارے مصائب پر رلائے تو اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے ۔ اے دعبل ! جس کی آنکھیں ہمارے مصائب پر گریہ کریں اور وہ ہمارے دشمنوں کی جانب سے ہم پر ہونے والے مصائب پر روئے تو خداوند اسے ہمارے ساتھ اور ہمارے زمرہ میں محشور فرمائے گا ۔ اے دعبل ! جو شخص میرے جد حسین کے مصائب پر گریہ کرے تو خدا یقیناً اس اس کے گناہ بخش دیتا ہے ۔

پھر امام حسین علیہ السلام اٹھے اور آپ نے ہمارے اور اپنے اہل حرم کے درمیان ایک پردہ لگا دیا اور اپنے اہل بیت کو پردے کے پیچھے بٹھا دیا تا کہ وہ اپنے جد حسین علیہ السلام پر گریہ کریں ۔ پھر آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے دعبل ! حسین علیہ السلام کے لئے مرثیہ پڑھو ! کیونکہ تم جب تک زندہ ہو، تم ہمارے یاور اور ہمارے مداح ہو ! پس جس قدر ہو سکے ہماری نصرت میں کوتاہی نہ کرو !

دعبل کہتے ہیں : میں رونے لگا اور میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور پھر میں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے : [1]

---

[1] ۔ قال العلاّمة المجلسي: رَأَيْتُ فِي بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّهُ قَالَ حَكَي دِعْبِلُ الْخُزَاعِيُّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَي سَيِّدِي وَ مَوْلَايَ عَلِيِّ بْنِ مُوسَي الرِّضَا عليه السلام فِي مِثْلِ هَذِهِ الْأَيَّامِ فَرَأَيْتُهُ جَالِساً جِلْسَةَ الْحَزِينِ الْكَئِيبِ وَ أَصْحَابُهُ مِنْ حَوْلِهِ فَلَمَّا رَآنِي مُقْبِلًا قَالَ لِي مَرْحَباً بِكَ يَا دِعْبِلُ مَرْحَباً بِنَاصِرِنَا بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ ثُمَّ إِنَّهُ وَسَّعَ لِي فِي مَجْلِسِهِ وَ أَجْلَسَنِي إِلَي

اے فاطمہ ! اگر حسین کو خاک پر پڑے ہوئے تصور کرو کہ انہوں نے شط فرات کے کنارے تشنہ جان دے دی۔

اے فاطمہ ! اس صورت میں ان کے پاس اپنے چہرے پر طمانچے مارو گی اور آپ کے رخسار پر آنکھوں سے اشک جاری ہوں گے !

اے فاطمہ ! اے نیکیوں کی دختر ! اٹھو اور بیابان زمین پر پڑے ہوئے آسمان کے ستاروں پر ندبہ کرو !

کچھ قبریں کوفہ میں ہیں، کچھ دوسری قبریں مدینہ میں ہیں اور کچھ اور قبریں سر زمین فخّ میں ہیں کہ ان پر میرا درود و سلام ہو ! کچھ قبریں سر زمین کربلا میں نہر کے کنارے واقع ہیں

جَانِبِهِ ثُمَّ قَالَ لِي يَا دِعْبِلُ أُحِبُّ أَنْ تُنْشِدَنِي شِعْراً فَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامَ حُزْنٍ كَانَتْ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ وَ أَيَّامَ سُرُورٍ كَانَتْ عَلَي أَعْدَائِنَا خُصُوصاً بَنِي أُمَيَّهَ يَا دِعْبِلُ مَنْ بَكَي وَ أَبْكَي عَلَي مُصَابِنَا وَ لَوْ وَاحِداً كَانَ أَجْرُهُ عَلَي اللهِ يَا دِعْبِلُ مَنْ ذَرَفَتْ عَيْنَاهُ عَلَي مُصَابِنَا وَ بَكَي لِمَا أَصَابَنَا مِنْ أَعْدَائِنَا حَشَرَهُ اللهُ مَعَنَا فِي زُمْرَتِنَا يَا دِعْبِلُ مَنْ بَكَي عَلَي مُصَابِ جَدِّيَ الْحُسَيْنِ غَفَرَ اللهُ لَهُ ذُنُوبَهُ الْبَتَّهَ ثُمَّ إِنَّهُ عليه السلام نَهَضَ وَ ضَرَبَ سِتْراً بَيْنَنَا وَ بَيْنَ حُرَمِهِ وَأَجْلَسَ أَهْلَ بَيْتِهِ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ لِيَبْكُوا عَلَي مُصَابِ جَدِّهِمُ الْحُسَيْنِ عليه السلام ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ وَ قَالَ لِي يَا دِعْبِلُ ارْثِ الْحُسَيْنَ فَأَنْتَ نَاصِرُنَا وَ مَادِحُنَا مَا دُمْتَ حَيّاً فَلَا تُقَصِّرْ عَنْ نَصْرِنَا مَا اسْتَطَعْتَ قَالَ دِعْبِلٌ فَاسْتَعْبَرْتُ وَ سَالَتْ عَبْرَتِي وَ أَنْشَأْتُ أَقُولُ:

أَفَاطِمُ لَوْخِلْتِ الْحُسَيْنَ مُجَدَّلًا ... وَ قَدْ مَاتَ عَطْشَاناً بِشَطِّ فُرَاتِ

إِذاً لَلَطَمْتِ الْخَدَّ فَاطِمُ عِنْدَهُ ... وَ أَجْرَيْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فِي الْوَجَنَاتِ

أَفَاطِمُ قُومِي يَا ابْنَهَ الْخَيْرِ وَ انْدُبِي ... نُجُومَ سَمَاوَاتٍ بِأَرْضِ فَلَاتٍ

قُبُورٌ بِكُوفَانَ وَ أُخْرَي بِطَيْبَهَ ... وَ أُخْرَي بِفَخٍّ نَالَهَا صَلَوَاتِي

قُبُورٌ بِبَطْنِ النَّهْرِ مِنْ جَنْبِ كَرْبَلَا ... مُعَرَّسُهُمْ فِيهَا بِشَطِّ فُرَاتٍ

توافوا [تُوُفُّوا] عِطَاشَا بِالْعَرَاءِ فَلَيْتَنِي ... تُوُفِّيتُ فِيهِمْ قَبْلَ حِينِ وَفَاتِي....

کہ ان کی عروسی کی جگہ شط فرات کا کنارہ ہے !

انہوں نے تشنہ لب بیابان میں جان دے دی ، اور اے کاش ! میں اپنی وفات کے زمانے سے پہلے ہوتا اور ان کے ساتھ جان دیتا۔

میں خدا سے اپنے غم کی آگ کی شکایت کروں گا ، اور جب میں انہیں یاد کرتا ہوں تو مجھے عزا اور مصائب کی شدت کا جام پلایا جاتا ہے۔

جس دن بزرگ بننا چاہیں ، محمد (ﷺ) ، جبرئیل ، قرآن اور اس کے سورے لے کر آتے ہیں ، اور علی (علیہ السلام) کو صاحب مناقب و برتری شمار کرتے ہیں ، اور فاطمہ زہرا (علیہا السلام) کو بہترین بیٹی سمجھتے ہیں !

حمزہ اور عباس کو صاحب دین و تقویٰ شمار کرتے ہیں ، اور اس خاندان کے جعفر طیار کو بہشت کے پردوں پر دیکھتے ہیں۔

وہ بنی امیہ میں سے ہند و حرب کو نحس شمار کرتے ہیں اور سمیہ کو احمقوں اور پلید لوگوں میں شمار کرتے ہیں۔

انہوں نے اہل بیت (علیہم السلام) کے آباء و اجداد کو ان کے حق سے محروم کیا ، اور انہوں نے اہل بیت (علیہم السلام) کی اولاد کو متفرق امور میں سے قرار دیا !

جب تک کوئی سوار خدا کے لئے حج کرے ، اور قُمری (نامی) پرندہ درختوں پر نوحہ سرائی کرے تو میں ان کے لئے گریہ کروں گا۔

پس اے آنکھو ! ان پر گریہ کرو ، اور آنسو بہاؤ کہ آنسو بہانے اور زیادہ گریہ کرنے کا

وقت آپہنچا ہے !

زیاد کی بیٹیاں محلوں میں نامحرموں کی آنکھوں سے محفوظ ہیں، اور آل رسول خداصلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ہتک حرمت کی گئی ہے۔

اور آل زیاد بلند قلعوں میں ہیں اور رسول خداصلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بیٹیاں بیابانوں میں سر گرداں ہیں۔

رسول خداصلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا گھر خالی ہے اور آل زیاد اپنے حجروں میں ساکن ہیں۔

رسول خداصلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آل کے جسم نحیف ہیں، اور آل زیاد کی گردنیں موٹی ہو چکی ہیں۔

رسول خداصلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آل کے گلے سے خون جاری ہے، اور آل زیادہ پردہ نشین ہیں۔

رسول خداصلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آل کو اسیر کیا گیا، حالانکہ آل زیاد کا مال امان میں ہے۔

جب وہ انتقام لیں تو جن ہاتھوں کو انتقام لینے سے روکا گیا تھا اور باندھ دیا گیا تھا، وہ اپنے ظالموں تک پہنچیں گے !

جب تک زمین پر سورج نور افکانی کرے اور مؤذن جو خیر کا منادی ہے، نماز کے لئے اذان کی ندادے، توان پر گریہ کروں گا۔

جب تک سورج طلوع ہو اور اس کے غروب کا وقت ہو جائے تو میں صبح و شام ان پر گریہ کروں گا۔[1]

مرحوم علامہ مجلسی نے یہ مکمل قصیدہ امام رضا علیہ السلام کی تاریخ کے ابواب میں بیان

---

[1]۔ بحارالانوار: 21/ 257. دعبل کا قصیدۂ تائیہ بہت سی کتابوں میں مختلف روایات سے نقل ہوا ہے۔ ر.ک: دعبل شاعر امام رضا علیہ السلام: ۲۳۰.

کیا ہے۔

اب جب کہ ہم امام حسین علیہ السلام کے لئے معصومین علیہم السلام کی عزاداری کے کچھ نمونوں سے آشنا ہو چکے ہیں تو اب ہم گریہ کی اہمیت کے بارے میں کچھ مطالب نقل کرتے ہیں:

کعبہ اور حرم امام حسین علیہ السلام

کعبہ، روحانی و معونی فوائد کے علاوہ زمین کی ظاہری اور مادی کشش ہے اور خدا کی طرف سے مؤمنوں کے دلوں میں امام حسین علیہ السلام کے لئے رکھی گئی حرارت کی وجہ سے کربلا دنیا بھر کے مؤمنوں کے لئے معنوی اور روحانی کشش رکھتا ہے اور مادی کشش پر معنوی کشش کی برتری کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اگرچہ لوگ کعبہ کی کشش اور اسی طرح کربلا کی معنوی و روحانی کشش سے آگاہ نہ ہوں۔

کربلا؛ جنت کا ایک ٹکڑا ہے، جسے اس دنیا میں رکھا گیا ہے۔ اس میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا حرم اور آپ کا بقعۂ مبارکہ کرۂ ارض پر سب سے زیادہ اسرار آمیز مقام ہے۔ کربلا؛ جنت کا ایک ٹکڑا ہے، جسے زمین پر رکھا گیا ہے اور آخر کار قیامت کے دن جنت میں اسے اس کی اپنی اصل جگہ پر واپس لے جایا جائے گا۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے حرم میں قبۂ مبارکہ کے نیچے ہر دعا کرنے والے کی دعا مستجاب ہوتی اور اس باعظمت مقام پر جو کوئی بھی دعا کرے اور خدا کو

پکارے تو خداوند اسے جواب دیتا ہے اور اس کی دعا کو مستجاب کرتا ہے۔

اب ہم جو واقعہ بیان کریں گے ، وہ ایک بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ کربلا ایک اسرار آمیز سرزمین ہے۔

مقامات مقدسہ کی تعمیر نو کے سربراہ "پلارک" کہتے ہیں : ڈاکٹر ساحلی کربلا میں جیو فزکس کی بحث میں ہونے والی قیاس آرائیاں کے سلسلہ میں ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں ، انہوں نے امریکہ سے تین موضوعات (جیو فزکس، آثار قدیمہ اور تاریخ) میں ڈاکٹریٹ کیا ہے اور وہ یونیورسٹی کے پروفیسر بھی ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ **کربلا وہ واحد جگہ ہے جہاں پانی نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔**

انہوں نے جیو ٹیکنکل تحقیقات کے بعد یہ کہا کہ دنیا میں وہ تنہا جگہ کربلا ہے کہ جہاں پانی واپس آتا ہے اور مخالف سمت میں جاتا ہے، یعنی پانی نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔ پانی خیمہ گاہ سے حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کے حرم کے سامنے آتا ہے اور وہاں آکر گھومتا ہے اور سرگرداں طور پر اوپر کی طرف آتا ہے۔ چونکہ پانی حرم میں داخل ہو کر حرم کو خراب کرنے کا باعث نہیں بننا چاہتا، اگرچہ خود حرم میں پانی کی سطح اس سے اوپر ہے۔[1]

[1]۔ شیعہ نیوز کی ویب سائٹ اور شبکہ خبر سے منقول.

کربلا کا مجسم منظر اور عاشورا کے دن کا ٹوٹا ہوا نیزہ ملنا

«پلارک» کہتے ہیں: مقام کفّ العبّاس میں سات سے آٹھ میٹر کی کھدائی کے بعد ہم آکسیڈائز دھاتوں[1] تک پہنچے اور جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ وہی ٹوٹا ہوا نیزہ تھا اور یہاں ہمارے لئے کربلا کا وہ منظر مکمل طور پر مجسم ہو جاتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے حرم میں گنبد کو مزید بلند کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں تھا کہ موجودہ گنبد پر دو سو ٹن وزن کا اضافہ کریں اور اس کے لئے ستونوں کو بھی مزید محکم کرنا ضروری تھا تاکہ وہ یہ وزن اٹھا سکیں۔ اس کام کے دوران اسی وقت ہم نے ستونوں کو گولائی کو کچھ کم کریں تاکہ ضریح کے اطراف کی جگہ زیادہ ہو جائے۔

اس مسئلے کے لئے مختلف منصوبے پیش کئے گئے اور ہم نے کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے حرم کے ستونوں کے کچھ نمونے بنائے اور ان پر اتنا ہی وزن رکھ کر اس کا امتحان لیا اور آخر کار ہم اس موجودہ منصوبے کی تک پہنچ گئے، جسے دنیا کی بہترین ٹیکنیک کے ساتھ ڈیزائن کیا گیا ہے، جسے امریکہ میں ایرانی نژاد دو شیعہ پروفیسر بھائیوں کے توسط سے پیش کیا گیا تھا۔

امام حسین علیہ السلام کے حرم میں پانی غائب ہو جانا

دو سال کے مطالعہ کے بعد ہمیں جن بنیادی مشکلات کا سامنا تھا، ان میں سے ایک امام حسین علیہ السلام کے حرم میں زیر زمین پانی کی سطح کا بلند ہونا تھا، یعنی جب ہم سید الشہداء

[1]۔ مٹی میں آکسیڈائز دھاتوں کا جمع ہونا.

حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم کے ستونوں کے نیچے ڈیڑھ میٹر کی کھدائی کرتے تھے تو ہم پانی تک پہنچ جاتے اور یہ اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بہت بڑی مشکل تھی، لیکن جیسے ہی ہم نے اس تعمیراتی کام کا آغاز کیا تو آٹھ میٹر تک کھدائی کے دوران ہمیں بالکل بھی پانی نظر نہیں آیا، جیسے پانی کہیں چھٹی پر چلا گیا ہو تا کہ ہم اپنا کام کر سکیں اور کام مکمل ہونے کے بعد وہ دوبارہ واپس آجائے۔ ہم نے ہر ستون کی تعمیر کے لئے چھ مہینے کی پیشنگوئی کی تھی، لیکن وہاں پانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے اب یہ مدت کم ہو کر تین ماہ ہو گئی تھی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جب ہم چند سال قبل حرم کے سنگ مرمر تبدیل کر رہے تھے تو کبھی کبھار ایک میٹر کی کھدائی کے بعد بھی پانی نکل آتا تھا، لیکن اب وہاں پانی کی کوئی خبر نہیں ہے، یہ ان معجزات میں سے ہے، جن کا ہم نے یہاں کام کے دوران مشاہدہ کیا ہے، البتہ مخلصانہ طور پر کام کرنے والے مختلف کرامات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انہیں یہ نصیب ہوتی ہیں۔[1]

ہم نے یہاں جو کچھ بھی نقل کیا ہے یہ حجت دوراں حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے بعد دنیا میں بہشت بریں اور اس کے اہم ترین حصوں میں سے سرزمین کربلا کے آشکار ہونے والے اسرار کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

---

[1]۔ شبکہ خبر.

آنسو

(امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر میں داخل ہونے کا اجازت نامہ)

اب اس انتہائی اہم بات کی طرف توجہ فرمائیں کہ امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر میں کون داخل ہو سکتے ہیں اور حضرت کے گنبد کے نیچے دعا کر سکتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام کے حرم میں داخل ہونے کی کیا شرط ہے؟

ہم جانتے ہیں کہ انسان کی روحانی اور معنوی نشوونما کے لئے بہت سی چیزیں موثر ہوتی ہیں، جیسے زہد، تقویٰ، علم و دانش، تہذیب و تذکیہ نفس، پاکیزہ دل، اخلاص، کامل ایمان اور دیگر اہم صفات جو انسانی روح کے ارتقاء اور تکامل میں اہم کردار کی حامل ہیں، لیکن ان سب کے باوجود **جو چیز امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر میں داخل ہونے کی اجازت پر دلالت کرتی ہے، وہ حرم مطہر میں داخل ہوتے وقت امام حسین علیہ السلام کے لئے آنسو بہانا ہے۔**

آنسو ایک بہت ہی کلیدی اور موثر راہ

اشک؛ خدا اور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے تقرب اور ان سے نزدیک ہونے کی ایک کلیدی راہ ہے۔ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے نزدیک ہونے کے لئے انسان مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنے اور بہت زیادہ سعی و کوشش کے ذریعہ اپنے اس ہدف سے نزدیک ہو سکتا ہے اور اپنے مقصد تک پہنچ سکتا ہے۔

عبادی امور دل کی تاریکی و ظلمت کو دور کرتے ہیں اور زنگ زدہ قلب کو صیقل کرتے ہیں اور اس میں نورانیت پیدا کرتے ہیں۔

یہ واضح سی بات ہے کہ اس عظیم ہدف تک پہنچنے کے لئے عملی امور کے مختلف ہونے سے سرعت کے لحاظ سے ہدف اور مقصد تک پہنچنے میں بھی اختلاف ہوتا ہے، یعنی ان میں سے کچھ امور دوسرے تعمیراتی امور کی بنسبت کلیدی راہ شمار ہوتے ہیں۔

آنسو یا اکسیر اعظم

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے آنسو بہانا اور دل و جاں سے غمزدہ ہونا اکسیر اعظم ہے اور یہ امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی توجہ حاصل کرنے کے لئے ایک بہت ہی موئثر اور کلیدی راہ ہے۔

کچھ لوگ نے کئی دہائیوں تک بہت محنت اور کوشش کی اور آخر کار انہیں وصال کا راستہ مل گیا، حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے اپنے پورے وجود کے ساتھ آنسو بہانا، گریہ کرنا اور غمزدہ ہونا؛ ان کے انجام دیئے گئے اہم ترین کام تھے، جن سے انہیں ہموار اور کلیدی راستہ رہاہے۔

اگر کوئی امام حسین علیہ السلام کے زخموں سے چور چور جسد مطہر کو قتلگاہ میں تصور کر سکے اور اپنے خیالات میں سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے مقدس بدن کو دیکھے اور یہ غور کرے کہ آپ کی شہادت کو تقریباً چودہ سو سال گزر چکے ہیں لیکن اب بھی اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں سے آپ کے بہائے گئے ناحق خون کا انتقام نہیں لیا گیا تو اس بات سے وہ

اس قدر متاثر ہو گا کہ خدا کی طرف سے ہر مؤمن کے دل میں امام حسین علیہ السلام کے لئے قرار دی گئی حرارت میں جوش آئے گا، جس سے اس کا دل دنیاوی امور سے منہ موڑ لے گا، اور وہ اپنی مادی خواہشات کی طرف متوجہ نہیں ہو گا، جس کی وجہ سے وہ باآسانی خود کو امام حسین علیہ السلام کے پیکر مقدس کے حضور میں دیکھ کر اپنے پورے وجود سے غمزدہ ہو کر گریہ کرے گا اور اشک بہائے گا۔

خدا نے مؤمنین کے دلوں میں امام حسین علیہ السلام کے لئے خاص حرارت یا محبت قرار دی ہے، پس اگر کوئی اپنے وجود کی گہرائیوں سے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرے تو وہ عالم معنی کی طرف مائل ہو جائے گا اور اس کی مادی امور میں دلچسپی ختم ہو جائے گی۔ **یہ عالم معنی تک پہنچنے اور اس سے ملحق ہونے کا ایک ہموار، سریع اور کلیدی راستہ ہے۔**

امام حسین علیہ السلام کے عزاداروں پر خدا کا درود

اب عزاداری، اشک اور گریہ کی عظمت و اہمیت کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر غور فرمائیں:

جب خدا سے کیئے گئے عہد و پیمان کو توڑنے اور خدا کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے یہودیوں کے بارے میں یہ آیہ کریمہ «وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لاَ تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ»[1] نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۸۴ (اور ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا)

کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتاؤں جو اس امت میں ان یہودیوں سے مشابہ ہیں؟

عرض کیا: جی ہاں۔ یارسول اللہ!

آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ وہ میرے دین اور آئین پر ہے (یعنی وہ گروہ خود کو مسلمان سمجھتا ہے) لیکن وہ میری بہترین ذریت اور میری سب سے پاکیزہ اولاد کو قتل کرے گا، میری شریعت اور سنت کو تبدیل کرے گا، میرے دو بیٹوں حسن اور حسین علیہما السلام کو شہید کرے گا، جس طرح ان یہودیوں کے گزشتگان نے حضرت زکریا اور یحییٰ (علیہما السلام) کو قتل کیا۔ آگاہ ہو جاؤ! خدا ان پر لعنت کرے گا، جس طرح خدا نے ان پر لعنت کی تھی، اور امام حسین مظلوم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہدایت کرنے والے کو مبعوث کرے گا، جو شمشیر کے ذریعہ ان کے دوستوں کو واصل جہنم کرے گا۔

آگاہ ہو جاؤ ! خداوند امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں ، ان (قاتلین) کے دوستوں ، محبوں اور کسی وجہ اور تقیہ کے بغیر ان پر لعنت نہ کرے والوں پر لعنت کرے گا۔

ألا وصلّى الله على الباكين على الحسين رحمة و شفقة، واللاعنين لأعدائهم والممتلئين عليهم غيظاً وحنقاً...

آگاہ ہو جاؤ ! خداوند ، امام حسین علیہ السلام پر محبت اور دلسوزی سے گریہ کرنے والوں اور ان کے دشمنوں پر لعنت کرنے والوں پر درود بھیجتا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ اور جان لو ! امام حسین علیہ السلام کے قتل پر راضی ہونے والے بھی آپ کے قاتلوں کے ساتھ شریک ہیں۔ جان لو ! امام حسین علیہ السلام کے قاتل ، ان کی مدد کرنے والے ، ان کی حمایت کرنے والے اور ان کی پیروی کرنے والے خدا کے دین سے خارج ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ نے اپنے مقرب ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے والوں کے

آنسوؤں کو لے کر جنت کے خزینہ داروں کے حوالے کریں، اور انہیں آب حیات کے ساتھ ملائیں تاکہ اس کی مٹھاس اور لذت میں کئی ہزار گنا اضافہ ہو جائے۔

نیز ملائکہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل پر خوش ہونے والوں اور ہنسنے والوں کے گریہ کو لے کر ہاویہ جائیں گے اور اسے حمیم کے ساتھ ملا دیں گے تاکہ اس کی حرارت اور عذاب کی شدت میں ہزار گنا اضافہ ہو جائے اور اس کے ذریعہ وہاں منتقل ہونے والے آل محمد (علیہم السلام) کے دشمنوں کا عذاب شدید ہو جائے۔[1]

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے والے ہر مرد اور عورت کو یہ جان لینا چاہئے کہ امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرنا صرف آپ کی مصیبت کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس کے کئی دوسرے آثار بھی ہیں جو عالم بلکہ عوالم کے مستقبل پر رونما ہوئے اور جو کائنات میں ظلم و جبر اور خیانت کے سلسلے کو جاری رکھنے کا باعث بنے۔

جو کوئی بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرے اور جب بھی وہ اس طرف توجہ کرے تو وہ اس بات کر درک کرے گا کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ

[1]۔ بحار الأنوار، ۴۴/ ۳۰۴، ح ۱۷.

تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے بغیر اس ظلم و ستم ، بربریت اور تاریکی و ظلمت کا خاتمہ نہیں ہو گا ، اس لئے وہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کرتا ہے اور اس بات کی اہمیت کی وجہ سے حضرت کے ظہور میں تعجیل کے لئے سینکڑوں دعائیں اور زیارات وارد ہوئی ہیں۔ جو کوئی دعاؤں کے اس خزانے کو دیکھنا چاہتا ہے وہ کتاب " صحیفۂ مہدیہ " کی طرف رجوع کرے ۔ یہ کتاب ہمارے آقا و مولا ولی عصر حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کے لئے وارد ہونے والی دعاؤں کا نایاب مجموعہ ہے۔[1]

ائمہ علیہم السلام کے گریہ و عزا کے بارے میں امام صادق علیہ السلام کا اہم فرمان

في كامل الزيارات عَنْ مِسْمَعٍ كِردِين قال: قَالَ لِي أَبُوعَبْدِ اللَّهِ يَا مِسْمَعُ أَنْتَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ أَمَا تَأْتِي قَبْرَ الْحُسَيْنِ قُلْتُ لَا أَنَا رَجُلٌ مَشْهُورٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَعِنْدَنَا مَنْ يَتْبَعُ هَوَي هَذَا الْخَلِيفَهِ وَ أَعْدَاؤُنَا كَثِيرَةٌ مِنْ أَهْلِ الْقَبَائِلِ مِنَ النُّصَّابِ وَ غَيْرِهِمْ وَ لَسْتُ آمَنُهُمْ أَنْ يَرْفَعُوا عَلَيَّ حَالِي عِنْدَ

[1] ۔ صحیفۂ حسینیہ : ۱۳۲۔

وُلْدِ سُلَيْمَانَ فَيُمَثِّلُونَ عَلَيَ قَالَ لِي أَفَمَا تَذْكُرُ مَا صُنِعَ بِهِ قُلْتُ بَلَي قَالَ فَتَجْزَعُ قُلْتُ إِي وَ اللَّهِ وَ أَسْتَعْبِرُ لِذَلِكَ حَتَّي يَرَي أَهْلِي أَثَرَ ذَلِكَ عَلَيّ فَأَمْتَنِعُ مِنَ الطَّعَامِ حَتَّي يَسْتَبِينَ ذَلِكَ فِي وَجْهِي.

قَالَ رَحِمَ اللَّهُ دَمْعَتَكَ أَمَا إِنَّكَ مِنَ الَّذِينَ يُعَدُّونَ فِي أَهْلِ الْجَزَعِ لَنَا وَ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ لِفَرَحِنَا وَ يَحْزَنُونَ لِحُزْنِنَا وَ يَخَافُونَ لِخَوْفِنَا وَ يَأْمَنُونَ إِذَا أَمِنَّا أَمَا إِنَّكَ سَتَرَي عِنْدَ مَوْتِكَ وَ حُضُورِ آبَائِي لَكَ وَ وَصِيَّتِهِمْ مَلَكَ الْمَوْتِ بِكَ وَ مَا يَلْقَوْنَكَ بِهِ مِنَ الْبِشَارَةِ مَا تَقَرُّ بِهِ عَيْنَكَ قَبْلَ الْمَوْتِ فَمَلَكُ الْمَوْتِ أَرَقُّ عَلَيْكَ وَ أَشَدُّ رَحْمَةً لَكَ مِنَ الْأُمِّ الشَّفِيقَةِ عَلَي وَلَدِهَا.قَالَ ثُمَّ اسْتَعْبَرَ وَ اسْتَعْبَرْتُ مَعَهُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَي خَلْقِهِ بِالرَّحْمَةِ وَ خَصَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ بِالرَّحْمَةِ يَا مِسْمَعُ إِنَّ الْأَرْضَ وَ السَّمَاءَ لَتَبْكِي مُنْذُ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ رَحْمَةً لَنَا وَ مَا بَكَي لَنَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَكْثَرُ وَ مَا رَقَأَتْ دُمُوعُ الْمَلَائِكَةِ مُنْذُ قُتِلْنَا وَ مَا بَكَي أَحَدٌ رَحْمَةً لَنَا وَ لِمَا

لَقِينَا إِلَّا رَحِمَهُ اللَّهُ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ الدَّمْعَةُ مِنْ عَيْنِهِ فَإِذَا سَالَ دُمُوعُهُ عَلَي خَدِّهِ فَلَوْ أَنّ قَطْرَةً مِنْ دُمُوعِهِ سَقَطَتْ فِي جَهَنَّمَ لَأَطْفَأَتْ حَرَّهَا حَتَّي لَا يُوجَدَ لَهَا حَرٌّ وَ إِنَّ الْمُوجَعَ قَلْبُهُ لَنَا لَيَفْرَحُ يَوْمَ يَرَانَا عِنْدَ مَوْتِهِ فَرْحَةً لَا تَزَالُ تِلْكَ الْفَرْحَةُ فِي قَلْبِهِ حَتَّي يَرِدَ عَلَيْنَا الْحَوْضَ وَ إِنَّ الْكَوْثَرَ لَيَفْرَحُ بِمُحِبِّنَا إِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ حَتَّى إِنَّهُ لَيُذِيقُهُ مِنْ ضُرُوبِ الطَّعَامِ مَا لَا يَشْتَهِي أَنْ يَصْدُرَ عَنْهُ.[1]

کتاب "کامل الزیارات" میں مسمع کردین سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے مسمع! کیا تم اہل عراق میں سے ہو؟ اور کیا تم حسین بن علی علیہما السلام کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے ہو؟

میں نے عرض کیا: نہیں! میں اہل بصرہ کے نزدیک ایک مشہور شخص ہوں اور ہمارے پاس کچھ ایسے لوگ ہیں کہ

[1]۔ کامل الزیارات: ۱۵۰، بحار الانوار: ۲۸۹/۴۴.

جو خلیفہ کے پیروکار ہیں۔ نیز ناصبیوں کے علاوہ بھی ہمارے بہت سے دشمن ہیں اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ خلیفہ کے پاس میری شکایت کریں اور مجھے کوئی نقصان پہنچائیں، اس لئے میں امان میں نہیں ہو۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو یاد کرتے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: کیا تم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر بے تاب ہو کر جزع و فغاں کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! خدا کی قسم! میں ان کے مصائب کو یاد کرتا ہوں تو مجھ پر رنج و الم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اس طرح گریہ کرتا ہوں کہ میرے اہل و عیال بھی مجھ میں اس کا اثر مشاہدہ کرتے ہیں اور اس حالت میں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہوں اور میرے چہرے پر اس کا اثر آشکار ہوتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا تمہارے آنسو پر رحم کرے! اور جان لو کہ تم ان لوگوں میں شمار ہو

گے جو ہمارے لئے آہ و فغاں کرتے ہیں اور تم ان میں سے ہو جو ہماری خوشی میں خوش اور ہمارے غم میں غمگیں ہوتے ہیں، جو ہمارے خوف میں خوفزدہ اور ہمارے امن کے دوران امان میں ہوتے ہیں۔ اور جان لو کہ موت کے وقت تم دیکھو گے کہ ہمارے آباء و اجداد تمہارے پاس حاضر ہوں گے اور وہ ملک الموت کو تمہارے متعلق وصیت کریں گے اور وہ تمہیں جو بشارت دیں گے ،اور تم دیکھو گے کہ ملک الموت تم پر تمہاری شفقت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ شفیق، رحم دل اور مہربان ہو گا۔

مسمع کہتے ہیں : پھر امام صادق علیہ السلام گریہ کرنے لگے اور میں بھی گریہ کرنے لگا اور پھر حضرت نے فرمایا: حمد و ثنا اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنی رحمت سے اپنی مخلوق پر فضیلت اور برتری دی اور اپنی رحمت کو ہم اہل بیت سے خاص کیا۔

اے مسمع ! جس وقت سے امیر المؤمنین علی علیہ السلام شہید ہوئے ہیں؛ زمین و آسمان ہمارے لئے گریہ کر رہے ہیں ، اور اکثر ملائکہ نے ہمارے لئے گریہ کیا۔ ہمارے

لئے ملائکہ کا گریہ اس وقت سے کبھی ختم نہیں ہوا کہ جب ہمارے مرد شہید ہوئے۔

کوئی بھی شخص ہمارے مصائب پر نہیں روتا، مگر یہ کہ اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو سے پہلے خداوند اسے بخش دیتا ہے، جب اس کے آنسو اس کے چہرے پر جاری ہوں تو اگر ان میں سے ایک قطرہ آتش جہنم میں گر جائے تو اس کی حرارت اس طرح سے بجھ جائے گی کہ اس کی حرارت ہی باقی نہیں رہے گی۔

جس کا دل ہمارے لئے جلے تو جان دیتے وقت وہ اس قدر خوش ہو گا کہ جب وہ وہ حوض کوثر پر ہمارے پاس نہ آ جائے اس کے دل میں وہ خوشی باقی رہے گی۔ اس کی ہمارے لئے محبت کی وجہ سے حوض کوثر اس کے آنے پر خوش ہو گا اور اسے اس قدر انواع و اقسام کے کھانے فراہم کرے گا اور وہ یہ نہیں چاہے گا کہ وہ وہاں سے نکل کر کہیں اور جائے۔

امام صادق علیہ السلام کے اس فرمان کی وضاحت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس روایت میں گریہ کرنے، اشک بہانے اور آہ و بکاء اور جزع و بے تابی کرنے کے اہم آثار بیان فرمائے ہیں۔

جزع و بے تابی کے کیا معنی ہیں؟ اسے واضح کرنے کے لئے ہم مرحوم علامہ مجلسی کا قول نقل کرتے ہیں:

مرحوم علامہ مجلسی فرماتے ہیں: مرحوم شہید ثانی نے کتاب ''مسکّن الفؤاد'' میں روایت نقل کی ہے کہ جابر نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

سب سے زیادہ جزع و فریاد اور بے تابی یہ ہے کہ انسان واویلا کرنے کے ساتھ آہ و فریاد کرے، اپنے چہرے پر طمانچے مارے، سینہ زنی کرے، اپنے بال کھینچے، اور...[1]

قاموس میں ذکر ہوا ہے: «الصرخة» سے مراد بہت زیادہ فریاد کرنا ہے، اور «صراخ» بر وزن غراب، کے معنی صدا یا بہت شدید صدا کے ہیں اور کہا ہے کہ «أعوَلَ» یعنی بلند آواز سے گریہ اور فریاد کرنا، یہ معنی کے لحاظ سے «عوّلَ» کے مترادف ہے، اور اس کا اسم «العول و العوله و العویل» ہے اور انہوں نے کہا ہے: «اللطم» یعنی اپنے چہرے پر مارنا اور اپنے کھلے ہوئے ہاتھ سے سینے پر مارنا۔[2]

---

[1] ۔ مُسَكِّنُ الْفُؤَادِ. لِلشَّهِيدِ الثَّانِي عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْبَاقِرِ عليه السلام قَالَ: أَشَدُّ الْجَزَعِ الصُّرَاخُ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيلِ وَلَطْمُ الْوَجْهِ وَالصَّدْرِ وَجَزُّ الشَّعْرِ....

[2] ۔ في القاموس الصرخة الصيحة الشديدة وكغراب الصوت أو شديدة و قال أعول رفع صوته بالبكاء والصياح كعول والاسم العول والعولة والعويل وقال اللطم ضرب الخد وصفحة الجسد بالكف مفتوحة انتهى. بحار الأنوار: ٧٩/٨٩ .

اہل بیت علیہم السلام کے کلام میں چہرے پر مارنا اور سینہ زنی کرنا

جزع اور بے تابی کے بیان ہونے والے معنی کی بنیاد پر ہر وہ روایت جس میں جزع اور بے تابی کی فضیلت نقل ہوئی ہو، جیسے وہ روایت جسے مرحوم شہید ثانی نے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے اور اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے «کامل الزیارات» میں نقل ہونے والی روایت کہ جس میں امام صادق علیہ السلام نے راوی سے فرمایا کہ جو ہم اہل بیت علیہم السلام کی مصیبت پر جزع وفریاد کرتے ہیں... یہ روایت سینہ زنی اور چہرے پر مارنے کے جواز کی دلیل ہے۔

ایک اور اہم نکتہ جس پر ہمیں توجہ دینی چاہیے وہ یہ ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے جزع وفریاد، بے تابی، سر اور سینہ پیٹنے کو امام حسین علیہ السلام سے مخصوص قرار نہیں دیا، بلکہ اہل بیت علیہم السلام کی ہر فرد کے لئے جزع و بے تابی کو ذکر کیا ہے۔ آپ "مسمع" کی روایت میں فرماتے ہیں:

«اما انّك من الّذين يعدّون في أهل الجزع لنا»

آگاہ ہو جاؤ! یقیناً تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو ہم اہل بیت علیہم السلام کے لئے اہل جزع ہیں۔

اس روایت کی بنا پر سینہ زنی کرنا، چہرے پر مارنا اور ہر وہ چیز جس پر جزع و فغاں اور بے تابی صدق کرے وہ نہ صرف امام حسین علیہ السلام کے لئے بلکہ تمام اہل بیت علیہم السلام کے

لئے سزاوار اور پسندیدہ ہے۔

امام حسین علیہ السلام اور تمام اہل بیت علیہم السلام کے لئے عزاداری اور جزع و فغاں کی مختلف انواع واقسام ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے مرحوم شہید ثانی نے جو گذشتہ روایت نقل کی ہے، ہم اس میں سے دو انواع کو بیان کرنے کے بعد اس کی مختصر وضاحت کرتے ہیں:

۱- سینہ زنی

عزاداری کی ایک قسم جو شیعوں بالخصوص نوجوانوں میں بہت زیادہ رائج ہے، وہ سینہ زنی اور ماتم ہے۔

«عزاداری کی اس قسم میں عزادار ایک ساتھ مل کر ایک ہی انداز سے نوحہ خوانی کے ساتھ اپنے ہاتھ سینہ پر مارتے ہیں۔ سینہ زنی کرنے والوں کو «ماتمی» کہا جاتا ہے۔ نوحہ خوانی اور ماتم میں علاقائی ثقافت کو مد نظر رکھتے ہوئے ماتمی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ماتم کر سکتے ہیں۔

نوحہ خوانی میں نوحوں کا انداز مختلف ہونے سے ماتم میں ہاتھوں کو بلند کرنے، سینہ پر مارنے اور اس کی سرعت و تیزی وغیرہ میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کچھ علاقوں میں ماتم کرتے ہوئے مرد عزادار اپنی قمیض اتار دیتے ہیں۔اس عمل سے سینہ زنی میں زیادہ جوش وجذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کچھ موارد میں سینہ زنی کا مخصوص لباس سلائی کیا جاتا ہے جس میں ماتم کرنے کے لئے پوری قمیض کو اتارنے کے بجائے صرف سینہ کے کچھ حصے کو کھلا رکھا جاتا ہے۔

ماتم اور سینہ زنی کی کوئی خاص جگہ نہیں ہوتی بلکہ مسجد، امام بارگاہ، مخصوص مقامات اور لوگوں کے گھروں میں جہاں کہیں بھی مجلس عزا منعقد ہو، وہاں ماتم اور سینہ زنی کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ نوحہ خوانی کی اصطلاحات میں سینہ زنی کی رائج اقسام یہ ہیں:

* «واحد»: آہستہ انداز سے سینہ زنی کرنا۔اس میں ایک دفعہ ہاتھ سینہ پر مارنے کے بعد کچھ سیکنڈ کے بعد دوسرا ہاتھ مارا جاتا ہے۔

* «سنگین»: ماتم کی اس قسم میں متوسط سرعت کے ساتھ ماتم کیا جاتا ہے۔

* «شور»: ماتم کی اس قسم میں تیزی سے ماتم کیا جاتا ہے اور سینہ پر ایک ہاتھ مارنے کے بعد فوراً دوسرا ہاتھ سینہ پر مارا جاتا ہے۔

* «دو ضرب» ،«سہ ضرب» یا«چہار ضرب»: ماتم کی ان اقسام میں دو، تین یا چار مرتبہ ہاتھ تیزی سے سینہ پر مارا جاتا ہے اور ان کے درمیان فاصلہ بہت کم ہوتا ہے۔

ایک مکمل نوحہ خوانی اور ماتمی مجلس میں سینہ زنی کی ان تمام اقسام سے استفادہ کیا جاتا ہے اور عام طور سے سینہ زنی اور نوحہ خوانی کے مختلف انداز ہونے کی وجہ سے آغاز میں آہستہ ماتم کیا جاتا ہے اور پھر اختتام میں تیز ماتم کیا جاتا ہے.....۔

سینہ زنی کا اختتام تیز ماتم پر کیا جاتا ہے اور کبھی «ہرولہ» پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ بعض اوقات عزادار اور ماتمی باہمی نظم و ضبط اور ہماہنگی کے بغیر تیزی سے سر اور سینہ کا ماتم کرتے ہیں کہ جسے اصطلاح میں ہرولہ کہا جاتا ہے اور اس حالت میں گویا ایک محور کے گرد گھوما جاتا ہے اور ماتم کی اس قسم میں عزاداروں اور ماتمیوں کی حالت غیر ہو جاتی ہے اور ان کا خود پر

قابو نہیں رہتا۔»[1]

۲۔ لطم زنی

«لطم زنی» ؛ماتم کی یہ قسم عرب شیعوں میں رائج ہے جس میں عورتیں نوحہ پڑھتے ہوئے ایک ساتھ مشخص انداز سے سر اور چہرے پر ماتم کرتی ہیں۔ مقاتل کی بعض کتابوں منجملہ لہوف میں نقل ہوا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی بیبیاں عاشورا کے دن گریہ کرتے ہوئے اپنے چہرے پر ماتم کر رہی تھیں۔ زیارت ناحیۂ مقدّسہ میں بھی اس موضوع کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ اہلبیت علیہم السلام کی بیبیوں کا یہی عمل مذہبی آئین کے عنوان سے ''لطم زنی'' اور چہرے کے ماتم کی دلیل ہے ....۔

لطم زنی کے اختتامی مرحلہ کو «ہوسہ» کہا جاتا ہے، جس میں تیزی سے ماتم کیا جاتا ہے جو عزاداروں کی توانائی کے مطابق انجام پاتا ہے۔ اس صورت کے علاوہ مربعہ کے مرحلہ میں ماتم اور عزاداری کا اختتام ہو جاتا ہے۔

''ہوسہ'' کے مرحلہ میں پہلے مصائب کے چار بند پڑھے جاتے ہیں اور اس کے بعد نوحہ کے ایک بند پر تیز ماتم کیا جاتا ہے۔ عزادار بھی وہی بند پڑھتے ہوئے اپنے سر کا ماتم کرتے ہیں۔ عام طور سے یہ چار بند چار مرتبہ پڑھے جاتے ہیں۔ آخری بند میں امام حسین علیہ السلام کا نام ذکر ہوتا ہے، عزادار اسی حالت میں سر پر مارتے ہوئے اوپر کی طرف اچھلتے ہیں اور اس بند کو دہراتے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام پر سلام اور دعا کے ساتھ لطم زنی کا اختتام ہو جاتا ہے۔

---

[1] ۔فرہنگ سوگ شیعی:۲۹۶.

دور حاضر میں عراقی اعرابی شیعوں، ایران کے خوزستانی اعراب اور اسی طرح تہران میں اعراب مہاجرین میں مختلف انداز سے لطم زنی رائج ہے۔ لطم زنی اکثر اوقات عاشورا کی عزاداری اور کبھی دوسرے معصومین علیہم السلام کی شہادت کے ایّام میں کی جاتی ہے۔[1]

عزاداری کی مختلف اقسام میں ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ

ہم نے «سینہ زنی» اور «لطم زنی» کے بارے میں جو کچھ بھی عرض کیا ہے، وہ ایک بہت ہی اہم، انتہائی ضروری اور مؤثر بات ذکر کرنے کا بہانہ ہے کہ جس پر غور و فکر کرنے اور عزاداری کی مختلف اقسام میں اس پر عمل کرنے سے انسان کی زندگی اور اعتقادات میں تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔

مجالس عزا اور ماتمی جلوسوں میں شرکت کرنے والے افراد کو چاہئے کہ وہ حقیقت عزاداری کو درک کریں اور اسی حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا اور امام حسین علیہ السلام کے اہل حرم کے مصائب پر اپنے بالوں کو پریشان کرنے، عزاداری کرنے اور یا حسین، یا حسین کہنے والی خواتین کو بھی چاہئے کہ وہ اس نکتہ پر توجہ کریں:

جو چیزیں دعاؤں اور توسلات میں بہت اہم کردار کی حامل ہیں، ان میں سے ایک انقطاع کی حالت ہے۔ یعنی دعا کے وقت انسان کی یہ حالت ہو کہ اس کی امید تمام ظاہری وسائل سے منقطع ہو جائے اور اسے اس بات کا یقین ہو کہ خداوند کریم ہر چیز پر قادر ہے اور وہ تمام مشکلات اور پریشانیوں کو دور کر سکتا ہے۔ اگر دعا کرنے والے کی یہ حالت ہو اور وہ صرف

1۔ فرہنگ سوگ شیعی: ۴۲۳.

زبان کی حد تک ہی نہیں بلکہ اپنے پورے وجود سے خدا کی طرف متوجہ ہو تو اس کی دعا موئثر واقع ہو گی۔ اگرچہ اضطرار و انقطاع کی حالت میں دعا کے آداب و شرائط (جیسے طہارت اور تقویٰ) نہ ہوں، لیکن اس کے باوجود یہ بہت زیادہ موئثر ہے اور بہت سے افراد نے تمام ظاہری وسائل سے امید منقطع ہو جانے اور انقطاع کی حالت کے ساتھ دعا کی تو خدا نے ان کی حاجت پوری فرمائی۔

***

عزاداری میں بھی اسی سے مشابہ حالت پیدا ہوتی ہے جس کی طرف عزاداروں کو توجہ کرنی چاہیئے۔

عزاداری کی مختلف اقسام جیسے سینہ زنی اور لطم زنی وغیرہ میں سب سے اہم حالت "انقطاع کی حالت" ہے۔ یہ مجالس عزا میں سب سے بہترین حالت ہے۔ عزاداروں کو گریہ، ماتم، سینہ زنی اور لطم زنی میں اس حالت کو نہیں کھونا چاہیئے۔

جب مجالس عزا میں گریہ بپا ہو اور ظاہری وسائل کا اس میں کوئی عمل دخل نہ ہو تو اس وقت ان مجالس عزا پر خدا کی خاص عنایت اور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی خاص توجہ ہوتی ہے۔

جب عزادار اپنے پورے وجود سے گریہ کرتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کی یاد میں روتے ہیں اور سوز و گداز کے ساتھ چہرے اور سینہ پر ماتم کرتے ہوئے یا حسین، یا حسین، یا عباس، یا عباس کہتے ہیں، اس حالت کے دوران عزاداروں کی توجہ تمام امور سے منقطع ہو

جاتی ہے اور ان کے ہوش و حواس صرف امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی طرف متوجہ اور متمرکز ہوتے ہیں۔

اس حالت میں عزاداروں کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ خدا کی بارگاہ میں منتقم خون حسین (علیہ السلام)، یوسف زہرا (علیہا السلام) امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ظہور کی دعا ہی ان کی سب سے اہم دلی دعا ہو۔

امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا کے انعقاد میں ذوق و شوق

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو کئی صدیاں گزر چکی ہیں لیکن اس کے باوجود اہل بیت علیہم السلام سے امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے انعقاد کے بارے میں وارد ہونے والی روایات اور اسی طرح ان بزرگ ہستیوں سے عزاداری کی فضیلت کے بارے میں نقل ہونے والی روایات کی بنیاد پر ہر سال محرم الحرام کے آتے ہی پوری دنیا میں لوگ بڑے ذوق و شوق سے مجالس عزا کا منعقد کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا میں صرف دنیا بھر کے شیعہ ہی شریک نہیں ہوتے بلکہ بہت سے اہل سنت اور دوسرے ادیان و مذاہب کے پیروکار بھی اس مجالس میں شرکت کرتے ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

ان مجالس میں رونما ہونے والے معجزات اور ان میں پوری ہونے والی حاجتوں کی وجہ سے ان مجالس کے سلسلہ میں دنیا بھر کے لوگوں کی دلچسپی اور عقیدت میں اضافہ ہوا ہے اور لوگ ہر سال ان مجالس میں اور زیادہ شوق سے شرکت کرتے ہیں۔

ایران، عراق، پاکستان اور دیگر ممالک میں شائع ہونے والی کتابوں اور رسالوں میں اس بارے میں دلچسپ اور موثر گفتگو کی گئی ہے، جس سے لوگ ان مجالس میں مزید عقیدت، احترام اور پرجوش انداز سے شریک ہوتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ، آپ کی عظمت اور واقعہ کربلا کی اہمیت سے آگاہ ہونے کی وجہ سے مجالس و محافل حسینی میں لوگوں کی شرکت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا میں شریک ہو کر مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بہت ہی اہم روایت پر عمل کرتے ہیں کہ جسے شیعہ اور اہل سنت کے مشہور علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«إنّي تَارِكٌ فِيكُم الثَّقْلَين كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي».[1]

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں؛ کتاب خدا (قرآن) اور میری عترت (اہل بیت علیہم السلام)۔

جو لوگ خود کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور آپ کی سنت اور احکامات کے پیرو کار سمجھتے ہوں، کیا وہ مسلمان علماء کے نزدیک اس متفقہ حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سبط پیغمبر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے غافل رہ سکتے ہیں؟ اور کیا ایسا ممکن ہے کہ وہ آپ کی شہادت کی وجہ سے عزادار نہ ہوں؟!

اس نکتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اپنے زمانے کے لئے ہی

[1]۔ بحار الانوار: ۲/۱۰۰.

پیغمبر نہیں تھے ، بلکہ آپ تمام زمانوں اور تمام صدیوں کے لئے خدا کے پیغمبر ہیں ، اگرچہ آنحضرت کا ظاہری خطاب صرف اس زمانے کے لوگوں کے لئے تھا، لیکن اس سے تمام زمانوں اور تمام صدیوں کے لوگ مراد ہیں۔

اس بناپر ہمیں خدا کی کتاب اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کا احترام کرنا چاہئے اور ان کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

یہ واضح سی بات ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ایک طرح سے اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبہ کی تجلیل و تکریم اور عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی اور برائت کا اظہار ہے۔

سرور شہیداں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر دل و جان سے غمزدہ ہونے ، آپ کے مصائب پر گریہ کرنے اور آنسو بہانے سے دین کے دشمنوں کے خلاف ہماری قوت میں اضافہ ہوتا ہے ، اور یہ عزاداری ہمیں ولی دوراں امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے پرچم کے زیر سایہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے کے لئے تیار کرتی ہے۔

شیعوں اور اہل سنت کے بزرگ علماء نے اپنی کتابوں میں ایک اور اہم روایت بھی نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهليّة“. [1]

[1]۔ معجم احادیث الامام المہدی علیہ السلام: ۳/۴۹۵۔

جو شخص اپنے زمانے کے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے تو

وہ جاہلیت کی موت مرا۔

ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ اس زمانے میں ہمارے امام حضرت مہدی حجت بن الحسن العسکری عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں، جن کا اسم گرامی بہت سی روایات میں بیان ہوا ہے، جنہیں شیعہ اور اہل سنت علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

ہم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور آپ کے مصائب پر آنسو بہا کر نہ صرف آپ کی عظمت اور مقام و مرتبہ کی تجلیل و تکریم کرتے ہیں، بلکہ خود کو منتقم آل محمد حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے زیر پرچم امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے اور خود کو قربان کرنے کے لئے بھی تیار کرتے ہیں۔

یوسف زہراء حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی آفاقی حکومت کے زمانے میں دین کے دشمنوں سے انتقام لیا جائے گا اور دنیا عدل و انصاف سے سرشار ہو جائے گی۔ اس زمانے میں انسان ارتقاء اور تکامل کی اوج پر پہنچ جائے گا اور اس کی تمام عظیم توانائیاں آشکار ہو جائیں گی۔ ہم جلد ہی اس پر شکوہ دن کے آنے کی امید کرتے ہیں۔

***

ہمارے مذکورہ بیان کی رو سے دنیا بھر کے شیعہ امام حسین علیہ السلام کے لئے عزاداری کرتے ہیں اور کبھی دوسرے ادیان و مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد بھی ان مجالس عزا میں شرکت کرتے ہیں۔

لوگوں نے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا کے جن عجیب اثرات اور معجزات کا خود مشاہدہ کیا ہے،اس قدر زیادہ ہیں کہ کبھی دوسرے ادیان کے پیروکار، جیسے ہندو اور زرتشتی وغیرہ بذات خود امام حسین علیہ السلام کی مجالس اور عزاداری کا انعقاد کرتے ہیں اور ان میں شریک ہوتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے لئے تمام مخلوقات کی عزاداری

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر معصومین علیہم السلام خدا کی تمام مخلوقات پر خدا کی حجت ہیں، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت صرف انسانوں پر ہی اثرانداز نہیں ہوئی بلکہ دوسری تمام مخلوقات پر بھی اس کے بہت آثار مرتب ہوئے ہیں ، ان آثار میں سے ایک یہ ہے کہ تمام مخلوقات اور موجودات نے آپ پر گریہ کیا ہے۔

اہل بیت علیہم السلام کے فرامین میں ایسی روایات موجود ہیں، جن میں اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ منجملہ کتاب شریف «کامل الزیارات» میں مفضّل اور امام صادق علیہ السلام کے کچھ دوسرے اصحاب نے حضرت سے نقل کیا ہے کہ :

«سمعنا ابا عبد الله علیه السلام یقول: ان ابا
عبد الله الحسین بن علي علیهما السلام لمّا مضی
بكت علیه السّموات السّبع والأرضون السّبع وما

فيهنّ وما بينهنّ ومن ينقلب عليهنّ، والجنّة والنّار، وما خلق ربّنا وما يرى وما لا يرى».

ہم نے امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جب حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے تو ساتوں آسمان اور زمین کے ساتوں طبقات، ان میں اور ان کے درمیان پائی جانے والی تمام اشیاء، تمام موجودات و مخلوقات، ان پر رہنے والے حیوانات، جنت و جہنم، پروردگار عالم کی تمام مخلوقات اور تمام مرئی اور نامرئی موجودات نے آپ پر گریہ کیا۔

یہاں یہ نکتہ ذکر کرنا لازم ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے کائنات کی تمام مرئی اور نامرئی موجودات کا گریہ کرنا صرف آپ کی شہادت سے ہی خاص نہیں ہے، بلکہ آپ کی شہادت سے پہلے اور بعد میں بھی انہوں نے آپ کے لئے عزاداری کی اور جس طرح صدیوں سے شیعہ آپ کی شہادت پر گریہ کر رہے ہیں اور آنسو بہا رہے ہیں، اسی طرح دوسری مرئی و نامرئی موجودات و مخلوقات بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے گریہ کر رہی ہیں اور وہ بھی ہم انسانوں کی طرح مجالس عزا کا انعقاد کرتی ہیں۔

کتابوں میں جنات کی عزاداری کے کئی واقعات بیان ہوئے کہ ہماری طرح وہ بھی سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے مجالس عزا منعقد کرتے ہیں۔

ملائکہ اور دوسری مخلوقات و موجودات بھی حضرت امام حسین علیہ السلام، شہدائے کربلا اور اسیران اہل حرم کے لئے گریہ کر رہے ہیں، ہم یہاں ایک بہت ہی اہم واقعہ ذکر کرتے ہیں، جو اس حقیقت پر بخوبی دلالت کرتا ہے:

ایک دلچسپ اور انتہائی اہم واقعہ

ایک گوشے میں ایک شخص زمین پر پڑا بھیک مانگ رہا تھا جس کی دونوں ٹانگیں اور دونوں بازو کٹے ہوئے تھے، نیز وہ بہت زیادہ موٹاپے کا شکار بھی تھا۔اسے دیکھ کر لوگوں پر رقّت طاری ہو رہی تھی اور وہ اس کے سامنے بچھائے گئے رومال پر بہت زیادہ پیسے ڈال رہے تھے۔میں ایک طرف کھڑا ہو کر انتظار کر رہا تھا کہ جب لوگوں کا رش کم ہو تو میں کچھ منٹ تک اس سے اس کی حالت کے بارے میں دریافت کروں۔

اس نے مجھے دیکھا اور عربی زبان میں مجھے آواز دی اور کہا: مجھے معلوم ہے کہ تم کیا سوچ رہے ہو، تم میری زندگی کے حالات کے بارے میں جاننا چاہتے ہو لیکن میں کسی سے بھی اپنے حالات بیان نہیں کرتا، چاہئے وہ کتنا ہی اصرار کیوں نہ کرے، لیکن نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم سے اپنا واقعہ نقل کروں۔اس دوران ایک شخص نے ہمیں باتیں کرتے ہوئے دیکھا اور وہ قدرتی طور پر سمجھ گیا کہ ہم اس گداگر سے اس کی ٹانگوں اور بازؤں کے کٹ جانے کے واقعے کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، وہ ہماری باتیں سننے کے لئے ہمارے قریب آگیا۔اس گداگر نے کہا کہ ہم یہاں بات نہیں کر سکتے چونکہ یہاں لوگ جمع ہو جاتے ہیں، چلو ہم ایک ساتھ گھر چلتے ہیں تاکہ میں وہاں تم سے یہ واقعہ بیان کر سکوں۔

میں نے دو وجوہات کی بنا پر اس کی یہ پیشکش قبول کی :

ا۔ چونکہ وہ صحیح کہہ رہا تھا اور سڑک کے کنارے اس سے بات کرنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ وہاں لوگ جمع ہو جاتے تھے۔

۲۔ نیز میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیسے گھر جاتا ہے، کیونکہ اس کے نہ تو پاؤں تھے اور نہ ہی ہاتھ، اس لئے میں نے اس کے ساتھ گھر جانے کے لئے ہاں کہہ دی، لیکن میں نے اس سے کہا:

اب اس وقت یہاں پر بہت زیادہ زائرین آئے ہوئے ہیں، اگر تم یہاں سے چلے گئے تو مؤمنین کی نیکی واحسان تمہارے ہاتھ سے چلا جائے گا۔

اس نے کہا: نہیں! میں ہر روز لوگوں سے اپنے، اپنے بیوی بچوں اور اپنے خادم کی ضروریات اور اخراجات سے زیادہ پیسے نہیں لیتا، اور جب اس مقدار میں پیسے جمع ہو جاتے ہیں تو میں گھر جا کر آرام کرتا ہوں۔

میں نے کہا: کیا آج تمہیں اتنی رقم مل گئی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں!

میں نے کہا: ابھی تو دن کا آغاز ہوا ہے؟

اس نے کہا: ہر دن صبح کے وقت دو گھنٹوں میں اتنے پیسے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

میں نے کہا: کیا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ آپ کے روزمرہ کے کتنے اخراجات ہیں، اور آپ کو کتنے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے؟

اس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا: براہ کرم مجھ سے ناقابل بیان رازوں کے بارے میں مت پوچھیں، اور دوسری طرف ممکن ہے کہ آپ سے اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے اس کے ضمن میں مجھے مجبوراً یہ بھی بتانا پڑے۔

میں نے کہا: اگرآپ چاہیں تو میں آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں۔ پہلے تو اس نے بڑی تیزی سے اپنے مخصوص طریقہ سے خود کو پیسوں کے رومال پر گرا دیا اور بڑے ماہرانہ انداز سے پیسے اکٹھے کر کے اپنی قمیض کی جیب میں ڈال دیئے۔ اس کا یہ عمل بھی اس قدر حیرت انگیز تھا کہ میرے لئے اس کے گھر جانے کا مسئلہ حل ہو گیا تھا، لیکن اس کی ماہرانہ حرکات دیکھنے والی تھیں، وہ بیٹھے ہوئے زمین پر اپنے مقعد کو اس طرح سے ہلا رہا تھا اور اتنی تیزی سے چل رہا تھا کہ کبھی میں بھی اس سے پیچھے رہ جاتا تھا۔ البتہ ایک قوی ہیکل نوجوان اس کا خیال رکھ رہا تھا، جس کے بارے میں بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کا نوکر ہے۔ اگر وہ تھک جاتا تو وہ اٹھانے کے لئے تیار رہتا تھا، لیکن اس کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی، کیونکہ قریب ہی ایک بڑی شیورلیٹ کار تیار کھڑی تھی، اس کے نوکر نے اسے اٹھا کر اسے کار کی پچھلی نشست پر دائیں جانب بٹھا دیا، اس نے مجھ سے کہا کہ آپ بائیں طرف سے گاڑی میں بیٹھ جائیں۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ مدینہ واپس چلے جائیں، میں ایک یا دو گھنٹے تک آپ لوگوں کے پاس آجاؤں گا۔ میں اس شخص کی گاڑی میں بیٹھ کر مدینہ چلا گیا۔ اس کا گھر بہت بڑا تھا، اس کی بیوی اور بچے بہت ہی باادب تھے، سب اس کا بہت خیال رکھتے تھے اور اس

کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔

گھر میں داخل ہونے کے بعد اس کی بیوی نے سب سے پہلے اس کے کپڑے تبدیل کئے، اور اسے صاف ستھرے کپڑے پہنائے، پھر اسے اٹھا کر مہمان خانے میں لے گئے، اور انہوں نے مجھے بھی وہاں جانے کے لئے کہا۔

اس کمرے میں ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے اور وہ فانوس سے مزیّن تھا۔ جب میں وہاں بیٹھ گیا تو اس نے اپنے واقعہ کا آغاز کچھ اس طرح سے کیا۔

ایک بہت ہی عجیب واقعہ کا آغاز !

بیس سال پہلے تک میرے ہاتھ اور پاؤں سلامت تھے، اور اسی عورت سے تازہ شادی کرنے کے بعد اسی گھر میں زندگی بسر گزار رہا تھا۔ آدھی رات کے وقت گھر کے دروازے پر کسی عورت کے چیخنے چلانے کی آواز آئی، اس کی آواز سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ کوئی اسے قتل کرنے کے ارادے سے مار رہا ہے، میں کپڑے پہن کر گھر کے دروازے کی طرف بھاگا، میں نے دیکھا کہ وہ عورت زمین پر گری ہوئی ہے اور اس کے شگافتہ سر سے خون بہہ رہا ہے اور تین جوان لڑکے اسے مار رہے ہیں، جو مجھے دیکھ کر وہاں سے بھاگ گئے، میں تاریکی کی وجہ سے انہیں پہچان نہیں پایا کہ وہ کون تھے، میں نے اس عورت کو ہسپتال پہنچا دیا کہ شاید میں اسے موت سے نجات دے سکوں، لیکن جب سے وہ زمین پر گری تھی، وہ اسی وقت سے ہی بیہوش تھی۔ میں نے گاڑی کی روشنی میں اسے پہچانے کی کوشش کی لیکن میں اسے پہچان نہ پایا، بہر حال میرے لئے یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں تھا کیونکہ میں نے انسان دوستی کی بنا پر یہ کام

انجام دیا تھا، لہٰذا میرے لئے اسے پہچاننا اہم نہیں تھا۔ میں نے اسے ہسپتال پہنچا دیا۔ ہسپتال کے عملے نے مجھ سے معمول کے مطابق پوچھ گچھ کی ، میں نے ان سے سارا ماجرا بیان کیا ، انہوں نے اسے قلمبند کر لیا اور اس رپورٹ میں انہوں نے میرے گھر کا پتہ بھی لکھ لیا اور میں ہسپتال سے باہر آگیا۔

جب میں گھر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہے ، اور گھر میں موجود میری جوان بیوی کی کوئی خبر نہیں ہے ، لیکن اس کا ایک جوتا وہاں پڑا ہوا ہے۔ میں فوراً گاڑی میں سوار ہوا اور پولیس کے پاس جا کر سارا واقعہ بیان کیا ، وہ مجھے پولیس اسٹیشن لے کر گیا اور وہاں اس نے اجازت لی تا کہ اسلحہ لے کر میرے ساتھ آئے۔ ہم دونوں گاڑی میں سوار ہوئے اور ہم آدھی رات کے وقت گلی کوچوں میں گھوم رہے تھے۔

میں بے قراری کے عالم میں رو رہا تھا اور اپنی بلند آواز سے بیوی کو نام سے پکار رہا تھا ، یہاں تک کہ میں نے ایک بند گلی میں اپنی بیوی کے رونے اور آہ وفریاد کرنے کی آواز سنی ، جو مجھے مدد کے لئے پکار رہی تھی۔

میں نے فوراً گاڑی کھڑی کی اور دیکھا کہ وہ زمین پر پڑی ہوئی ہے ، جب کہ اس کے سر اور چہرے سے خون نکل رہا ہے ، میں نے اسے اٹھا کر گاڑی میں بٹھایا ، اس پولیس والے نے بھی میری مدد کی تا کہ ہم اسے ہسپتال پہنچا سکیں ، راستے میں اچانک زور سے ایک بڑا سا پتھر میری گاڑی کے شیشے پر لگا اور میری گاڑی کا شیشہ ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔

میں نے دوبارہ گاڑی کھڑی کی اور یہ دیکھنے کے لئے گاڑی سے باہر نکلا کہ کس نے پتھر

مارا ہے، دوسرا پتھر میرے سر پر لگا جس کی وجہ سے میں بھی زمین پر گر گیا۔

وہ پولیس والا بھی بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا، اس نے پاؤں گاڑی سے باہر نکالا، لیکن وہ گاڑی سے اترنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا، وہ اسلحہ نکال کر ارد گرد فائرنگ کر رہا تھا۔

فائرنگ کی آواز سن کر لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور سڑک پر لوگوں کا ہجوم ہو گیا، کسی نے آواز دی کہ فی الحال زخمیوں کو ہسپتال پہنچائیں اور بعد میں دیکھیں کہ یہ کس کا کام ہے۔

اسی جگہ کا ایک شخص گاڑی میں آ کر بیٹھا اور اس نے پولیس والے سے کہا کہ آپ تحقیق کریں کہ کیا آپ حملہ آور کو تلاش کر سکتے ہیں یا نہیں؟ درحقیقت پولیس والا وہاں رکنے سے ڈر رہا تھا، لہٰذا اس نے بہانہ بنایا کہ ممکن ہے دشمن ان کا پیچھا کر رہا ہو، اس لئے مجھے ہسپتال تک ان کی حفاظت کے لئے آنا چاہیئے۔ بالآخر انہوں نے مجھے اور میری بیوی کو گاڑی کی پچھلی نشستوں پر بٹھا دیا اور وہ دونوں گاڑی میں اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے اور انہوں نے ہم دونوں کو ہسپتال پہنچا دیا۔

میرے زخم کچھ زیادہ گہرے نہیں تھے، اس لئے مجھے چند ٹانکوں سے زیادہ کی ضرورت نہیں تھی، لیکن میری بیوی کے زخم کافی گہرے تھے اور اسے آپریشن کی ضرورت تھی اور اس کے علاوہ مار پیٹ کی وجہ سے اس کے جسم پر چوٹوں کے نشان تھے اور اسے بہت زیادہ آرام کی ضرورت تھی۔

ہسپتال کا سربراہ کاغذ اور قلم تھامے میرے پاس رپورٹ لکھنے کے لئے آیا اور مجھ سے

میرا نام پوچھا۔ جب میں نے جواب دیا تو اس نے کہا: کیا آپ وہی شخص ہیں جو دو گھنٹے پہلے زخمی خاتون کو یہاں لائے تھے؟

میں نے کہا: جی ہاں!

اس نے کہا: معاف کیجئے گا، میں نے آپ کو پہچانا نہیں، کیونکہ آپ کا سر اور چہرہ خون آلود تھا، اس لئے آپ کا چہرہ واضح نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو پہچان نہیں سکا۔ میں نے ہسپتال کے سر براہ سے پوچھا کہ اب وہ عورت کیسی ہے؟

اس نے کہا: اگر آپ اس سے ملنا چاہتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔

میں نے کہا: شکریہ اور ہم اس کے ساتھ گئے۔ جب عورت کے شوہر نے مجھے دیکھا تو اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہا: اگر آپ اسے یہاں لے کر نہ آتے تو جیسا کہ ہسپتال کے ڈاکٹروں نے کہا ہے، میری بیوی مر چکی ہوتی۔ میں نے پہلے اپنی کہانی ہسپتال کے سر براہ اور اس عورت کے شوہر سے بیان کی۔ پھر میں نے اس خاتون کے شوہر سے کہا کہ تمہاری بیوی کا کیا حال ہے، جسے ان تینوں مردوں نے اتنی بری طرح مارا پیٹا ہے، اور پھر اس کی مدد کرنے کی وجہ سے مجھے بھی اسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

اس خاتون کے شوہر نے کہا کہ میں آج رات دیر سے گھر آیا تھا اور جب میں گھر میں داخل ہوا تو مجھے گھر میں میری بیوی دکھائی نہیں دی، اور مجھے اس بارے میں کوئی خبر نہیں ہے، یہاں تک کہ آدھا گھنٹہ پہلے اس شخص (ڈاکٹر) نے ہمارے گھر فون کیا اور مجھے یہاں آنے کے لئے کہا، اور اب بھی میری بیوی کی ایسی حالت نہیں ہے کہ وہ مجھ سے اپنا واقعہ بیان کر

سکے۔

یہاں تک کہ یہ واقعہ لوگوں کے لئے کافی پیچیدہ ہو گیا تھا، اور صرف میری بیوی اور اس عورت کو ہی اس واقعہ کا علم تھا، لیکن بد قسمتی سے ان دونوں کی ایسی حالت نہیں تھی کہ وہ ہمیں اس واقعہ کے بارے میں کچھ بتا سکیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر کا یہ کہنا تھا کہ ان کے دماغ پر چوٹ آنے کی وجہ سے انہیں آرام کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور اس واقعہ کے بارے میں ان سے جتنی دیر سے بات کی جائے بہتر ہے۔

باالآخر وہ رات بھی گزر گئی اور اس واقعہ پر پوری طرح ابہام کے بادل چھائے رہے۔ اگلی صبح میری بیوی کی حالت کسی حد تک ٹھیک تھی، لہٰذا میں نے اس سے پوچھا کہ کل رات میرے جانے کے بعد کیا ہوا تھا کہ جو تم زخمی حالت میں اس بند گلی میں گری پڑی تھی۔

اس نے کہا کہ جب آپ اس خاتون کو ہسپتال لے گئے، میں ابھی دروازے پر کھڑی تھی کہ اچانک سے تین نقاب پوش جوان نمودار ہوئے، ان میں سے ایک نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تاکہ میں چیخ نہ پاؤں، لیکن میں خود کو اس سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی کہ ان میں سے ایک نے کسی چیز سے میرے سر پر زوردار وار کیا، جس کی شدت سے مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی اور میں بیہوش ہو گئی۔ جب مجھے کچھ ہوش آیا تو آپ نے مجھے اس گلی میں پایا اور آپ مجھے ہسپتال لے آئے۔

اب بھی اس واقعہ سے ابہام کے بادل نہیں چھٹے تھے۔ اس عورت کے شوہر نے بھی جب اپنی بیوی سے پوچھا کہ تم کیسے زخمی ہو کر اس گلی میں پڑی ہوئی تھی تو اس نے کہا:

کسی نے دروازے کی گھنٹی بجائی، میں نے سوچا کہ آپ آئے ہوں گے ، لہٰذا میں نے دروازہ کھولا۔اچانک مجھ پر تین نقاب پوش افراد نے حملہ کیا۔انہوں نے پہلے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور پھر مجھے گلی میں لے گئے۔مجھے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔اس کا ہاتھ میرے منہ سے ہٹا تو میں نے چیخ و پکار شروع کر دی تو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کسی چیز سے میرے سر پر مارا، میں بیہوش ہو گئی اور اب مجھے ہسپتال میں ہوش آیا ہے۔

اسی دوران ہسپتال کا سربراہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا: کیا آپ کو پتہ چلا کہ کل رات کیا ہوا تھا؟

میں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: آپ کے واقعہ کے بعد مزید پانچ خواتین کو اسی طرح زخمی کیا گیا ہے اور انہیں بھی اسی ہسپتال میں لایا گیا ہے اور ہم نے پولیس کو ان واقعات سے آگاہ کر دیا ہے اور اب پولیس کا سربراہ جرائم کے علل و اسباب جانے کے ماہرین کے ساتھ ان واقعات کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جب ان زخمی عورتوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے یہ ساتھ یہ واقعہ کیسے پیش آیا تو ان سب نے ایک ہی بات بتائی کہ جو آپ کی بیوی نے آپ سے ذکر کی ہے۔

بالآخر ان ساتوں زخمی عورتوں کے شوہر ایک ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ گئے لیکن تمام تر سوچ و بچار کے بعد یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہمیں کیوں اس آفت کا سامنا کرنا پڑا؟

ان میں سے ایک نے کہا کہ کچھ وجوہات کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ جنّات کا کام

ہے۔ دوسرے سب افراد ہنسنے لگے اور انہوں نے کہا: جنّات کو ہم سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے کہ ہم سات افراد کا ہی انتخاب کریں؟

میں نے کہا: آپ اپنی وجوہات بیان کریں تا کہ ہم ان سے استفاد کریں!

اس نے کہا: دیکھیں! ایک ہی طرح کا واقعہ، ایک ہی طریقے سے حملہ، کسی کو قتل نہ کرنا، سب کا بیہوش ہو جانا، اور اتنی جلدی سے سب کا ٹھیک ہو جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ انسان کا کام نہیں تھا۔

میں نے کہا: یہ کوئی دلیل نہیں بنتی، کیونکہ اوّلاً یہ سب ایک طرح کے واقعات نہیں ہیں، بلکہ میں ان میں تھوڑا فرق بھی ہے۔ ثانیاً یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ جنّات کا عمل ایک ہی طرح کا ہوتا ہے اور انسان کا عمل منظّم نہیں ہوتا، اور دوسری طرف سے انہیں ہماری عورتوں سے کیا دشمنی ہے جو وہ ہماری عورتوں کے کے ساتھ ایسا سلوک کریں! ایک نے کہا؛ میں یہ چاہتا ہے کہ میں اور میری بیوی جلد از جلد اس سے باہر آئیں۔ ان عورتوں میں سے دو کے شوہر بری طرح ڈر چکے تھے کہ جن میں سے ایک کی بیوی کو میں ہسپتال لایا تھا، انہوں نے بھی اس شخص کی موافقت کی۔ لیکن میں نے کہا: پولیس کی مدد سے اس سے چھٹکارا پانا چاہئے اور ان تین مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہئے۔ اگر آپ بھی میری بات سے اتفاق کریں تو بہتر ہے تا کہ جلد از جلد نتیجہ تک پہنچ سکیں۔ لیکن ان میں سے اکثر ایسا کرنے سے ہچکچا رہے تھے، اور انہیں ایسا کرنے کا حق حاصل تھا، کیونکہ انہوں نے یہ دیکھا تھا کہ ایک زخمی کو ہسپتال پہنچانے کی وجہ سے انہوں نے میرے ساتھ کیا کیا، میری گاڑی کا شیشہ توڑ

دیا، مجھے زخمی کر دیا، اس لئے ممکن تھا کہ اگر وہ بھی اس کام میں دخل اندازی کرتے تو وہ انہیں بھی نقصان پہنچاتے، لیکن میں نے اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے کوشاں رہااور رات کو دس بجے پولیس اسٹیشن سے اسلحہ لے کر انہی گلیوں میں گشت کر رہا تھا لیکن مجھے اس بارے میں کوئی شواہد نہیں ملے، بالآخر میں مأیوس ہونے والا تھا کہ مجھے خیال آیا، اس موضوع کے بارے میں یونیورسٹی میں نفسیات کے استاد پروفیسر شیخ عبدالمجید سے مشورہ کروں۔ اگلے دن میں ان کے پاس گیا اور ان سے یہ سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: کیا زخمیوں کے ساتھ میری ملاقات ہو سکتی ہے؟

میں نے کہا: میں اس ملاقات کا انتظام کرتا ہوں۔ ایک دو دن کے بعد میں نے ان خواتین کے شوہروں کو مدعو کیا کہ جن کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ وہ سب اپنی بیویوں کے ساتھ میرے گھر میں اسی کمرے میں جمع ہوئے تاکہ استاد ان سے سوالات پوچھ سکے۔ وہ سب اسی کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اس سے پہلے تک میں یونیورسٹی کے استاد کے بارے میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ معنوی اور روحانی علوم میں کس حد تک مہارت رکھتے ہیں۔ جن کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا اور جن کا گھر مدینہ کے قریب تھا، انہوں نے ترتیب سے ان سے کچھ سوالات پوچھے اور اتفاق سے ان میں سب سے آخر میں میری بیوی تھی۔ ان کا سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ آپ سب مجھے یہ بتائیں کہ جس دن یہ واقعہ پیش آیا، اس دن صبح سے واقعہ پیش آنے تک آپ سب نے کیا کیا تھا؟ ان سب نے انہیں اس بارے میں بتایا، وہ خواتین کی بتائی گئی باتوں کو لکھ رہے تھے۔ ان

کا دوسرا سوال یہ تھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ یہ واقعہ کیسے پیش آیا اور اس میں کتنے افراد شامل تھے؟ ان میں سے ہر ایک نے انہیں کچھ خصوصیات بتائیں اور یونیورسٹی کے استاد نے ان کی سب روداد بھی قلمبند کر لی۔ ان کا تیسرا سوال یہ تھا کہ اس واقعہ کے بعد تم لوگوں کی حالت میں کیا تبدیلی آئی ہے؟

ان میں سے ہر ایک نے اپنی حالت کے بارے میں بتایا اور انہوں نے پھر سب کچھ لکھنے کے بعد کہا: میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے، میں اس کا تین دن تک مطالعہ کرنے کے بعد آپ لوگوں کو اس کا نتیجہ بتاؤں گا۔ مجھے نتیجہ تک پہنچنے کی جلدی تھی اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ معاملہ اتنا طولانی ہو۔ میں نے استاد سے کہا: اس طرح تو وہ لوگ بھاگ جائیں گے اور ممکن ہے کہ زیادہ دیر ہو جانے کی وجہ سے ہم انہیں گرفتار نہ کر سکیں۔

استاد نے مجھ سے کہا: تم لوگ اب بھی انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو گے، اور اگر اس سے زیادہ ان کا پیچھا کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہیں بھی کسی ایسے حادثے کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو ناقابل تلافی ہو!

میں نے کہا: پھر آپ کے تین دن تک کے مطالعہ کا کیا فائدہ ہے؟ انہوں نے کہا: پہلی بات تو یہ کہ علمی لحاظ سے اس کی بہت اہمیت ہے۔ دوسری بات یہ کہ احتمالاً آپ نے کوئی ایسا کام کیا ہے کہ ارواح خبیثہ اور جنات جس کے مخالف ہیں، جس کی وجہ سے انہوں نے آپ لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے اور اگر آپ اسے جاری رکھیں گے تو آپ کو مزید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

میں اس وقت ان کی باتوں کو خرافات سمجھ رہا تھا، لہٰذا ان کی باتوں کو ہنس کر تمسخرانہ انداز سے ٹال دیا اور کہا: میں تو اپنے خون کے آخری قطرے تک اس بارے میں تحقیق کروں گا، کیونکہ میں نے خود ان تین لڑکوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا ہے، اس لئے میں یہ احتمال بھی نہیں دوں گا کہ وہ جنّات یا اس طرح کی کوئی اور مخلوق ہیں۔

استاد نے کہا: پھر جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے؟ لیکن میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ اس کام کے پیچھے مت بھاگو، ورنہ وہ تمہیں پریشان کریں گے۔ جن دوستوں کی بیویوں کو اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا؛ ان سب نے متفقہ طور پر کہا: لیکن ہمارا یہ تقاضا ہے کہ آپ ہمیں اس کا جواب دیں، یہاں تک کہ ان میں سے بھی ایک دو افراد ان کی باتوں کی تائید کر رہے تھے کہ یہ جنّات کا کام ہو سکتا ہے۔

بہر حال اس دن وہ نشست اپنے اختتام کو پہنچی اور میں بھی یونیورسٹی کے استاد کو اس واقعے کے بارے میں تحقیق کی دعوت دینے کی وجہ سے پشیمان تھا، یہاں تک کہ تین دن گزر گئے۔

یونیورسٹی کے استاد نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا: میں ایک دوسری نشست میں تم لوگوں کو اپنے مطالعے کا نتیجہ بتانے کے لئے تیار ہوں، لیکن اس نشست میں وہ خواتین اور کوئی دوسرا اجنبی شخص نہ ہو۔

میں نے کہا: بہت خوب! ایک مرتبہ پھر ہمارے گھر میں یہ ملاقات ہوگی، لیکن چونکہ میری کچھ مصروفیات ہیں جن کی وجہ سے میں انہیں چند دنوں تک دعوت دوں گا تاکہ آپ

ان سے بات کر سکیں۔

انہوں نے کہا: دیر ہو جائے گی۔ اگر آپ آج ہی ملاقات کا اہتمام نہیں کریں گے تو میں خود ان سے رابطہ کر کے انہیں دعوت دوں گا اور ان سے یہ باتیں بیان کروں گا۔

میں نے کہا: میرے پاس وقت نہیں ہے، آپ خود یہ کام کر لیں۔ اگرچہ میرے پاس وقت تھا لیکن میں ان کی خرافات پر مبنی باتیں نہیں سننا چاہتا تھا۔

جب وہ مجھ سے جدا ہو کر جانے لگے تو انہوں نے آہ بھری اور مجھ سے کہا: اے نوجوان! تم اپنی نادانی اور ضد کی وجہ سے اپنے آپ کو لاچار کر رہے ہو۔ میں نے انہیں کوئی اہمیت نہ دی۔ انہوں نے بظاہر اسی دن اپنے گھر پر ملاقات کا اہتمام کیا، اور ایک دوست کے مطابق جس کی بیوی کو اس واقعے کا سامنا کرنا پڑا تھا، انہوں نے کہا کہ وہ اس واقعہ سے پہلے، اس واقعہ کے وقت اور اس واقعہ کے بعد ان خواتین کے کچھ حالات کو مشترک سمجھتے ہیں۔ اس واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے کے حالات یہ تھے:

واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے کے حالات

۱۔ ان سب نے اس واقعہ سے ایک دن پہلے اپنے گھر میں تفریح اور عیش و عشرت کے لئے یا پھر خرافاتی عقائد کی وجہ سے موسیقی کی محفل منعقد کی تھی، جس میں صبح سے رات تک ہنسی مذاق کرتی رہیں۔

۲۔ اس دن انہوں نے نماز اور اپنے عبادی اعمال انجام نہیں دیئے تھے، حتی کسی ایک کو بھی یہ یاد نہیں تھا کہ اس نے ایک مرتبہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھی ہو۔

۳- اس دن صبح کے وقت انہوں نے اپنے شوہروں سے نزدیکی کی اور رات میں واقعہ کے رونما ہونے تک انہوں نے غسل نہیں کیا تھا۔

۴- انہوں نے بہت ہی لذیذ کھانوں کا اہتمام کیا تھا، بہت زیادہ کھانے کی وجہ سے ان کے معدے مکمل طور پر سنگین ہو چکے تھے۔

۵- ان کے دروازے پر کچھ فقیر آئے تھے جن میں سے کچھ نے کہا تھا وہ سادات ہیں لیکن انہوں نے وسائل ہونے کے باوجود انہیں کوئی مثبت جواب نہیں دیا، بلکہ ان کی توہین بھی کی۔

٦- اس دن انہوں نے حتی "بسم اللہ" بھی نہیں پڑھی تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ شریک تھے، جس کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا یا ان میں سے کچھ چیزیں پیش آنے والے واقعہ کے لئے موثر تھیں اور یقینی طور پر یہ جنّات کا کام ہے۔

واقعہ پیش آنے کے وقت کے حالات

جب یہ واقعہ پیش آیا تو ان میں کچھ چیزیں مشترک تھیں:

۱- ان سب نے تین نقاب پوش جوانوں کو دیکھا، جنہوں نے ان پر حملہ کیا۔

۲- ان خواتین کے سر پر پہلے وار دہی سے وہ انہیں بے ہوش کر دیتے تھے اور پھر انہیں دور لے جا کر پھینک دیتے تھے۔

۳- اگرچہ ان کے سروں پر لگنے والی چوٹیں تقریباً گہری تھیں، لیکن انہیں کوئی جانی

نقصان نہیں پہنچا۔

۴۔ ان سب نے بتایا کہ جب وہ نوجوان ہمارے پاس آئے تو ان میں سے کسی نے کوئی بات نہیں کی اور ان میں سے کسی نے بھی ان نوجوانوں کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔

۵۔ ان سب نے یہ بتایا ہے کہ جب ان جوانوں نے انہیں چھوا اور انہیں اٹھایا تو ان کا ہاتھ اور بدن اس قدر لطیف تھا کہ ہمیں اپنے جسم پر کوئی دباؤ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

۶۔ اگرچہ وہ خواتین بھی جوان تھیں اور ان جوانوں کی طرف سے ان کے لئے سب سے زیادہ بے عفتی کا احتمال دیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود ان میں سے کسی نے عفت کے منافی کوئی کام انجام نہیں دیا۔

اس استاد کا یہ خیال تھا کہ ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو ارواح یا جنّات نے انجام دیا ہے جو ظاہری شکل میں آئے تھے۔

اس حادثے کے بعد ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات یہ تھے:

اس حادثے کے پیش آنے کے بعد کے حالات

۱۔ ان سب پر ضعف اور کمزوری کی عجیب کیفیت طاری تھی کہ جس کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ ان کا زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ان کی ایسی حالت ہے، لیکن قدرتی طور پر نوجوان خواتین کے لئے اس حادثے کے دس دن کے بعد بھی یہ کمزوری نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اس سے پہلے ہی ان کی کمزوری دور ہو جانی چاہیئے۔

۲۔ وہ عجیب و غریب حزن میں مبتلا تھیں اور ان دس دنوں کے دوران وہ ایک مرتبہ

بھی نہیں مسکرائیں تھیں۔

۳- وہ سوتے ہوئے چیختی تھیں اور کبھی بلا وجہ اچانک ہی نیند سے بیدار ہو جاتی تھیں۔

۴- ان پر خوف و وحشت کی عجیب و غریب کیفیت طاری تھی اور وہ کسی بھی آواز سے گھبرا جاتی تھیں۔

۵- ان کا رنگ بہت زیادہ زرد ہو گیا تھا اور روز بروز بدتر ہو رہا تھا، اس وجہ سے اس حادثے کا سامنا کرنے والی خواتین کے شوہر اس بات پر اصرار کر رہے تھے کہ اگر ممکن ہو اس واقعہ کی چھان بین کی جائے تا کہ ان کی بیویوں کی حالت ٹھیک ہو سکے۔

لیکن میں ان کی باتوں کو اتفاق تصور کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا: یہ سب خرافات ہے؛ کیونکہ جس کسی کو بھی کوئی دماغی چوٹ لگے تو اسے کمزوری محسوس ہوتی ہے، وہ نیند میں چیختا چلاتا ہے، اس کا رنگ بھی پیلا پڑ جاتا ہے، اور اس پر خوف و وحشت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اس لئے چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے اس تکلیف کی وجہ سے حزن کی کیفیت باقی رہے گی۔ اس لئے میں نے یہ محکم اور مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جب تک میں ان تین جوانوں کو تلاش نہ کر لوں، میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ ایک دن میں پولیس اسٹیشن گیا اور وہاں کے افسر سے الجھ پڑا کہ مدینہ منورہ میں بدامنی نہیں تھی، تم لوگ ان تین جوان حملہ آوروں کو اب تک کیوں گرفتار نہیں کر سکے تا کہ انہیں قرار واقع سزا دی جا سکے۔ پولیس افسر نے مجھ سے کہا: ہم انہیں ڈھونڈ رہے ہیں اور یہاں تک کہ ہم نے اخبارات وغیرہ میں بھی اعلان کیا کہ لوگ انہیں گرفتار کرنے کے سلسلہ میں ہماری مدد کریں لیکن اس کے باوجود ان کا کوئی سراغ نہیں

مل سکا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ یونیورسٹی کا وہ استاد جنّات کو تسخیر کرنے پر بھی قادر تھا۔ انہوں نے دوستوں سے کہا کہ میں نے اپنے جنّات کو حاضر کیا ہے اور ان سے اس بارے میں تحقیق کی ہے اور انہوں نے بتایا ہے کہ تین شیعہ جنّات نے یہ عمل انجام دیا ہے جو ہم سنیوں کے مخالف ہیں۔

امام حسین علیہ السلام اور آپ کی عزاداری کی توہین کرنا

یونیورسٹی کے استاد نے ان سے پوچھا تھا: انہوں نے ان سات اہل سنت خواتین کو ہی کیوں نشانہ بنایا اور دوسرے اہل سنت کو کیوں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی؟ اس کے جواب میں یونیورسٹی کے استاد کے موکلوں نے کہا: چونکہ جس رات یہ واقعہ پیش آیا اور اس سے ایک دن پہلے عاشورا کا دن تھا، جس میں شیعہ عزادار تھے، اور شیعہ جنّات نے اس جگہ مجلس منعقد کی تھی کہ جہاں وہ خواتین رہتی تھیں اور چونکہ وہ اس دن دوسرے لوگوں سے زیادہ خوش تھیں اور ہنس رہی تھیں۔ اس لئے جنات میں سے تین جوانوں کو یہ کام سونپا گیا کہ وہ انہیں تنبیہ کریں۔ یونیورسٹی کے استاد نے کہا تھا: میں نے ان سے کہا کہ اس میں ان کی کوئی غلطی نہیں تھی، چونکہ اوّلاً انہیں شیعہ جنّات کی عزاداری نظر نہیں آرہی تھی، اور ثانیاً انہیں عاشورا کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی، چونکہ اہل سنت اور بالخصوص مدینہ میں لوگ اس موضوع سے غافل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے فقراء کی صورت میں کچھ لوگوں کو ان کے گھر بھیجا تھا، لیکن خوشی، ہنسی مذاق اور جشن کی محفل کو چھوڑنے کی بجائے ان میں سے کچھ نے باتوں سے اور کچھ نے عملی طور پر سید الشہداء حضرت امام حسین (علیہ السلام) کی توہین کی تھی، اور

جب تک وہ اپنے اس عمل سے توبہ نہ کر لیں، ان کے چہرے کا رنگ مزید زرد ہوتا چلا جائے گا اور اس سے انہیں مزید تکلیف ہو گی۔ اس لئے یونیورسٹی کے استاد کا اس بات پر اصرار تھا کہ وہ جلد از جلد توبہ کریں تا کہ ان کی حالت بہتر ہو سکے۔ ان میں سے کچھ خواتین کسی سے یہ واقعہ بیان کئے بغیر ہی محلّہ نخاویہ میں شیعوں کے پاس گئیں اور انہوں نے امام حسین (علیہ السلام) کی عزاداری کے لئے کچھ پیسے دیئے تھے اور اپنے عمل سے توبہ کی تھی۔ میں اب بھی اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔ ایک دن میں نے یونیورسٹی کے استاد سے کہا: ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ شیعہ ہیں اور آپ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور ان لوگوں کو شیعوں سے جوڑنا چاہتے ہیں؟!

انہوں نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم! میں شیعہ نہیں ہوں۔ میں نے وہی کچھ کہا ہے جو میں سمجھا ہوں، اور اب تمہیں بھی سمجھ جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ تم پولیس کو بتا دو اور پھر تم اس نقصان کی تلافی نہیں کر سکو سے اور ساتھ ہی ساتھ مجھے بھی پریشانی ہو سکتی ہے، اگرچہ میں نے پورے خلوص اور محبت سے بلامعاوضہ تمہاری مدد کی ہے۔ میں نے کہا: آپ کے پاس جن ہیں تو آپ ان سے مدد لے سکتے ہیں۔ انہوں نے جتنی بھی التماس کی لیکن میں نے توجہ نہیں دی اور چونکہ میں نے اس دوران پولیس کے ساتھ تعاون کیا تھا اور انہیں مجھ پر اعتماد تھا، اس لئے میں نے انہیں اس سارے واقعہ سے مطلع کر دیا۔

پولیس اسٹیشن کے اعلیٰ افسر نے مجھے تنہائی میں بلایا اور کہا: تم نے دوسرے افسروں اور بالخصوص نگہبان افسر کے سامنے یہ سارا واقعہ بیان کر کے اچھا نہیں کیا، کیونکہ وہ بہت ہی

متعصب ہے۔ اب میں مجبور ہوں کہ یونیورسٹی کے استاد کو گرفتار کروں۔ اگر تم صبر کر لیتے اور یہ دیکھتے کہ اگر ان سب خواتین کی حالت ٹھیک ہو جاتی اور صرف تمہاری بیوی ہی بیمار رہتی تو اس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ واقعہ صحیح ہے، اور اس میں کیا حرج تھا کہ تم اپنی بیوی کی بیماری کو دور کرنے کے لئے شیعوں کو حضرت حسین بن علی (علیہا السلام) کی عزداری کے لئے کچھ پیسے دے دو!!

میں نے غصے کے عالم میں کہا: گویا آپ بھی ان بدعات کو ناپسند نہیں کرتے، یہ عقائد سعودی حکومت کے عقائد سے متصادم ہیں، جس کا سرکاری مذہب وہابیت ہے!!

پولیس اسٹیشن کے اعلیٰ افسر نے فون کیا تو پولیس کا ایک اہلکار آیا، جسے اس نے حکم دیا کہ یونیورسٹی کے فلاں استاد کو بلا کر لاؤ۔ پھر کہا: اس جوان کا اسلحہ بھی قبضے میں لے لو اور اب اسے بغیر اجازت کے یہاں مت آنے دو۔ بالآخر اس دن انہوں نے مجھ سے اسلحہ لے لیا اور مجھے پولیس اسٹیشن سے نکال دیا۔ میں گھر چلا گیا اور پوری رات یونیورسٹی کے استاد، پولیس اسٹیشن کے افسر اور شیعوں کو پیسے دینے والوں کے لئے مصیبت کھڑی کرنے کا مختلف منصوبے بناتا رہا۔ آخر کار میں نے یہ سوچا کہ میں قاضی القضات (ابن باز) کے پاس جا کر ان سب کی شکایت کروں اور شروع سے آخر تک سارا واقعہ ان سے بیان کرو۔ ان کے پاس اتنی طاقت تھی کہ وہ پولیس کے سربراہ کو بھی گرفتار کروا سکتے تھے اور بالخصوص جب میں نے یہ سنا کہ یونیورسٹی کا استاد کہیں سفر پر گیا ہے اور پولیس کے سربراہ نے اسے مقدمے سے بچانے کے لئے یہ اقدام کیا ہے تو مجھے اور غصہ آگیا اور میں سیدھا ابن باز کے گھر چلا گیا، اتفاقاً وہ گھر

میں نہیں تھا، میں نے اس کے خادموں سے کہا: کل میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ میں دوبارہ اپنے گھر چلا گیا اور اپنے کمرے میں سونے کے لئے چلا گیا۔ میرے سر پر ان لوگوں کو نقصان پہنچانے کا بھوت سوار تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ میرے کمرے میں کوئی شخص داخل ہوا ہے۔ پہلے میں نے سوچا کہ شاید میری بیوی کمرے سے باہر گئی ہوگی جواب واپس آ گئی ہے، لیکن جب میں نے اسے دیکھا تو وہ ایک قوی الجثہ شخص تھا جو اپنے ہاتھ میں مخصوص ہتھیار سے مجھے مارنا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہ ان میں سے ایک ہے جنہوں نے ان خواتین کو زخمی کیا تھا۔ میں اپنی جگہ سے چیختا ہوا اٹھا اور اس سے کہا: بدبخت! آج میرے پاس اسلحہ نہیں ہے تو تم ڈرتے ہوئے میرے پاس آئے ہو، مجھے پتا ہے کہ تمہارے ساتھ کیا کرنا ہے، لیکن اس نے صرف اپنا ایک ہاتھ ہی آگے بڑھایا اور جب اس کا ہاتھ میرے پاس آیا تو وہ بڑا ہوا گیا اور اس نے میرے دونوں پاؤں اپنے ایک ہاتھ سے ہی پکڑ لئے اور انہیں اتنی زود سے دبایا کہ میں بیہوش ہو گیا۔ جب میں ہوش میں آیا تو صبح ہو چکی تھی، میرے دونوں پاؤں میں شدید درد تھا۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا: کیا ہوا ہے؟ میں نے اس سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا: تم نے کوئی برا خواب دیکھا ہے۔ اب اٹھو تا کہ میں تمہیں ایک خوشخبری دوں۔ میری تمام تر کوشش کے باوجود میں کھڑا نہ ہو سکا۔

میں نے اس سے کہا: وہ خوشخبری کیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے میری بیماری کی وجہ معلوم ہو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رات کے واقعہ سے پہلے دن کے وقت ایک فقیر سید ہمارے دروازے پر آیا تھا اور اس نے مجھ سے کوئی چیز مانگی تھی اور میں ریڈیو پر موسیقی سن رہی تھی،

اور بے حد خوش تھی ، یہاں تک کہ کبھی رقص کر رہی تھی ، اس لئے میں نے اس شخص کی پرواہ نہیں کی ۔ اس فقیر سید نے مجھ سے کہا : آج عاشورا کا دن ہے اور آج کے دن شیعہ حضرت حسین (علیہ السلام) کے لئے عزاداری کرتے ہیں ، لیکن تم اتنی خوشی کیوں منا رہی ہو ؟ میں نے اس سے کہا : دفعہ ہو جاؤ اور میں نے حسین بن علی (علیہما السلام) اور شیعوں کی توہین میں کچھ جملے بھی کہے ۔ وہ مجھ پر نفرین کرتا ہوا چلا گیا ، اور پھر رات کو یہ واقعہ رونما ہو ، لیکن کل غروب کے وقت میں نے اسی فقیر سید کو دیکھا اور اس سے معذرت طلب کی ۔ اس نے مجھ سے کہا : اگر تم نخاولہ کے شیعوں کو سید الشہداء امام حسین (علیہ السلام) کی عزاداری کے لئے کچھ پیسے دو تو تم شفا یاب ہو جاؤ گی ۔

میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے دوستوں نے میری بیوی کو دھوکہ دیا ہے اور اس نے یہ جھوٹ گھڑا ہے تاکہ میں بھی یونیورسٹی کے استاد کی باتوں کا معتقد ہو جاؤں ۔ میں نے اپنی بیوی کے منہ پر زوردار طمانچہ مارا اور اس سے کہا : پھر کبھی مجھ سے یہ جھوٹی باتیں مت کہنا ۔ لیکن بعد میں اس بات پر بہت پشیمان ہوا ، اور بالخصوص مجھے اس بات کا پچھتاوا تھا کہ میں نے اس سے یونیورسٹی کے استاد کی بتائی ہوئی باتوں کو چھپایا تھا ۔ غصہ کرنے کی وجہ سے میرے پاؤں میں اور زیادہ درد ہو رہا تھا ، میں درد کے مارے چیخ رہا تھا اور دوسری طرف میری بیوی مجھ سے طمانچہ کھانے کی وجہ سے رو رہی تھی ، آخر کار میں درد کی شدت برداشت نہ کر سکا اور میں نے اس سے کہا : مجھے جلد از جلد ہسپتال پہنچا دو ، وہ مجھے ہسپتال لے گئی ۔ ڈاکٹر نے کہا : ایسا لگتا ہے جیسے آپ کے پاؤں پر بہت شدید چوٹ لگی ہے ، جس سے پاؤں میں خون جاری

نہیں ہے، اگر ہم مساج کے ذریعہ خون جاری کرنے میں کامیاب ہو گئے توآپ کے پاؤں کا درد ختم ہو جائے گا۔ انہوں نے رات تک میرے پاؤں کو مساج دی لیکن نہ توخون جاری ہوا اور نہ ہی درد ختم ہوا۔ معالج نے کہا: اگرآپ یہ بتائیں کہ آپ کو یہ چوٹ کیسے لگی تو ممکن ہے کہ اس کا بہتر علاج کیا جاسکے۔ میں نے اسے یہ واقعہ بتایا تواس نے کہا: آپ ڈر گئے ہیں، کوئی بات نہیں، اب آپ نے میری پریشانی دور کر دی ہے، لیکن میرے پاؤں کے درد نے مجھے بے حال کر دیا تھا۔ درد کی شدت کو کم کرنے کے لئے مسکن ادوایات بھی موئثر ثابت نہیں ہو رہیں تھیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ رات کے آخری پہر میں سو رہا تھا یا یہ کہ بیدار تھا، لیکن میرے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس مرتبہ تین نقاب پوش جوان میرے کمرے میں داخل ہوئے، کمرے میں نرس بھی کھڑی ہوئی تھی!!! لیکن مجھے ایسے لگا جیسے وہ ان کی نہیں دیکھ رہی تھی۔ان میں سے ایک نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ یہ وہی شخص تھا جس نے گذشتہ رات میرے پاؤں کو دبایا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: اب تک میں نے تم سے کوئی بات نہیں کی، چونکہ جو شخص اس قدر بیوقوف ہو اس سے بات نہیں کرنی چاہیئے، لیکن اب میں مجبور ہوں کہ تمہیں کچھ باتیں بتاؤں: اوّلاً ہم وہی تین افراد ہیں جنہوں نے امام حسین بن علی (علیہما السلام) اور عاشورا کی توہین کرنے کی وجہ سے ان سات خواتین کو تنبیہ کی تھی۔ ثانیاً یہ جان لو کہ تم چاہے توبہ کرو لیکن پھر بھی تمہارا پاؤں ٹھیک نہیں ہو گا، اور اگر یہ تمہارا پاؤں نہیں کاٹیں گے تو تم مر جاؤ گے۔ اسی دوران دوسرے افراد نے بھی اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور جو شخص مجھ سے باتیں کر رہا تھا، اس نے ان سے کہا: اب

چونکہ اس نے اپنی بیوی کو طمانچہ مارا ہے اور وہ اس واقعہ کا یقین نہیں کر رہا، اس لئے اب تم اس کے ایک ہاتھ کو دباؤ، اور تم اس کے دوسرے ہاتھ کو دباؤ تاکہ یہ پاؤں کے ساتھ ساتھ ہاتھوں سے بھی محروم ہو جائے، اور اگر اس کے ہاتھ نہیں ہوں گے تو یہ اپنی بیوی کے منہ پر طمانچہ بھی نہیں مار سکے گا، انہوں نے میرے ہاتھوں کو زور سے دبایا، میں چیخ رہا تھا۔اس دوران اگرچہ وہ نرس میرے پاس کھڑی ہوئی تھی لیکن مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ ابھی اچانک نیند سے بیدار ہوئی ہو۔ اس نے کہا: کیا ہوا ہے اور جیسے ہی میرے بستر کے قریب آئی تو میں بیہوش ہو گیا۔ جب میں ہوش میں آیا تو ڈاکٹر میرے پاس کھڑا ہوا تھا اور میرے کندھوں کو مساج دے رہا تھا اور اب پاؤں کی طرح میرے ہاتھوں میں بھی شدید درد تھا۔ جب میں نے ڈاکٹر کو یہ واقعہ بتایا تو نرس نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر میں نے کیوں کسی کو نہیں دیکھا؟ میں ڈاکٹر سے اصرار کر رہا تھا کہ میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں تاکہ مجھے درد کی شدت سے چھٹکارا مل سکے۔ ڈاکٹر نے کہا: ہم ضروری علاج کر رہے ہیں، اگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر ہم یہ کام کریں گے۔ بہر حال ڈاکٹروں نے تقریباً بیس دن تک میرا علاج کرنے کی کوشش کی اور اس دوران نہ صرف یہ کہ مجھے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا بلکہ میرے ہاتھوں اور پاؤں کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ میرے ہاتھوں اور پاؤں کی رگیں کالی ہو گئیں تھیں اور بالآخر ڈاکٹروں نے یہ تجویز کیا کہ وہ ایک ایک کر کے انہیں کاٹ دیں اور پھر میری ایسی حالت ہو گئی۔

ہسپتال سے ڈسچارج ہونے سے کچھ دن پہلے میرے زخم ٹھیک ہو گئے تھے، میں اپنی

اس حالت سے بہت پریشان تھا کہ ہسپتال سے باہر جا کر کیا کروں گا۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا: میں تمہیں اس حد تک ضدی نہیں سمجھتی تھی۔ اب تو یہ بات مان لو کہ حسین بن علی علیہما السلام کی عزاداری میں کچھ پیسے نذر کرو اور شیعوں کو وہ پیسے دو تا کہ تمہاری حالت بہتر ہو سکے۔ میں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، میں نے ان کے لئے کچھ پیسے بھیجے اور انہیں پیغام دیا کہ وہ حضرت حسین بن علی علیہما السلام کی مجلس عزا کا انعقاد کریں اور میرے لئے بیماری سے شفاء یاب ہونے کی دعا کریں۔ انہوں نے بھی ظاہراً مجلس برپا کی تھی اور وہ حضرت ابا الفضل العباس (علیہ السلام) سے متوسل ہوئے تھے، مجھے اس توسل کی کوئی خبر نہیں تھی۔ میں نے عالم خواب میں حضرت ابا الفضل العباس (علیہ السلام) کو دیکھا جو میرے سرہانے آئے ہیں اور چونکہ انہوں نے میرے لئے ان سے توسل کیا تھا، اس لئے انہوں نے مجھے درد سے نجات دی۔ الحمد للہ اس دن سے آج تک مجھے درد نہیں ہے اور جو تم دیکھ رہے ہو، میں یہ اچھی زندگی گزار رہا ہوں۔

یہ میرے ساتھ پیش آنے والا واقعہ تھا۔ میں نے اس سے کہا: آپ نے سید الشہداء امام حسین (علیہ السلام) کی عزاداری کے بارے میں یہ کرامت دیکھی ہے تو پھر آپ شیعہ کیوں نہیں ہو جاتے؟ اس نے کہا: اب تک مذہب شیعہ کی حقانیت مجھ پر ثابت نہیں ہوئی لیکن میں سید الشہداء حضرت امام حسین (علیہ السلام) کی عزاداری کا بہت زیادہ معتقد ہوں اور عاشورا کے ایّام میں خود بھی مجلس عزا منعقد کرتا ہوں، جس میں شیعوں کو دعوت دیتا ہوں تا کہ وہ مجلس میں آئیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر حق شیعوں کے ساتھ ہے تو میں انہیں مجالس کے

ذریعہ شیعہ ہو جاؤں۔ میں نے آپ کو یہ واقعہ اس لئے بتایا ہے کہ میں شیعوں سے محبت کرتا ہوں۔[1]

یہ مذکورہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری صرف انسانوں سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ جنات بھی امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور مظلومیت پر گریہ اور عزاداری کرتے ہیں۔علاوہ ازیں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام پر صرف انسان اور جنات ہی عزاداری نہیں کرتے بلکہ کائنات کی تمام موجودات اور مخلوقات امام حسین علیہ السلام کے غم میں عزادار ہیں۔

عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں کا آپ پر گریہ

یہاں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کو قبول کرنے والوں میں انسان، جنات اور دوسری تمام موجودات ہی امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر عزادار نہیں ہے، بلکہ کبھی ظالم اور سنگدل ترین افراد بھی آپ کی مظلومانہ شہادت پر غمزدہ ہوئے اور انہوں نے امام کی مظلومیت پر گریہ کیا۔

حضرت ام البنین علیہا السلام کے نوحہ و مرثیہ کو سن کر مروان کے رونے کا واقعہ مشہور ہے۔ مروان کے علاوہ کچھ دوسرے افراد بھی ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کے دشمن تھے لیکن انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعات سن کر آپ پر گریہ کیا۔

ہم یہاں کربلا میں موجود کوفہ وشام کے لشکر میں سے ایک گروہ کا واقعہ بیان کرتے

[1] ۔ ویب سائٹ عاشورا.

ہیں، جس نے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کو سن کر گریہ کیا:

عاشورا کے دن حضرت عباس علیہ السلام کی نصیحت

حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی زندگی میں ایک بہت ہی اہم اور موثّر امور میں سے ایک لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا اور ان کا بھلائی چاہنا تھا۔

حضرت عباس علیہ السلام کی زبان پر جاری ہونے والے وعظ و نصیحت اور آپ کی نگاہِ ہیبت وجلالت لوگوں کے دل و جان پر اثر انداز ہو کر ان کے افکار کو بدل دیتی تھی۔

ہم حضرت عباس علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"وَأَشْهَدُ أَنَّکَ بالَغْتَ فِي النَّصِيحَة..."[1]

حضرت عباس علیہ السلام لوگوں کو کثرت سے وعظ و نصیحت کرتے تھے، لہٰذا جو کوئی بھی آپ کی زیارت سے شرفیاب ہو، اسے آپ کے زیارت نامہ میں موجود اس حقیقت کو درک کرنا چاہئے۔

اس جملہ سے یہ استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کثرت سے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور ان کے قلوب کو اپنے فرمودات سے منور کرتے تھے، اگرچہ ہم تک یہ فرمودات بہت ہی کم مقدار میں پہنچے ہیں۔

اس بنا پر حضرت عباس علیہ السلام قدرت الٰہی کے حامل ہوتے ہوئے صرف جسمانی

---

[1] ۔ صحیفۂ حسینیہ، بیسویں زیارت: ۵۰۰.

طاقت سے ہی سرشار نہیں تھے بلکہ روحانی قدرت سے بھی بہرہ مند تھے، جس کا سرچشمہ امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت تھی۔ نیز آپ اپنے آباء واجدا سے ملنے والی فصاحت و بلاغت کی طاقت سے اس طرح خطاب کرتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے کہ آپ کے وعظ و نصیحت اور خطبات سے سے لوگ اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ کبھی آپ کا ایک مختصر سا فرمان بھی لوگوں کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کر دیتا تھا اور وہ اپنے موروثی افکار سے دستبردار ہو کر حضرت عباس علیہ السلام کے کلام سے حق و حقیقت تک پہنچ جاتے تھے۔

اب ہم حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کے کلام کا ایک نمونہ ذکر کرتے ہیں، جسے آپ نے عاشورا کے دن بیان فرمایا تھا:

حضرت عباس علیہ السلام کے خطاب سے یزید کے لشکر کا گریہ کرنا

علمدارِ کربلا حضرت عباس علیہ السلام نے عاشورا کے دن منافقین سے جنگ کرنے کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اب جب کہ تم میدان میں جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو بچوں کے لئے کچھ پانی کا انتظام کر دو....۔

حضرت عباس علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر قوم اشقیاء کی جانب روانہ ہوئے اور میدان کے درمیان پہنچ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے اس قوم جفاکار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے پسر سعد! یہ حسین (علیہ السلام)، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے (نواسہ) ہیں، تم نے ان کے ساتھیوں، بھائیوں اور ان کے چچازاد بھائیوں کو قتل کر دیا ہے، اور وہ

اپنے اہل و عیال کے ساتھ تنہا ہیں، اور اب وہ سب پیاسے ہیں، پیاس کی شدت سے ان کے دل پھٹ رہے ہیں، پس انہیں تھوڑا پانی دے دو، کیونکہ ان کے بچے مرنے کے قریب ہیں۔ وہ اس سب کے باوجود کہہ رہے ہیں کہ مجھے روم یا ہندوستان کی طرف جانے دو تاکہ میں حجاز تمہارے لئے خالی چھوڑ دوں اور میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک تمہارے لئے کوئی مخاصمہ نہیں کروں تاکہ خدا جو چاہے انجام دے۔

جب حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے بھائی کا پیغام ان تک پہنچا دیا تو کچھ لوگ خاموش ہو گئے اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، ان میں سے کچھ لوگ بیٹھ کر رونے لگے۔

اس دوران شمر (اس پر خدا کی لعنت ہو) اور شبث بن ربعی، حضرت عباس علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اپنے بھائی سے کہو: اگر تمام روئے زمین پر پانی ہو اور اس پر ہمارا اختیار ہو تو ہم تمہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پلائیں گے، مگر یہ کہ تم یزید کی بیعت کر لو۔[1]، [2]

---

[1] ۔ تاریخ امام حسین علیہ السلام: ۲۳۹/۴۔

[2] ۔ فهمز جواده نحو القوم حتّى توسّط الميدان، فوقف وقال: يابن سعد! هذا الحسين بن بنت رسول الله صلّى الله عليه وآله إنّكم قتلتم أصحابه و إخوته، و بني عمّه، و بقي فريدا مع أولاده وعياله وهم عطاش قد أحرق الظّمأ قلوبهم، فاسقوهم شربة من الماء، لأنّ أطفاله وعياله وصلّوا إلى الهلاك، وهو مع ذلك يقول: دعوني أخرج إلى طرف الرّوم، أو الهند وأخلي لكم الحجاز، وأشرط لكم أنّ غدا في القيامة لا أخاصمكم عندالله حتّى يفعل الله بكم مايريد. فلمّا أوصل العبّاس إليهم الكلام عن أخيه، فمنهم من سكت و لم يردّ جوابا، ومنهم من جلس يبكي. فخرج الشّمر (لعنه الله) وشبث بن ربعيّ، فجاءا نحو العبّاس وقالا: قل لأخيك لو كان كلّ وجه الأرض ماء وهو تحت أيدينا، ما أسقيناكم منه قطرة إلّا أن تدخلوا في بيعة يزيد. (موسوعة الامام الحسين عليه السلام: ۲۳۹/۴).

عاشورا کے دن پیاس کی شدت

ہم یہاں آپ کی توجہ دو نکات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں:

۱۔ حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کا یہ کلام عاشورا کے دن اہل بیت اطہار علیہم السلام پر پیاس کی شدت کی واضح دلیل ہے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے ان کی حالت کو یوں بیان کیا ہے کہ وہ موت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

اگر آپ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے خیام میں مشرف ہوں تو آپ کو یہ احساس ہوگا کہ آپ اہل بیت علیہم السلام کے ایک حرم میں داخل ہوئے ہیں۔ اس مقدس مقام کی معنوی کشش سے ذہنوں میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ شاید اس باعظمت مقام پر اہل حرم میں سے کوئی دفن ہوا ہو۔ اہل بیت علیہم السلام میں کچھ افراد عاشورا کے بعد ایک دو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے، پیاس کی شدت ہی ان کی شہادت کا باعث بنی۔

حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کی خواہر گرامی حضرت خدیجہ خاتون کوفہ تک اسیر ہو کر گئیں اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اسی جگہ شہید ہو گئیں۔ آپ کو وہاں ہی دفن کیا گیا۔ مسجد کوفہ کے ساتھ آپ کا حرم شیعوں کی زیارتگاہ ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام کا کلام سن کر رونے والوں نے دوبارہ شمر اور سنان کی پیروی کیوں کی؟!

۲۔ دوسرا قابل غور نکتہ کوفہ و شام کے کچھ لوگوں کا گریہ کرنا ہے، جو حضرت عباس علیہ السلام کا کلام سن کر زمین بیٹھ گئے اور رونے لگے، اور اگر شمر و سنان نہ ہوتے تو شاید وہ حضرت عباس علیہ السلام کو پانی دے دیتے۔

وہ لوگ اپنے اس عمل پر شرمسار تھے، جس کی وجہ سے انہوں نے گریہ کیا، لیکن انہوں نے شمر و سنان کی پیروی کی۔

اس بارے میں یہ کہنا چاہئے: اکثر اوقات قوم کے بزرگ ہی ان کے ذہنوں کو بدلتے ہیں اور ان کے لئے مصیبتیں کھڑی کرتے ہیں۔ کبھی لوگ ان کی باتوں کو نہیں مانتے لیکن نفسیاتی طور پر وہ ایسی حالت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ تسخیر ہو جاتے ہیں اور ان لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور بہت ہی اہم نکتہ ہے کہ جس سے غافل نہیں ہونا چاہئے؛ اور وہ حرام لقمہ کی تاثیر ہے، جو لوگوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

مجالس عزا میں شرکت کرنے کی اہمیت

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے لئے منعقد کی جانے والی مجالس مختلف پہلوؤں سے ایک دوسرے سے تفاوت رکھتی ہیں اور اسی طرح ان مجالس میں

شرکت کرنے والے افراد کے درمیان بھی فرق ہوتا ہیں۔

امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی زیارت کے لئے جانے والے افراد معنویت کو درک کرنے کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اگر مرحوم علامہ امینی زیارت کو اپنی زندگی کا سب سے اہم ثمر قرار دیں، یا مرحوم آیت اللہ خوانساری امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا میں شرکت کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیں تو ہمیں ان کے درمیان موازنہ نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ اگر مرحوم علامہ امینی زیارت کو اپنی زندگی کا سب سے اہم ثمر قرار دے رہے ہیں یا مرحوم آیت اللہ خوانساری مجالس عزا میں شرکت کو اپنی زندگی کے اہم ترین لمحات قرار دے رہے ہیں تو یہ ان بہت ہی عظیم نتائج کی وجہ سے ہے جو ان دو بزرگوں کو زیارت اور مجالس عزا سے حاصل ہوئے ہیں۔

اس بنا پر ہمارے بزرگوں نے جو کچھ بیان کیا ہے، ہمیں اس کا انکار نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ ہمیں ان کی باتوں کو سننا چاہیئے اور ان کا یقین کرنا چاہیئے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی ان بزرگوں کی طرح زیارت کی اہمیت، عزاداری کی عظمت اور ان کے اثرات کو درک کرنا چاہیں تو ہمیں بھی انہی کی طرح اپنی زندگی کے امور استوار کرنے چاہئیں۔ نیز ان بزرگوں نے اپنی زندگی میں درپیش آنے والی مشکلات اور امتحانات کا بخوبی سامنا کیا اور ان میں سرخرو ہوئے، اسی طرح ہمیں بھی آخر الزمان کے فتنوں، مشکلوں اور پریشانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے اور ان میں کامیاب ہونا چاہیئے۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے بزرگ جس ہدف اور مقصد تک پہنچے ہیں، ہم بھی وہاں

تک پہنچنا چاہتے ہیں ، لیکن جس راہ پر چل کر وہ اس ہدف تک پہنچے ، ہم اس راہ پر نہیں چلنا چاہتے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجالس عظمت اور ان میں شرکت کرنے کے اہمیت سے آگاہ ہونے کے لئے اس واقعہ پر توجہ کریں :

مرحوم علامہ مدّاح اپنے محفوظات میں لکھتے ہیں :

تہران کے بزرگ علماء میں سے ایک شیعوں کے بلند پایہ مرجع آیت اللہ العظمیٰ حاج سید احمد خوانساری أعلی اللہ مقامہ تھے ۔ مرحوم آیت اللہ العظمیٰ شیخ عبد الکریم حائری کے زمانے سے ہی آپ بہت زیادہ اہم شخصیت تھے اور تمام مراجع آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے تھے ۔ میں بھی اس بزرگ ہستی سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ میں سالہا سال (تقریبا! دس سال تک) سے جمادی الاوّل ، جمادی الثانی اور رجب کے مہینوں میں نماز کے بعد حاج سید عزیز اللہ کی مسجد میں مجلس پڑھتا تھا ،اسی اہم امر کی بدولت مجھے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے کام کرنے ، بہت زیادہ اشعار حفظ کرنے اور اپنی ناتوانی اور معمولی صلاحیت کے باوجود بی بی دو عالم کے بارے میں اشعار کہنے کی توفیق میسر آئی۔ مجھے اس مجلس سے اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ حتی میں عاشورا کے دن (دوسری جگہ) مجالس چھوڑ کر حاج سید عزیز اللہ کی مسجد میں ظہر عاشورا کی مجلس پڑھنے کے لئے آتا تھا۔

میں جن ایّام میں بیمار تھا اور میری حالت بہت زیادہ خراب تھی تو اس مرحوم کے فرزند (حجۃ الاسلام والمسلمین حاج سید جعفر خوانساری) میری عیادت کے لئے آئے اور انہوں نے

کہا: بستر بیماری پر اسی حالت میں میری مادر گرامی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے توسل کرو اور اپنی شفا کے لئے ہمارے درمیان یہاں ہی مجلس پڑھو۔

وہ بزرگوار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجلس میں ہر کسی کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ہر شخص کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کے سامنے ادب کا اظہار کرتے تھے۔

میں اس بندۂ خدا کی بیماری کے ایّام میں چند دنوں کے بعد ایک بار ان کی عیادت کے لئے جایا کرتا تھا اور ان کے سامنے مصائب پڑھا کرتا تھا۔ میں ان کی وفات سے تین دن پہلے ان سے ملاقات کے لئے گیا تو انہوں نے خواتین سے کہا کہ پردہ کے پیچھے بیٹھ جاؤ اور پھر اپنی عبا اوڑھ کر باادب طریقے سے بیٹھ گئے۔ تین دن کے بعد مجھے فون پر بتایا گیا کہ آقا اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ میں ان کے غسل کی رسومات میں موجود تھا، انہیں غسل دینے کے بعد ان کے فرزند نے روتے ہوئے مجھے بتایا: جب آپ چلے گئے تھے تو آقا نے مجھے آواز دی اور کہا: جعفر ! میں اس دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں، میں اپنے ساتھ صرف ایک چیز لے کر جا رہا ہوں اور وہ امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کی مجالس میں میری حاضری ہے۔ یہ وہ شخصیت تھی کہ بعض علماء نے جن کے کامل تقویٰ کے بارے میں نظریہ پیش کیا ہے، جن کے بارے میں خدا نے یہ چاہا کہ سعودی عرب میں چاند ان کے فتویٰ کے مطابق ہو، اور جب وہ تہران میں تھے تو جنگ کے ایّام میں کوئی میزائل بھی شہر میں نہیں گرا، لیکن اس شخصیت کا یہ کہنا ہے کہ میں (دنیا سے) خالی ہاتھ جا رہا ہوں ! پس افسوس ہے ہم پر !

خدایا! ہمارے ساتھ اپنے عدل سے نہیں بلکہ اپنے بے انتہا فضل سے پیش آنا۔ خدایا! اہل بیت علیہم السلام پر اپنے بیکراں لطف سے اپنے اس بوڑھے خادم کو بخش دے، اور لوگوں کے حسن ظن کے مطابق اس حقیر سے پیش آنا، اور قیامت میں ہمیں اہل بیت علیہم السلام اور ان کے محبوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونے دینا؛ یاارحم الراحمین۔ [1]

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور تمام اہل بیت علیہم السلام کی مجالس میں کیسے کیسے اسرار پائے جاتے ہیں کہ مرحوم آیت اللہ خوانساری مجالس عزا میں شرکت کو اپنی زندگی کا تمام سرمایہ قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے کن امور کی بنا پر عزاداری کے یہ حیرت انگیز آثار درک کئے تھے؟

اس سوال کے جواب کے لئے ہم مجالس کے اسرار میں ایک اہم سر و راز کو بیان کرتے ہیں، جو کائنات میں اہل بیت علیہم السلام کے مصائب پر غور و فکر کرنا ہے:

کائنات میں اہل بیت علیہم السلام کے مصائب پر غور و فکر کرنا

کچھ لوگ مجالس عزا میں شرکت کرتے ہیں اور مجالس عزا میں پڑھے جانے والے مصائب اور مرثیوں کو سن کر پورے وجود سے غمزدہ ہوتے ہیں اور گریہ کرتے ہیں۔ یہ واضح سی بات ہے ان کے دل میں اس غم و حزن اور گریہ و عزاداری سے حیرت انگیز آثار پیدا ہوتے ہیں، جس سے اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ان کے تقرب میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بذات خود ایک اہم اور عظیم معنوی حقیقت ہے، لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ان امور کے

---

[1]۔ خاطرات شصت سال خدمت گذاری در آستان اھل بیت علیہم السلام: ۱۵۸.

بارے میں انسان کی معرفت اور تفکر و تعقل جس قدر زیادہ ہو گا، اس کے آثار بھی اتنے ہی زیادہ ہوں گے۔ مثال کے طورا اگر کوئی شخص امام حسین علیہ السلام کی پیاس کی شدت اور آپ کے زخموں کی کثرت کی وجہ سے غمزدہ ہو اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور دوسرا شخص ان امور کی وجہ سے گریہ کرے اور وہ جانتا ہو کہ پیاس کی شدت اور زخموں کی کثرت سے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے کائنات پر کیسی کیسی مصیبتیں آئیں، آپ کی شہادت نے ہزاروں سال پہلے سے آئندہ زمانے تک دنیا کو کس حد تک متأثر کیا ہے اور حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام پر ہونے والے مظالم نے مخلوقات اور موجودات پر کیا اثرات مرتب کئے ہیں اور انہیں بہت بڑی محرومیت سے دچار کیا ہے، اب یہ واضح سی بات ہے کہ عزاداری سے مرتب ہونے والے آثار کے لحاظ سے ان دونوں کی معرفت میں کس حد تک فرق ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ عزاداری صرف زمین تک محدود ہے اور امام حسین علیہ السلام کے مصائب صرف عالم خاکی تک منحصر ہیں، اور دوسرا شخص عرش پر بھی سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری سے باخبر ہو اور بخوبی یہ بات جانتا ہوں کہ حضرت کی مظلومانہ شہادت کی وجہ سے عرش الٰہی پر بھی لرزہ طاری ہو گیا، «اقشعرّت له اظلّة العرش»[1]، پس ان دونوں کی معرفت میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔

نیز یہ بھی واضح ہے کہ اگر کوئی شخص یہ جانتا ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی

---

[1]۔ صحیفۂ حسینیہ، پانچویں زیارت: ۱۵۸۔

نشیب میں واقع قتلگاہ کے مصائب سے عرش الٰہی پر لرزہ طاری ہو گیا، اور وہ عالم ہستی پر حضرت کی ولایت سے باخبر ہو، اور دوسرا شخص امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو صرف قتلگاہ تک ہی محدود سمجھے اور اس سے زیادہ نہ جانتا ہوں تو ان دونوں کی عزاداری میں بہت زیادہ فرق ہے۔

اکثر اوقات مجالس عزا میں ہونے والی عزاداری، ان میں پڑھے جانے والے مصائب اور ان پر بہائے جانے والے آنسوؤں کا تعلق پہلی قسم (یعنی ظاہری عزاداری) سے ہوتا ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ رونے والا، آنسو بہانے والا ان مصائب کی گہرائی کے بارے میں غور کرے اور عالم ہستی پر ان مصائب کے اثرات کی گہرائی پر توجہ کرتے ہوئے گریہ کرے۔

عزاداری میں معرفت

ہمیں اس نکتہ پر توجہ کرنی چاہئے کہ جس طرح زیارت میں زائر کی جتنی زیادہ معرفت ہو گی، اس کے زیارت کے آثار اور اثرات اتنے ہی زیادہ ہوں گے، اسی طرح عزاداری میں بھی عزادار کی جتنی زیادہ معرفت ہو گی، اس کی عزادی کے اثرات اتنے ہی زیادہ ہوں گے۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی عظمت کو درک کرنا اور کائنات پر اس کے اثرات کے بارے میں غور و فکر کرنا، عزاداری میں عزادار کی معرفت کی دلیل ہے۔

شہادت کے عظیم امر پر توجہ کرتے ہوئے عزاداری کرنا اور کائنات پر اس کے اثرات کے بارے میں غور و فکر کرنا

شیعوں کے کچھ بزرگ عزاداری کے وقت شہادت کی عظمت اور کائنات میں اس کے آثار پر غور کرتے ہیں، جو حضرت بقیۃ اللہ الأعظم عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے حضور ان کے تقرب میں اضافہ کا باعث ہے۔اس وجہ سے دوسرے افراد کے ساتھ ان کی عزاداری اور گریہ میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ ہم یہاں مرحوم محمد کوفی اعلی اللہ مقامہ کا واقعہ ذکر کرتے ہیں، جو بارہا امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنہ ۱۳۳۵ میں ماہ رمضان کی اٹھارہویں رات مسجد کوفہ میں جانے کا ارادہ کیا تاکہ میں انیسویں کی رات (شب ضربت امیر المؤمنین علی علیہ السلام) اور اکیسویں کی رات (شب شہادت امیر المؤمنین حضرت علیہ السلام) شب بیداری کروں اور اس جانسوز واقعہ پر غور و فکر کروں اور عزاداری کروں۔

فرماتے ہیں: میں نے مقامِ امیر المؤمنین علیہ السلام کے نام سے مشہور مقام پر مغربین کی نماز ادا کی اور پھر میں افطار کرنے کے لئے مسجد کے ایک گوشہ میں چلا گیا، میرے پاس روٹی اور کھیرے تھے۔ پس میں مسجد کی مشرقی طرف گیا اور جب میں پہلے طاق سے گزر کر دوسرے طاق تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک چٹائی بچھی ہوئی ہے اور ایک شخص اپنی عبا اوڑھ کر اس پر سویا ہوا ہے، اور ایک صاحبِ عمامہ عالم ان کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا: بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا۔

انہوں نے مجھ سے ایک ایک عالم و فاضل کے حال و احوال کے بارے میں پوچھنا شروع کیا اور میں انہیں بتاتا رہا کہ وہ خیر و عافیت سے ہیں۔ پھر سوئے ہوئے شخص نے ان سے کچھ کہا، لیکن میں نہ سمجھ سکا کہ انہوں نے کیا کہا ہے، اور دوسرے شخص نے بھی ان سے کچھ نہیں پوچھا۔

میں نے ان سے پوچھا: یہ جو سو رہے ہیں، یہ کون ہیں؟

انہوں نے کہا: یہ سید عالم ہیں، میں نے ان کی بات کو بہت بڑی بات سمجھا اور سوچا کہ یہ اس شخص کو بہت بزرگ شخصیت کے طور پر متعارف کروانا چاہتے ہیں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ سید عالَم تو حضرت حجت ابن الحسن العسکری ارواحنا فداہ ہیں۔

میں نے کہا: یہ سید، عالِم ہیں۔

انہوں نے کہا: نہیں ! یہ سید عالَم ہیں۔

پس میں خاموش ہو گیا، اور ان کی بات پر بہت حیران ہوا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ دیوار پر چراغ کے نور کی طرح کا نور ساطع ہے، حالانکہ رات کی تاریکی تھی، لیکن میں اس نور کی طرف متوجہ نہ ہو سکا کہ وہ کس کا نور تھا، اور اس کے بقول یہ سید عالَم ہیں۔

شیخ محمد فرماتے ہیں: جو شخص بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے پانی مانگا۔ ایک شخص نے انہیں پانی کا ایک کاسہ دیا، انہوں نے پانی پینے کے بعد بقیہ پانی مجھے دے دیا۔

میں نے کہا: میں پیاسہ نہیں ہوں۔ اس شخص نے مجھ سے کاسہ لے لیا اور وہ چند قدم جانے کے بعد غائب ہو گئے۔

پس میں اس مقام پر نماز کے لئے اٹھا اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی مصیبت عظمیٰ کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا۔

اس شخص نے میرے مقصد کے بارے میں پوچھا، میں نے انہیں اپنی مقصود بتائی، انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعا کی۔

میں نے مقام امیر المؤمنین علیہ السلام میں چند رکعت نماز پڑھی، مجھ پر تھکاوٹ اور نیند کا غلبہ ہو گیا، جس کی وجہ سے میں سو گیا، اور بیدار نہ ہو سکا، مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے دن کی روشنی چاروں طرف پھیل چکی ہے۔ میں نے اپنی بہت ملامت کی کہ میں جس مقصد کے لئے یہاں آیا تھا، وہ پورا نہ ہو سکا اور شب بیداری کرتے ہوئے عبادت نہ کر سکا میں امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کی مصیبت کی وجہ سے محزون تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کس چیز کی وجہ سے میں یہاں سو گیا، حالانکہ میں یہاں شب بیداری کے لئے آیا تھا۔

پھر میں نے ایک جماعت کو دیکھا، جو دو صفیں بنائے ہوتے تھے اور نماز جماعت قائم ہونے والی تھی، ان میں ایک امام جماعت بھی تھا۔ اس جماعت میں سے ایک شخص نے کہا: اس جوان کو بھی اپنے ساتھ لے چلیں، امام جماعت نے کہا: اس کے دو امتحان ہیں، ایک چالیس سال کی عمر میں اور دوسرا ستر سال کی عمر میں۔

مرحوم شیخ محمد کہتے ہیں: میں وضو کرنے کے لئے مسجد سے باہر گیا، اور جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ اب بھی رات کی تاریکی ہے، اور وہاں کوئی جماعت نہیں ہے۔ پھر میں متوجہ ہوا کہ وہ سید عالَم حجت منتظر تھے، جو استراحت فرمارہے تھے اور دیوار پر ساطع ہونے والا

نور؛ نورِ امامت تھا، وہ دوسری مرتبہ وہی امام جماعت تھے، اور رات انہی کے انور متجلی سے روشن اور منور ہو چکی تھی، اور وہ جماعت حضرت کے خواص تھے، اس شخص کا پانی لانا اور واپس لوٹ جانا حضرت کا اعجاز تھا۔

کون سی مجلس عزا سب سے زیادہ اہم ہے؟

اکثر افراد یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مجالس عزا میں سے کون سی مجلس زیادہ خصوصیات اور امتیازات کی حامل ہوتی ہے ؟ کیا سالہا سال سے منعقد ہونے والی مجلس عزا زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے؟ یا جس مجلس میں زیادہ لوگ شریک ہوتے ہوں؟ یا جس مجلس میں زیادہ پیسے خرچ کیے جائیں، اسی کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے؟

ا۔ تمام مجالس عزا کا منظور نظر ہونا

اس سوال کے جواب میں کہنا چاہیے:

مذکورہ موارد امام حسین علیہ السلام کے منظور نظر ہونے کے لحاظ سے موثر ہیں، لیکن کلی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجالس عزا کی تین قسمیں ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے منعقد ہونے والی تمام مجالس پر آپ کی خاص نظر ہوتی ہے۔

۲۔ کچھ مجالس پر خاص عنایات

کچھ مجالس پر ان بزرگ ہستیوں کی خاص عنائت اور نظر کرم ہوتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان کوشش کرے کہ معنوی اعتبار سے امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے لئے منعقد کی جانے والی مجالس دوسری مجالس سے مختلف ہوں ، یعنی ان پر حضرت کی خاص عنایت اور نظر کرم ہو ، یہ خاص خصوصیات کی حامل ہوں تاکہ ان خصوصیات کی وجہ سے ان مجالس پر دوسری مجالس سے زیادہ عنایت ہو اور یہ خاص توجہ کا مرکز بنیں۔

اس بنا پر عزاداری کی مجالس میں سب سے اہم مجلس وہ ہے جس پر اہل بیت علیہم السلام کی خاص نظر ہو اور وہ اہل بیت علیہم السلام کی توجہ حاصل کریں۔ کیونکہ عزاداری کی مجالس میں برتری کا معیار مجلس پر اہل بیت علیہم السلام کی خاص عنایت ہے۔

یہ واضح سی بات ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور تمام اہل بیت علیہم السلام کی خاص توجہ حاصل کرنے والی مجلس خاص خصوصیات کی حامل ہوتی ہے جن میں سے ایک خصوصیت اس مجلس میں شرکت کرنے والوں پر حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی توجہ اور نظر کرم ہے۔ ہم یہاں ان مجالس میں سے ایک مجلس کو بطور نمونہ ذکر کرتے ہیں ، جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خاص توجہ حاصل کی۔ اگرچہ ظاہری لحاظ سے وہ مجلس لوگوں کی توجہ کا مرکز نہیں تھی لیکن اس پر امام حسین علیہ السلام کی خاص عنایت تھی۔

تہران کے ایک بزرگ عالم دین نے ایک رات امام حسین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا کہ تہران میں ہونے والی مجالس میں سے آپ کس مجلس کو

زیادہ پسند کرتے ہیں؟

فرمایا: میں ان سب مجالس کو پسند کرتا ہوں۔

اس شخص نے امام حسین علیہ السلام کو حضرت علی اکبر علیہ السلام کی قسم دی کہ ان میں سے کوئی ایک مورد ذکر فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: صابون پزخانہ، گلی خالو قنبر، پانچواں دروازہ، یہ ایک بوڑھی عورت کا گھر ہے، میں وہاں منعقد ہونے والی مجلس کی وجہ سے اس گھر کو بہت پسند کرتا ہوں۔

وہ عالم اس گھر کی طرف چل دیئے، اس زمانے میں آج کی طرح ٹیکسی وغیرہ نہیں ہوتی تھی، اس لئے وہ اس بوڑھی عورت کے گھر کی طرف پیدل ہی روانہ ہو گئے۔

وہاں پہنچ کر انہوں نے اس خاتون سے کہا: مادر جان! کیا یہاں مجلس ہے؟

اس بوڑھی عورت نے کہا: ہاں! لیکن میں مجلس پڑھنے والوں سے بہت نالاں ہوں۔ کبھی مجلس پڑھنے والا ہوتا ہے، تو کوئی سننے والا نہیں ہوتا۔ کبھی سننے والے ہوتے ہیں تو پڑھنے والا نہیں ہوتا۔ کیا آپ مجلس پڑھ سکتے ہیں؟

اس بزرگ عالم نے فرمایا: جی ہاں!

اس خاتون نے کہا: کیا آپ ہمارے لئے مجلس پڑھیں گے؟

کہا: یہ میرے لئے افتخار ہے کہ میں آپ کے لئے مجلس پڑھوں۔ وہ بوڑھی عورت اس عالم کو نہیں جانتی تھی، اس نے کہا: آپ تھوڑا انتظار کریں تاکہ میں سامعین کو مجلس کی اطلاع دو۔ اس خاتون نے اپنے پڑوسیوں کو مجلس کی اطلاع دی، اور پھر اس عالم نے وہاں

مجلس پڑھی۔

مجلس کے بعد اس خاتون نے کہا: کیا آپ کل بھی آئیں گے۔

وہ عالم اگلے دن بھی آئے اور انہوں نے کہا کہ آخر تک اس مجلس میں آئیں گے۔ وہاں دوسرے افراد بھی مجلس پڑھتے تھے، مجلس بارونق ہو گئی اور لوگوں کی بڑی تعداد مجلس میں شرکت کرنے لگی۔

آخری مجلس سے ایک دن پہلے اس عالم نے اس خاتون سے کہا: میری آپ سے ایک درخواست ہے کہ آپ مجھے اپنے ہاں مجلس پڑھنے والے ذاکرین کو ہدیہ دینے کی اجازت دیں۔

اس بوڑی عورت نے رونا شروع کر دیا اور کہا: آپ بہت چالاک ہیں؟! میں نے ایک سال تک اس امید میں لوگوں کے گھر میں کپڑے دھوئے، گرمیوں اور سردیوں میں لوگوں کے گھروں کی صفائی کی کہ سال میں دس دن میرے گھر میں امام حسین علیہ السلام کی مجلس ہے اور آپ مجھ سے یہ مجلس چھیننا چاہتے ہیں۔ میں ہرگز آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دوں گی۔ جی ہاں! ہمارے ہاں شکستہ دلی کو خریدا جاتا ہے اور بس....

یہ اس بوڑھی عورت کا اخلاص تھا کہ وہ اپنی غربت اور تنگدستی کے باوجود تنہا مجلس عزا کا انعقاد کرتی تھی۔ پس اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جو شخص بھی ایسے اخلاص کا مالک ہو، اس پر اس بوڑھی عورت کی طرح امام حسین علیہ السلام کا خاص لطف و کرم ہو گا۔

اہل بیت علیہم السلام کی مجلس عزا میں شرکت

۳۔ اہل بیت علیہم السلام کی خاص توجہ حاصل کرنے والی مجالس میں سب سے زیادہ اہم مجالس وہ ہیں، جن میں خود اہل بیت علیہم السلام حاضر ہوں اور ذاکر یا بعض عزادار ان بزرگ ہستیوں کی حاضری کی طرف متوجہ ہوں۔

پہلی صدی ہجری میں ہی ایسی مجالس موجود تھیں، اور بعض روایات میں وارد ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا میں حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام خود شریک ہوتی تھیں۔ ایک روایت میں نقل ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام نے امام صادق علیہ السلام کے ایک شیعہ کی مجلس میں حاضر ہوئیں۔ اس زمانے سے اب تک ایسی مجالس موجود ہیں اور جو لوگ ہوا و ہوس کے اسیر نہ ہوں، وہ ان مجالس میں اہل بیت علیہم السلام کی حاضری سے آگاہ بھی ہوتے ہیں اور ان کی آنکھیں ان بزرگ ہستیوں کی زیارت سے منور ہوتی ہیں، البتہ ایسے موارد بہت کم ہیں۔ ہم "وصف العیش نصف العیش" کے باب سے اور اس سوال کا جواب دینے کے لئے ایسے موارد نقل کرتے ہیں، جن میں حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور دوسرے اہل بیت اطہار علیہم السلام مجالس عزا میں شریک ہوتے ہیں۔ تشرّف کے واقعات کے بارے میں لکھی گئی کتابوں میں کئی ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں بعض افراد حضرت بقیۃ اللہ الأعظم عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور انہیں آپ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ اس کے لئے آپ کتاب "العبقری الحسان" کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ صرف ایک واقعہ ذکر

کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا میں کچھ اولیاء خدانے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے حاضری کو دیکھااور وہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام کے حضور میں مجلس عزا

عالم ربّانی جناب مرحوم حاج شیخ محمود نگارندہ فرماتے ہیں:

مرحوم شیخ غلام رضا تولائی [1]، امام حسین علیہ السلام کے اہم ذاکرین میں سے تھے، ان کی زبان میں لکنت تھی لیکن اس کے باجود جب بھی وہ مجلس پڑھنے کے لئے منبر یا کرسی پر بیٹھتے تھے تو مجلس پڑھتے وقت آغاز سے اختتام تک ان کی زبان پر لکنت ختم ہو جاتی تھی۔ ان ایّام میں معروف ذاکرین کے پاس سواری ہوا کرتی تھی تا کہ اگرانہیں مختلف مقامات پر مجلس پڑھنے کی دعوت دی جائے تو وہ زیادہ سے زیادہ مجالس میں شریک ہو سکیں۔

محرم الحرام کے دوران ایک دن انہوں نے مختلف جگہوں پر مجلس پڑھنی تھی، انہوں نے اپنی سواری تیار کی اور اس پر سوار ہو کر جلدی سے پہلی مجلس میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہوئے، لیکن وہ جس راستے سے جانا چاہتے تھے ان کی پوری کوشش کے باوجود ان کی سواری اس راستے سے جانے کے لئے تیار نہ تھی بلکہ وہ کسی دوسرے راستے پر ہی جارہی تھی، جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی سب کوششیں رائیگاں ہیں اور ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تو انہوں نے سواری کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تا کہ اگراس کام میں کوئی سر و راز ہے تو وہ اس میں رکاوٹ نہ بنیں۔

[1]۔ آپ مرحوم آیت اللہ حاج شیخ محمود تولائی کے والد گرامی تھے۔

اسی دوران وہ سواری تیزی سے گلی کوچوں سے گزرتی ہوئی ایک دالان کے پاس پہنچی اور پھر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ دالان کے آخر میں ایک گھر کا دروازہ کھلا ہے اور وہاں کچھ افراد موجود ہیں۔ انہوں نے دل میں کہا کہ شاید آج مجھے اس گھر میں مجلس پڑھنی ہے۔ وہ سواری سے اتر کر اس گھر میں داخل ہوئے۔ وہ اس بات کی طرف متوجہ ہوئے کہ جیسے اس گھر میں موجود افراد ان کے منتظر تھے۔ صاحب خانہ نے انہیں مجلس پڑھنے کی دعوت دی۔

انہوں نے ہمیشہ کی طرح کسی لکنت کے بغیر مجلس پڑھی اور مجلس گریہ و عزاداری کی وجہ سے بالکل منقلب ہو گئی۔ مجلس پڑھنے کے بعد وہ منبر سے نیچے اترے اور جب وہ جانے لگے تو صاحب خانہ نے انہیں ایک پیکٹ دیا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں یہاں دعوت کے بغیر اس مجلس میں آیا ہوں، اس لئے میں کوئی چیز نہیں لوں گا۔

اس واقعہ کا اہم نکتہ یہ ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ میں دعوت کے بغیر اس مجلس میں آیا ہوں تو صاحب خانہ نے ان سے کہا کہ آپ دعوت کے بغیر کیسے آئے ہیں، حالانکہ امام حسین علیہ السلام نے آپ کو خود اس مجلس میں آنے کا حکم دیا ہے۔

مرحوم حاج شیخ غلام رضا تولائی بہت حیران ہوئے، چونکہ انہیں امام حسین علیہ السلام کی دعوت کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔

صاحب خانہ نے ان سے کہا: کیا آپ کو یاد ہے کہ آج صبح آپ نے فلاں مجلس میں شرکت کی اور آپ نے وہاں بھی وہی مصائب پڑھے تھے جو یہاں پڑھے ہیں، اور جس سے

مجلس میں بہت گریہ ہوا تھا؟ امام حسین علیہ السلام اس مجلس میں موجود تھے، اور آپ کی مجلس مجھ پر بہت اثر انداز ہوئی۔ میں نے اس مجلس میں امام حسین علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ آپ کو حکم دیں کہ آپ آج اس مجلس میں شرکت کریں اور یہاں بھی وہی مصائب پڑھیں جو آپ نے وہاں پڑھے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے میری درخواست کو قبول کیا اور آپ کو حکم دیا کہ آج اس مجلس میں شرکت کریں اور یہاں بھی وہی مصائب پڑھیں۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی باطنی دعوت پر یہاں آئے ہیں، پس آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ یہاں دعوت کے بغیر آئے ہیں؟!

اس واقعہ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ممکن ہے کہ امام حسین علیہ السلام، امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور اہل بیت اطہار علیہم السلام مجلس میں موجود ہوں، لیکن لوگ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں اور ان کی موجودگی کو درک نہ کریں۔ نیز یہ واقعہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ کبھی یہ بزرگ ہستیاں اپنے محبوں اور دستوں کو کچھ ذمہ داریاں سونپتی ہیں اور وہ اسے انجام دیتے ہیں، اگرچہ وہ اس بات کی طرف متوجہ نہ یں ہوتے کہ انہیں جو ذمہ داری سونپی گئی تھی، وہ اس کی بنیاد پر یہ عمل انجام دے رہے ہیں۔

عزاداری یا زیارت کا نعم البدل

اگر ہم کسی ایسے ملک یا شہر میں زندگی بسر کر رہے ہوں کہ جہاں ہمارے لئے ائمہ اطہار علیہم السلام کے حرم میں مشرف ہونا کسی صورت میں ممکن نہ ہو تو ہم دور سے پڑھی جانے والی زیارت پڑھ کر اس کمی کی تلافی کر سکتے ہیں، یا پھر ہم عزاداری کا انعقاد کر کے اہل

بیت علیہم السلام کے حرم میں مشرف نہ ہونے کا جبران کر سکتے ہیں، کیونکہ بالفرض اگر کچھ مقامات مقدسہ پر دشمن قابض ہو جائے اور ہمیں زیارت سے محروم کر دے، جس طرح اہل بیت علیہم السلام کے دشمن بیت اللہ الحرام، مسجد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور بقیع پر قابض ہیں، لیکن اہل بیت علیہم السلام کے محبوں کا دل ان کے اختیار میں نہیں ہے اور اسی وجہ سے ان بزرگ ہستیوں کے شیعہ اور محبّ اہل بیت علیہم السلام کے حرم کی زیارت نہ کرنے کی وجہ سے مجالس عزا کے انعقاد اور ان میں شرکت کر کے کسی حد تک اسی معنوی کمی کا جبران کر سکتے ہیں۔ اگر سعودی عرب جیسے کچھ ممالک میں لوگ نہ تو حرم مطہر کی زیارت کر سکتے ہوں اور نہ ہی ان کے لئے آسانی سے عزاداری کی عام مجالس منعقد کرنا ممکن ہو تو اس صورت میں جہاں تک ہو سکے اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والے کم تعداد میں جمع ہو کر مجالس عزا کا انعقاد کریں اور کسی بھی صورت میں مجالس عزا برپا کرنے اور ان میں شرکت کرنے کی عظیم نعمت کو ترک نہ کریں۔

اگر کچھ لوگ ایسی مجالس کی مخالفت کریں کہ جہاں لوگ بڑی تعداد میں شریک ہوتے ہوں اور وہ ایسی مجالس کے انعقاد کی راہ میں رکاوٹ بنیں تو اہل بیت علیہم السلام کے محبّوں کو چاہئے کہ وہ خصوصی مجالس برپا کر کے اپنے دلوں کو اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی محبت سے سرشار کریں اور ان بزرگ ہستیوں کی عظمت کی طرف متوجہ ہوں۔

اس بنا پر زیارت کی طرح عزاداری بھی ہمارے لئے کارساز ہے اور وہ حیات قلبی پیدا کر کے ہمارے دل کو خدا اور اہل بیت رسالت علیہم السلام سے نزدیک کر سکتی ہے اور ہمارے

دلوں میں مودت کی جڑوں کو محکم بناسکتی ہے۔

کبھی انسان کے لئے زیارت کے شرائط فراہم نہیں ہوتے اور وہ اہل بیت علیہم السلام کی زیارت کے لئے جا کر اپنے دل و جان کو ان بزرگوں کی زیارت کے نور سے منور نہیں کر سکتا تو اس صورت میں وہ عزاداری کو زیارت کا نعم البدل قرار دیتے ہوئے عزاداری کی مجالس کے انعقاد اور ان میں شرکت کے ذریعے اپنے دل میں زیارت کے آثار پیدا کر سکتا ہے۔ یعنی جب زیارت کے لئے شرائط مہیا نہ ہوں تو عزاداری کو زیارت کا نعم البدل قرار دیں اور آنسو بہا کر اپنے دل میں اہل بیت علیہم السلام کی محبت کو فروغ دیں اور اسے مزید محکم کریں۔

ایسے متعدد دلائل موجود ہیں کہ اگر ہم زیارت کرنے پر قادر نہ ہوں تو عزاداری کو زیارت کا نعم البدل قرار دیں اور زیارت کی جگہ عزاداری کریں۔ ان دلائل میں سے ہمارے لئے جو چیز زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بارے میں وارد ہونے والی روایت ہے۔ اس روایت میں حضرت امام باقر علیہ السلام اپنے ایک صحابی (جن کے لئے عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنا ممکن نہ تھا) سے فرماتے ہیں: چونکہ عاشورا کے دن تمہارے لئے زیارت کرنا ممکن نہیں ہے، اس لئے اس دن عزاداری کرو۔ اب اس روایت کی عبارت پر توجہ کریں:

صالح بن عقبہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جو شخص محرم کے دسویں دن حسین بن علی علیہما السلام کی زیارت کرے اور پورا دن ان کی قبر مطہر کے پاس روتا رہے تو جس دن وہ خدا سے ملاقات کرے گا، اسے دو ہزار حج، دو ہزار عمرہ، اور دو ہزار غزوہ (جہاد) کا ثواب ملے گا کہ اس میں ہر غزوہ، حج اور عمرہ کا ثواب پیغمبر ﷺ اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ساتھ حج و عمرے اور جہاد کرنے والے کے ثواب کی مانند ہے۔

میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان! اگر کوئی کہیں دور دراز کے علاقے میں رہتا ہو اور اس کے لئے اس دن امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اسے کیا کرنا چاہیئے؟

آپ نے فرمایا: اگر ایسا ہو تو وہ کسی بیابان یا اپنے گھر میں کسی بلند جگہ (چھت) پر جا کر اشارہ سے (حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں) سلام کرے اور آپ کے قاتلوں پر لعن و نفرین کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز بجا لائے، اسے یہ اعمال دن کے آغاز میں زوال آفتاب سے پہلے انجام دینے چاہئیں۔

پھر حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ وندبہ کرے اور اپنے گھر میں موجود افراد (مگر جن سے تقیہ کرتے ہوں) کو آپ پر گریہ کرنے کا حکم دے اور غم و حزن کا اظہار کرتے ہوئے اپنے گھر میں اس مصیبت پر گریہ کرے اور ایک دوسرے کو تعزیت کریں۔ اگر وہ یہ کام انجام دے تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ خدائے عزوجل کے نزدیک اس کے لئے یہ تمام اجر محفوظ ہے۔

میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں! کیا آپ ان کے لئے یہ ضمانت دیتے ہیں؟

فرمایا: ہاں! جو کوئی بھی یہ عمل انجام دے تو میں اس کے لئے ضامن ہوں۔

میں نے کہا: ہم ایک دوسرے کو کس طرح تعزیت پیش کریں؟

آپ نے فرمایا: کہو:

أَعْظَمَ اللهُ أُجُورَنا بِمُصابِنا بِالْحُسَیْنِ ، وَجَعَلَنا وَ إِيّاكُمْ مِنَ الطّالِبينَ بِثارِهِ مَعَ وَلِيِّهِ الإِمامِ الْمَهْدِيِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلامُ .[1]

خدا امام حسین کی عزاداری میں ہمارے اجر میں اضافہ کرے، اور ہمیں اور آپ کو آل محمد علیہم السلام میں سے ان کے ولی امام مہدی کے ساتھ ان کے خون کا انتقام لینے والوں میں سے قرار دے۔

یہ روایت صراحت سے اعلان کر رہی ہے کہ عاشورا کے دن (جو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے اہم ترین دنوں میں سے ہے) عزاداری کو زیارت کی جگہ قرار دے سکتے ہیں۔

اہل بیت علیہم السلام اور بالخصوص حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کے حیرت انگیز اثرات کے بارے میں کثرت سے روایات موجود ہیں ، جس طرح سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے عجیب اور حیرت انگیز اثرات کے بارے میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ ان روایات میں سے ایک مذکورہ روایت ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی زیارت آپ کی عزاداری سے برتر ہے اور اگر اس دن زیارت کرنا ممکن نہ ہو تو عزاداری کو زیارت کی جگہ قرار دیں، اور اگر عاشورا کے دن زیارت کرنا ممکن ہو تو پھر زیارت کرنی چاہئے، اور اگر زیارت کرنا ممکن

[1]۔ مصباح المتہجّد: ۷۷۲، المصباح: ٦۴۰، اسی کی مانند کامل الزیارات: ۳۲۵ میں وارد ہوا ہے، صحیفۂ مہدیہ: ۲۸۱.

نہ ہو تو پھر عزاداری کریں۔

امام حسین علیہ السلام کی عزا کا انعقاد اور ان میں خدمت کرنا

یہاں یہ نکتہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جس طرح عزادار اور مجالس عزا کا انعقاد کرنے والوں پر امام حسین علیہ السلام کا خاص لطف و کرم اور عنایات ہوتی ہیں، اسی طرح مجالس عزا میں خدمت کرنے والوں پر بھی امام حسین علیہ السلام کی خاص عنایات ہوتی ہیں اور جس طرح زیارات کے دوران زائرین کی خدمت کرنے والوں کے لئے اجر عظیم ہے، اسی طرح عزاداروں کی خدمت کرنے والوں کے لئے بھی خاص اجر اور عنایات ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں آل بویہ کا کردار

ہم یہاں آل بویہ کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے احیاء میں ان کا بڑا اہم کردار ہے۔ امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام نے ان کی حکومت کے قیام کے بارے میں بشارت دی تھی، لہٰذا ہم یہاں شیعت کے فروغ میں ان کی بے شمار زحمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی تکریم کرتے ہیں۔

آل بویہ کے بارے میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئی

مرحوم حاج شیخ عبّاس قمی نے کتاب «سفینۃ البحار»[1] میں دیلمیوں کی حکومت کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے:

يخرج من ديلمان بنو الصياد ثمّ يستقوى أمرهم حتّى يملك الزوراء ويخلع الخلفاء فقال له قائل: فكم مدّتهم يا أمير المؤمنين فقال: مائة أو تزيد قليلاً...؛

دیلمان سے بنو صیاد قیام کریں گے، اور پھر ان کی حکومت اس طرح طاقتور ہو جائے گی کہ وہ زوراء کو بھی حاصل کر لیں گے۔ اس دوران کسی شخص نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے پوچھا: یا امیر المؤمنین! وہ کتنے سال حکومت کریں گے؟ فرمایا: سو سال، یا اس سے کچھ زیادہ...

معزالدولہ احمد نے سنہ ۳۳۴ ہجری میں بغداد میں عباسیوں کی حکومت کا مرکز حاصل کر لیا اور تین سو سال پہلے اس واقعہ کے بارے میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بیان کئے

[1] ۔سفینۃ البحار، مرحوم محدّث قمی: ۲/۳۳۴.

گئے فرمان کو حقیقت میں بدل دیا۔ معزالدولہ شیعہ ہونے کی وجہ سے عباسی خلیفہ کے احترام کا قائل نہیں تھا۔ لہٰذا فتح بغداد کے ڈیڑھ ماہ بعد ایک دن دیلمیوں کے دو سربراہوں نے عباسی خلیفہ مستکفی کی گردن میں عمامہ باندھا اور اسے گھسیٹ کر معزالدولہ کے تخت کے سامنے لا کر پھینک دیا۔ معزالدولہ نے مستکفی کو اندھا کر کے زندان میں پھینک دیا اور اس کے ''المطیع للہ'' نامی جانشین کو خلیفہ بنا دیا، لیکن اس نئے خلیفہ کے پاس بھی کوئی اختیارات نہیں تھے۔

معزالدولہ سنہ ۳۳۴ ہجری سے سنہ ۳۵۶ ہجری تک پوری طاقت کے ساتھ بغداد اور عراق پر حکومت کرتے رہے اور پھر سنہ ۳۵۶ ہجری میں وفات پا گئے۔ انہوں نے ان بائیس سالوں میں مختلف علاقوں پر لشکر کشی کی، جیسے آذربایجان، شمالِ عراق اور خلیج فارس کے ساحل، اور انہیں ان تمام معرکوں میں فتح نصیب ہوئی۔

معزالدولہ کی فتوحات ''عمان کی فتح'' سب سے اہم فتح تھی، جو انہیں اپنے بھتیجے ''عضد الدولہ'' کے ذریعے حاصل ہوئی اور جس سے دیالمی حکومت کو مزید وسعت ملی۔

معزالدولہ کی بائیس سالہ حکومت کے دوران عراق میں مکمل طور پر شیعہ مذہب رائج ہو چکا تھا اور شیعوں کو سابقہ بدحالی اور بیچارگی سے نجات ملی تھی۔

معزالدولہ نے بغداد میں سید الشہداء حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کی پہلی عزاداری کا انعقاد کیا۔ اس سے پہلے بغداد میں محرم الحرام کے آغاز میں سال نو کا جشن منایا جاتا تھا اور چراغاں کیا جاتا تھا لیکن معزالدولہ نے امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے لئے یکم

محرم الحرام سے بغداد کو سیاہ پوش کرنے کا حکم دیا، نیز انہوں نے پہلی مرتبہ غدیر کے موقع پر عام جشن کا اعلان کیا اور حکم دیا کہ مساجد کے بالائی حصوں پر معاویہ اور حق ولایت کے دوسرے غاصبوں پر لعنت پر مبنی جملے لکھے جائیں۔[1]

کتاب تاریخ تشیّع میں لکھتے ہیں: ایران اور عراق پر اس خاندان کی حکومت کے دوران ان کے اقدامات ان علاقوں میں شیعت کے فروغ کے علاوہ خود ان کے شیعہ ہونے کی بھی حکایت کرتے ہیں۔

ان کے اقدامات میں سے ایک شیعہ مذہبی شعائر کا احیاء تھا، جسے اس وقت تک شیعہ یا تو انجام ہی نہیں دے سکتے تھے یا پھر مخفیانہ طور پر بہت ہی چھوٹے پیمانے پر انجام دیتے تھے لیکن اس کے باوجود اسے سے انہیں جنگ اور قتل و غارت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

سب سے اہم شیعہ مذہبی شعائر عاشورا کے دن سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری تھی، عباسی خلفاء اور بالخصوص متوکل عباسی اس کا شدید مخالفت تھا اور وہ اس کے خلاف مبارزہ آرائی میں مصروف رہتا تھا،[2] لیکن معزّالدولہ کے حکم پر عباسیوں کی حکومت کے مرکز یعنی بغداد میں سنہ ۳۵۲ ہجری[3] سے آل بویہ کی حکومت کے خاتمہ تک (سنہ ۴۴۸ ہجری) عاشور کے دن رسمی طور پر عزاداری کا انعقاد کیا جاتا تھا، اس دن بازار بند

---

[1]۔ پیشگویی ہای امیر المؤمنین علیہ السلام از فتنہ ہا و حوادث آیندہ: ۴۱۱.

[2]۔ المنتظم: ۱۱/۷/۲۳۔

[3]۔ ذہبی کہتے ہیں: «وھذا أوّل یوم نیح علیہ بغداد»؛ تاریخ اسلام و وفیات المشاہیر والأعلام: ۱۱ حوادث سال ہای ۳۸۰-۳۵۱.

ہوتے تھے اور شیعہ اجتماعی طور پر عزاداری کرتے تھے۔[1]

شیعہ ان مراسم اور مجالس میں اس طرح سے شریک ہوتے تھے کہ ابن اثیر اور ابن کثیر کے مطابق شیعوں کی کثرت اور سلطان (یعنی معزّالدولہ) کی حمایت کی وجہ سے بغداد کے اہل سنّت اسے کسی صورت میں بھی روک نہیں سکتے تھے۔[2]

اس کے باوجود بغداد میں متعصب سنّیوں کی موجودگی کی وجہ سے یہ مراسم کبھی بھی پرامن کی فضا میں منعقد نہیں ہوتی تھیں اور کبھی محلّہ باب البصرہ اور محلّہ نہر قلابتی میں رہنے والے حنبلی مذہب سے تعلق رکھنے والے متعصب سنّی، شیعوں پر حملہ کیا کرتے تھے۔[3]

اسی مذہبی تصادم کے نتیجہ میں سنہ ۴۱۶ ہجری میں محلّہ کُرخ میں سید مرتضٰی اور سنہ ۴۴۸ ہجری میں شیخ طوسی کے گھر کو نذر آتش کر دیا گیا، جس سے ان کی تمام کتابیں جل کر راکھ ہو گئیں اور شیخ طوسی مجبوراً نجف کی طرف ہجرت کر گئے۔[4]

جو محفل شدید نزاع و اختلاف کا باعث بنی، وہ معزّالدولہ کے حکم پر ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۳۵۲ ہجری کو عید سعید غدیر کا جشن تھا۔[5]

ان دو باتوں کی وجہ سے بغداد میں اہلسنت شیعوں کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے، لہٰذا

1۔ المنتظم: ۱۵۰/۱۴.

2۔ الکامل فی التاریخ: ۲۷۹/۷، البدایۃ والنہایۃ: ۲۵۹/۱۱.

3۔ المنتظم: ۷۵/۱۴، ۸۴ اور ۱۰۹.

4۔ المنتظم: ۱۷۱/۱۵ اور ۵۸/۱۶، البدایۃ والنہایۃ: ۷۳/۱۲. سلجوق ترکوں کے بر سر اقتدار آنے اور طغرل بیک کے وزیر عمید الملک کُندُری کے انتہائی تعصب کی وجہ سے یہ مذہبی تنازعات شدت اختیار کر گئے۔

5۔ المنتظم: ۱۵۱/۱۴.

انہوں نے بھی روز عاشورا اور عید غدیر کی طرز پر مجالس و محافل منعقد کرنا چاہئیں۔ انہوں نے عاشورا کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھارہ محرم کو مَسکِن میں معصب بن زبیر کے قتل کی مناسبت سے اس کے مزار پر مجلس کا انعقاد کیا اور عید غدیر کا مقابلہ کرنے کے لئے ۲۶ ذی الحجہ کو ((روز غار)) کی مناسبت سے جشن کا اہتمام کیا۔[1]

معزّ الدولہ کے سنہ ۳۵۱ ہجری میں اقدامات سے ان کے شیعہ ہونے کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نیز انہی کے حکم پر بغداد کی مساجد کے دروازوں پر کچھ شیعہ شعائر لکھے گئے، ان شعائر میں سے ایک یہ تھا:

لعن الله ...، ولعن من غصب فاطمه (علیها السلام) فدكاً، ومن منع أن يدفن الحسن(عليه السلام) عند قبر جدّه، ومن نفى أباذر الغفارى ومن أخرج العبّاس من الشورى.[2]

[1] ـ المنتظم: ۱۵/۱۷۱ اور ۱۶/۵۸، البداية والنهاية: ۱۲/۷۳. سلجوق ترکوں کے بر سر اقتدار آنے اور طغرل بیک کے وزیر عمید الملک کُندُری کے انتہائی تعصب کی وجہ سے یہ مذہبی تنازعات شدت اختیار کر گئے۔
المنتظم: ۱۵/۱۴. ''روز غار'': یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کے موقع پر ابو بکر کے ساتھ غار ثور میں جانے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ واقعہ ربیع الاوّل میں پیش آیا اور اس کا ۲۶ ذی الحجہ سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن عقل کے اندھوں نے تواتر کے بر خلاف مذہبی تعصّبات کی بنا پر ۱۸ ذی الحجہ کے دن عید غدیر کے مقابلہ میں جشن کے لئے اس دن کا انتخاب کیا۔ (یہاں یہ نکتہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ غار ثور کے اس واقعہ میں آپ کے ساتھ ابو بکر کے جانے میں بھی اختلاف ہے).

[2] ـ المختصر فی إخبار البشر: ۲/۱۰۴، الکامل فی التاریخ: ۷/۲۵۷.

یہ واضح سی بات ہے کہ عباسی خلیفہ کی رضائیت کے لئے لکھے گئے آخری جملہ کے علاوہ باقی تمام جملوں سے اہل سنت کی مخالفت میں اضافہ ہوتا، اور اسی وجہ سے جلد ہی یہ نعرے مٹا دیئے گئے اور جب معزّ الدولہ نے ان نعروں کو دوبارہ لکھنے کا حکم دیا تو ان کے وزیر مہلبی نے انہیں یہ کام کرنے سے منع کیا۔ لہٰذا انہوں نے یہ جملہ «لعن الله الظالمين لآل رسول الله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) من الأوّلين والآخرين» لکھنے پر ہی اکتفا کیا اور صرف معاویہ پر واضح طور پر لعنت کی گئی۔ [1]

اس کی یہ وجہ تھی کہ معاویہ پر صرف شیعہ ہی لعنت نہیں کرتے تھے، بلکہ اس تاریخ سے پہلے بھی اس پر منبروں سے معاویہ پر لعنت کی جاتی تھی۔ مأمون، معتز اور معتضد ان لوگوں میں سے تھے، جو معاویہ پر منبروں سے لعنت کیا کرتے تھے۔ [2]

اسی طرح سنہ ۳۲۱ ہجری میں خلیفہ کے دربار میں ترک امراء میں سے علی بن تلبق اور اس کے کاتب حسن بن ہارون نے بھی یہ کام انجام دیا تھا۔ [3]

یہ دو جملے «أشهد أنّ عليّاً وليّ الله» اور «حيَّ على خير العمل» شیعوں کے سب سے واضح شعار ہیں، جنہیں آل بویہ نے اپنی حکومت کے اختتام تک اذان میں احیا کیا۔ [4]

---

[1]۔ المنتظم: ۱۴/۱۴۰.

[2]۔ تاریخ الُامم والملوک: ۸/۱۸۲اور ۱۸۳.

[3]۔ تجارب الُامم: ۵/۲۶۰.

[4]۔ نشوار المحاضرة وإخبار المذاكرة: ۲/۳۳، البداية والنهاية: ۱۱/۲۸۷، اور ۱۲/۳، السيرة الحلبية...: ۱/۳۰۵، مزید تفصیلات کے لئے ر۔ک: الصحيح من سيرة النبی الأعظم صلّى الله عليه وآله وسلم: ۴/۲۷۷ کے مابعد.

جب سنہ ۴۴۸ ہجری میں طغرل بیک سلجوقی بغداد میں داخل ہوا اور اس نے آل بویہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا تو سنہ ۵۲۸ ہجری تک اسلامی ممالک میں یہ اذکار اذان سے نکال دیئے گئے اور پھر شاہ اسماعیل صفوی کے زمانے میں ان کے حکم پر ایران میں دوبارہ سے اذان میں یہ دونوں جملے کہے جانے لگے۔[1]، [2]

امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام نے تین سو سال پہلے آل بویہ کی حکومت کے بارے میں پیشنگوئی کی تھی۔ آل بویہ نے بھی اپنے دور حکومت میں شیعیت کے لئے بہت بڑی خدمات انجام دیں:

۱۔ انہوں نے «أشهد أنّ عليّاً وليّ الله» اور «حيَّ على خير العمل» کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس بنا پر لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ صفویہ نے سب سے پہلے اذان میں شہادت ثالثہ کو رائج کیا تھا اور نہ ہی ان کا تشیع کو دین صفیہ کہنا درست ہے؛ کیونکہ صفویہ سے پہلے آل بویہ نے بھی سو سال سے زیادہ مدت تک اذان میں شہادت ثالثہ کو زندہ رکھا۔

۲۔ امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کے حرم کی تعمیر نو۔

۳۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم کی تعمیر نو۔

۴۔ معز الدولہ کے حکم پر سنہ ۳۵۲ ہجری میں عید غدیر کے جشن کا انعقاد۔

۵۔ سنہ ۳۵۲ ہجری سے آل بویہ کی حکومت کے خاتمہ تک عاشورا کے دن حضرت امام

---

[1]۔ احسن التواریخ: ۶۱/۲۔ اس نکتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ شاہ اسماعیل کی سلطنت کا آغاز سنہ ۹۰۷ ہجری میں ہوا، اس بنا پر طغرل سے شاہ اسماعیل تک ۴۵۹ سال کا فاصلہ ہے.

[2]۔ تاریخ تشیّع: ۵۷/۲.

حسین علیہ السلام کی عزاداری کی مجالس اور مراسم کا انعقاد۔ اس دن بغداد میں بازار بند ہوتے تھے اور شیعہ اجتماعی صورت میں عزاداری کیا کرتے تھے۔

تشیع کے لئے آل بویہ کی دوسری بھی کئی خدمات بھی ہیں، جو تاریخ کی کتابوں میں ذکر ہوئی ہیں۔[1]

[1]۔ رک: ۱-آل بویہ واوضاع زمان ایشان، ۲-تاریخ آل بویہ۔

تیسرا باب

زیارت اور عزاداری کی مخالفت

زیارت اور عزاداری کی مخالفت

شیعوں کے مخالفین زیارت اور عزاداری کی کیوں مخالفت کرتے ہیں؟
وہ اہل بیت علیہم السلام کے زائرین کو کیوں قتل کرتے ہیں؟
وہ امام حسین علیہ السلام کے لئے شیعوں کی عزاداری سے کیوں خوفزدہ ہیں؟
کچھ ممالک میں مجالس عزا کے انعقاد پر کیوں پابندی ہے؟
وہ عزاداری کو روکنے کے لئے کیوں غیر انسانی افعال انجام دیتے ہیں؟
اکثر افراد ان سوالوں کے جوابات جاننا چاہتے ہیں۔

یہ واضح سی بات ہے کہ ان کے پس پردہ کچھ عوامل کارفرما ہیں جنہیں کچھ لوگ آشکار نہیں کرنا چاہتے۔

ہم ان سوالوں کے جواب دینے سے پہلے آپ کی توجہ ایک حقیقت کی طرف مبذول کروانا چاہیں گے کہ دنیا بھر میں ہونے والی عزاداری کی مخالفت صرف دور حاضر سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ پہلی صدی ہجری سے ہی عزاداری کی مخالفت کا آغاز ہو گیا تھا اور پھر اس کے بعد بھی اس مخالفت کا سلسلہ جاری رہا اور عزاداری کرنے کی پاداش میں شیعوں کے ہزاروں افراد کو قتل کیا گیا، لیکن اس کے باوجود شیعہ عزاداری سے دستبردار نہیں ہوئے اور

انہوں نے مجالس عزا کے انعقاد کے ذریعے عزاداری کے سلسلہ کو جاری رکھا۔

تاریخی کتب کی روشنی میں امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی مخالفت کے بارے میں ایک رپورٹ

«تاریخی کتابوں کی روشنی میں عاشورا کے دن مجالس عزا کے انعقاد پر ہونے والے تنازعات کا آغاز چوتھی صدی ہجری کے آخر میں ہوا۔

ابن اثیر اور ابن کثیر جیسے مؤرخین نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہ بغداد کے کرخ نامی محلّہ میں حنبلی سنیوں نے سنہ ۳۵۳ ، ۳۶۱ ، ۳۶۲ اور ۳۶۳ ہجری میں شیعوں کی عزاداری کو روکنے کی کوشش کی۔ معزالدولہ کے حکم پر پہلی مرتبہ کھلے عام عزاداری کرنے کے دس سال کے بعد سنہ ۳۶۲ ہجری میں یہ اختلافات اور فسادات شدت اختیار کر گئے۔ ابن اثیر اپنی کتاب ''الکامل'' میں لکھتے ہیں کہ اس سال محرم الحرام کے دوران بغداد میں فسادات کی وجہ سے ۱۷ہزار افراد کو آگ میں جلا دیا گیا، تین سو دکانیں اور ۳۳ مساجد جل کا خاکستر ہو گئیں اور لوگوں کی املاک کو نقصان پہنچایا گیا۔ ان تنازعات کی وجہ سے شیعوں میں عزاداری کو مزید فروغ ملا اور انہوں نے اس کے انعقاد پر اصرار کیا۔

سلجوقیوں کے بر سر اقتدار آنے اور بالخصوص سلطان محمود غزنوی کے دور میں حکومت کی طرف سے عزاداری پر پابندی عائد کرنے کی وجہ سے ان تنازعات میں شدت آگئی۔ اس کے لئے بطور نمونہ سنہ ۴۰۶ ، ۴۰۷ ، ۴۰۸ ، ۴۱۷ ، ۴۲۲ ، ۴۴۱ ، ۴۴۳ ، ۴۴۵ اور ۴۵۸ ہجری کے فسادات اور تنازعات کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری میں بھی ان

اختلافات کا سلسلہ جاری رہا»۔[1]

امام حسین علیہ السلام کے عزاداروں اور زائروں کو قتل کرنے کا سلسلہ صرف گزشتہ صدیوں تک ہی محدود نہیں تھا، بلکہ ہمارے زمانے میں بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری کے مخالفین عزاداری اور زیارت کی روک تھام کے لئے وسیع پیمانے پر منصوبے بنارہے ہیں اور ان پر عمل کر رہے ہیں۔

محرم کی عزاداری میں شیعوں کو جلانا اور اربعین کی زیارت میں ان کا قتل عام

چوتھی صدی ہجری میں عزاداروں کو قتل کرنے یا جلا کر شہید کرنے سے نہ صرف یہ کہ وہ شیعوں کی عزاداری کو نہیں روک سکے بلکہ اس سے شیعوں میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری نے مزید فروغ پایا۔

یہ عزاداری صدیوں سے جاری رہی اور آخرکار اربعین حسینی کے ایّام میں اس کا سلسلہ لاکھوں شیعوں کی زیارت تک جا پہنچا۔ اس سے پہلے دشمن صرف عزاداری سے خوفزدہ تھے لیکن اب وہ اربعین کے ایّام میں شیعوں کی زیارت سے بھی خائف ہیں جس کی وجہ سے وہ زیارت کی مخالفت کر رہے ہیں اور زائرین کو شہید کر کے اربعین کے موقع پر لاکھوں کی تعداد میں آنے والے زائرین کو روکنے کے لئے اپنی مخالفت کا اظہار کرتے ہیں۔

---

[1]۔ فرہنگ سوگ شیعی: ۳۴۶.

انہوں نے کئی سالوں تک اربعین کے دنوں میں زائرین کو شہید کیا۔ ہم عراق میں سنہ ۱۲۹۰ سے ۱۳۹۷ ہجری اور اور اسی طرح سنہ ۱۴۲۵ ہجری سے ۱۴۳۴ ہجری تک کے خونی اربعین کے بارے میں رپورٹ پیش کرتے ہیں۔

ان دونوں رپورٹوں پر غور کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ عزاداری اور زیارت کے دشمنوں کی تمام تر کوششوں کے باجود عزاداروں اور زائرین پر کوئی منفی اثر نہیں پڑا، بلکہ دنیاوالے اربعین کے موقع پر امام حسین علیہ السلام کے زائرین کے اجتماع کو تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع قرار دیتے ہیں۔ اب ان دو رپورٹوں پر توجہ کریں:

معاصر عراق میں خونی اربعین

«۱- سنہ ۱۳۹۰ سے ۱۳۹۷ ہجری تک کے خونی اربعین:

عراق میں گزشتہ دور سے اب تک اربعین کے دن لاکھوں زائرین امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر کی طرف زیارت کے لئے آتے ہیں اور اب ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ ڈاکٹر علی الوردی لکھتے ہیں:

دیالہ کے علاقے میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان بقائے امن کے لئے باہمی تعاون کا مشاہدی کیاجا سکتا ہے اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ سنی محلے کے لوگ مجالس عزا اور ماتمی جلوسوں میں شرکت کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ اپنے مخصوص دستے بھی نکالتے ہیں اور یہ صورتحال ناصریہ جیسے شہروں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔[1]

[1]۔ ر.ک: سابقہ سوگواری برای سالار شہیدان در عراق.

لیکن بعثیوں کے غلبہ کے ساتھ ہی احمد حسن البکر کے دور میں شیعوں کے خلاف پر تشدد رجحان میں شدت آ گئی اور عراق کی بعثی حکومت نے اس مقدس تحریک کو کئی بار خاک و خون میں ملا دیا۔ انہی خونی سالوں میں سے ایک سنہ ۱۳۹۷ ہجری بھی ہے کہ جس میں بعثی حکومت مشی کے دوران پورے راستے زائرین کو آسمان اور زمین سے گولیوں کا نشانہ بناتی رہی۔ سنہ ۱۳۹۷ ہجری میں ان شہداء کی تعداد کے بارے میں دقیق اور صحیح معلومات نہیں ہیں لیکن یہ کہا جا سکتا ہے اس سال ہزاروں بے گناہ شیعہ مارے گئے۔

۲۔ عراق میں سنہ ۱۴۲۵ سے ۱۴۳۴ ہجری تک کے خونی اربعین:

صدام نے اپنے تیس سال سے زیادہ دور حکومت میں اہل بیت علیہم السلام کی مجالس عزا پر پابندی عائد کر رکھی تھی، کئی سالوں سے عراق کے لوگوں کا دل بھرا ہوا تھا اس لئے اس کی ہلاکت کے بعد ائمہ اطہار علیہم السلام کے حرم میں لوگوں کا سمندر امنڈ آیا۔ اس وجہ سے اربعین کے موقع پر مشی (پیدل سفر) کا اجتماع عالمی سطح پر شیعوں کے سب سے بڑے اور عظیم اجتماع میں تبدیل ہو گیا۔

آج دوسری تمام مناسبتوں کی بنسبت امام حسین علیہ السلام کے اربعین میں مسلمانوں کی سب زیادہ شرکت دیکھی جا سکتی ہے۔ سنہ ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۰ء میں اربعین کے موقع پر امام حسین علیہ السلام کے زائرین کی تعداد ۱۰ سے ۱۴ ملین تھی، اسی طرح اعداد و شمار کے مطابق سنہ ۲۰۱۳ء میں اربعین کے موقع پر ۲۰ ملین افراد نے شرکت کی، جسے دنیا کا سب سے بڑا اجتماع قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر سال دوسرے ادیان و مذاہب سے تعلق رکھنے والے

ہزاروں افراد اربعین میں شرکت کرنے کے لئے کربلا آتے ہیں۔

پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ موجودہ دور میں شیعوں کے پاس اربعین حسینی کی صورت میں دنیا کا سب سے بڑا انسانی اجتماع موجود ہے۔شرکاء کی تعداد کے لحاظ سے یہ حج کے عظیم اجتماع سے بھی بڑا اجتماع ہے،جس میں چار ملین مسلمان شرکت کرتے ہیں۔ گزشتہ کئی سالوں سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت اربعین کے موقع پر شرکاء کی تعداد حج تمتع سے چار گنا زیادہ ہوتی ہے۔

دنیا کے بڑے اجتماعات کی فہرست میں اربعین کے اجتماع کی برتری

۱۔دسمبر سنہ ۲۰۱۳ء میں اربعین کے موقع پر کربلا میں ۲۰ ملین شیعوں کا اجتماع۔

۲۔جنوری سنہ ۲۰۱۳ء میں اربعین کے موقع پر کربلا میں ۱۵ سے ۱۸ ملین شیعوں کا عظیم اجتماع۔

۳۔سنہ ۲۰۱۲ء میں اربعین کے دن کربلا میں ۱۵ سے ۱۸ ملین شیعوں کا اجتماع۔

۴۔سنہ ۲۰۱۱ء میں اربعین کے دن کربلا میں ۱۵ ملین شیعوں کا اجتماع...» [1]، [2]

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ سنہ ۱۴۳۵ ہجری میں اربعین کے موقع پر زائرین اور عزاداروں کے اجتماع میں مزید اضافہ ہوا اور اس میں شرکاء کی تعداد ۲۰ ملین تک ریکارڈ کی گئی، جس نے دنیا کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کیا۔جس کی وجہ سے ہزاروں افراد کے دل تشیع کی

---

[1]۔ نسل کشی سادات و مسلمانان شیعہ: ۶۹۳۔

[2]۔ سنہ ۲۰۲۲ء میں اربعین حسینی میں ۲۱ ملین سے زیادہ زائرین شریک ہوئے۔(مترجم)

طرف مائل ہوئے۔ کربلا میں عزادار زائرین کا اجتماع مکہ میں حاجیوں کے اجتماع سے کئی گنا بڑا اجتماع ہے، جس سے دنیا کے سیاستدانوں کے غیظ و غضب، غصے اور خوف و ہراس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس سے دنیا کی بڑی سیاسی تنظیمیں خوفزدہ ہیں۔ ہم آپ کو اگلے صفحات میں ان کے خوف و ہراس کے بارے میں بتائیں گے اور ان کے خوف کی وجہ بھی بیان کریں گے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کے جشن ولادت میں شیعوں کا قتل عام

قابل غور بات یہ ہے کہ دشمنوں کی دشمنی صرف عزاداری اور زیارت تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ انہوں نے شیعوں کے جشن کی بھی مخالفت کی اور مختلف ممالک میں بارہا شیعوں کے اجتماعات کو نشانہ بنا کر متعدد شیعوں کو شہید کیا۔

دہشت گرد گروہوں نے عید غدیر کے جشن کی تقریبات کے دنوں میں شیعوں پر سب سے زیادہ حملے کئے ہیں۔

ہم آپ کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں:

«شیعوں کی مذہبی تقریبات پر حملے صرف عزاداری کی حد تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ متعصب افراد کی جانب سے شیعوں کے جشن کی محافل پر بھی پوری تاریخ میں کئی بار حملے ہوتے رہے ہیں۔ دور حاضر میں بھی عید غدیر اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی ولادت کے موقع پر جشن کی محافل پر دہشتگردی کے حملوں میں شیعوں کا قتل عام کیا گیا، منجملہ حضرت امام

حسین علیہ السلام اور حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کی ولادت کے جشن اور دعائے کمیل کے دوران زاہدان کی جامع مسجد کے سامنے دو بم دھماکے کیے گئے، جس میں تازہ ترین شائع شدہ اعداد و شمار کے مطابق ۲۷ افراد شہید اور ۱۶۰ سے زیادہ زخمی ہوئے۔[1] اسی طرح سنہ ۱۴۳۴ ہجری میں عید غدیر خم کے موقع پر عراق کے جنوب میں ۳۰ کلو گرام سے زائد دھماکہ خیز مواد برآمد ہوا، جس سے دہشت گردوں نے عید غدیر کے جشن کے موقع پر دھماکہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

علاوہ ازیں بحرین میں آل خلیفہ حکومت کی سیکورٹی فورسز نے سنابس نامی گاؤں میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر جشن کی تقریبات پر حملہ کرتے ہوئے آنسو گیس اور گولیوں کا بے دریغ استعمال کیا اور بڑی تعداد میں شرکاء کو زخمی کیا گیا۔ انسانی حقوق کی ویب سائٹس نے آل خلیفہ کے کرائے کے فوجیوں کے حملے میں زخمی ہونے والے بحرینی شہریوں کی تصویریں شائع کیں کہ جنہیں میلاد النبی ﷺ کی ولادت کی تقریب کے دوران نشانہ بنایا گیا تھا۔»[2]

اب اس واقعہ پر بھی توجہ کریں:

محرم و صفر اور ان کے علاوہ دوسرے ایّام میں زیارت اور عزاداری کے لئے زائرین اور عزاداروں کے اجتماعات اور اسی طرح عید غدیر کے موقع پر شیعوں کی خوشی اور جشن کی تقریبات کے اجتماعات صرف ہمارے زمانے سے ہی مخصوص نہیں ہیں، بلکہ عراق کی بعض

---

[1] ۔ العالم چینل کی رپورٹ۔

[2] ۔ نسل کشی سادات و مسلمانان شیعہ: ۷۰۵۔

حکومت سے پہلے ایّام عزا میں ہزاروں لوگ کربلا کی طرف پیدل سفر کیا کرتے تھے اور اسی طرح عید غدیر کے موقع پر عراق کے مختلف شہروں سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ عید غدیر کا جشن منانے کے لئے نجف اشرف کی طرف پیدل سفر کیا کرتے تھے ۔بعض سفر ناموں میں نجف اشرف کی طرف شیعوں کے پیدل سفر کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جو اس وقت عراق کی قلیل آبادی کو دیکھتے ہوئے بہت ہی حیران کن ہے۔

غدیر عید منانے کے لئے شیعوں کے نجف اشرف کی طرف پیدل سفر کے بارے میں لکھے گئے ایک سفر نامہ میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جو بڑا عجیب ہے اور اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ قدیم الایّام سے شیعہ اس مشّی (پیدل سفر) کے پابند تھے اور جان و دل سے اس میں شرکت کرتے تھے۔اب آپ اس رپورٹ پر توجہ کریں:

عید غدیر کے موقع پر نجف کی طرف پیدل سفر میں شیعوں کا ہجوم

پندرہ ذی الحجہ کی صبح زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ہم نے نجف اشرف کی طرف روانہ ہونے کا فیصلہ کیا اور راستے میں عید غدیر کی زیارت کے لئے جانے والے لوگوں کا اتنا ہجوم دیکھا کہ اگر کسی کو پانی کا کاسہ دیا جاتا تو وہ دست بہ دست ہوتا ہوا کربلا سے نجف پہنچ جاتا۔ یعنی کربلا کے تمام زائرین اور وہاں کی ایک تہائی آبادی نجف اشرف کی طرف روانہ ہو چکی تھی کہ جس میں عورتیں اور مرد شامل تھے۔ نیز بغداد، کاظمین اور گرد و نواح میں رہنے والے باشندے بھی نجف اشرف کی طرف روانہ ہو چکے تھے ، راستے میں

لوگوں کا یہ ہجوم عقل میں نہیں سما رہا تھا۔[1]

مقام ولایت کے عاشقوں کے دلوں کو زخمی کرنے والا نکتہ

اگر آپ تاریخ کی ورق گردانی کریں اور دنیا کی عظیم ترین شخصیات کی زندگی پر غور کریں کہ جن میں عظیم شہنشاہ، دانشور اور انبیائے الٰہی شامل ہوں لیکن کسی کی زندگی میں بھی آپ کو امیر المؤمنین علی علیہ السلام جیسی مظلومیت دکھائی نہیں دے گی، ان میں سے کسی کی زندگی میں بھی صدیوں پر محیط دشمنی اور مخالفت نہیں پائی جاتی جو آپ کے خلاف کئی صدیوں تک جاری رہی۔

کیا پوری کائنات میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے امیر کائنات حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ دشمن ہوں ؟وہ بھی ایسے دشمن جو ان کے خلاف وسیع پیمانے پر عنادانہ کاروائیاں کریں۔

امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کی عظمت کو تصور کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔جب خدا اور رسول خدا ﷺ کے سوا کوئی بھی آپ کو نہیں پہچان سکتا تو پھر آپ کے اتنے مخالف کیوں تھے ؟

امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام کے یہ تمام دشمن اور مخالفین کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ کی زیارت کے لئے جائیں اور وہ بھی صدیوں تک آپ کو برا بھلا کہنے ،آپ پر بہتان تراشی کرنے اور تہمتیں لگانے کے باوجود آپ اور زیادہ

[1]۔ پنج سفر نامہ یا سفر بہ اقلیم عشق: ۳۹۷.

درخشاں ہوئے ،اور آپ کے دشمن مزید ذلیل وخوار اور رسوا ہوئے۔

اسی وجہ سے آپ کے بے حیا اور بے شرم دشمنوں نے آپ کے شیعوں اور پیروکاروں کے بھی دشمن بن گئے اور انہیں اپنی دشمنی کا نشانہ بنانے لگے تاکہ اس طرح کی کاروائیوں سے شاید وہ ان کی زیارت اور عزاداری کو ختم کر سکیں اور امیر کائنات امام علی علیہ السلام اور آپ کے شیعوں کا نام ونشان مٹا سکیں۔ وہ اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کر چکے ہیں اور اب بھی خرچ کر رہے ہیں۔

سعودی شہزادے کا شیعوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کرنے کا اعتراف

«فرانس کے دارالخلافہ میں رہنے والا سعودی مخالف شہزادہ ترکی بن بندر بن محمد بن عبدالرحمان نے متعدد روشن فکر دانشوروں، صحافیوں اور عرب سیاست دانوں کی موجودگی میں آل سعود کے شیعہ مخالف منصوبوں کے بارے میں اہم معلومات کا انکشاف کیا۔ترکی بن بندر نے اپنے ایک بیان میں کہا:

ایک شیعہ مسلمان سلفی مسلمان سے بہتر ہے۔کیونکہ شیعہ مسلمان حسین علیہ السلام کی زیارت کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے ، لیکن سلفی مسلمان اپنے اعمال کے ذریعے شیطان کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے ،اس حقیقت کے باوجود وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا کا قرب حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ شیعہ اسلام کے حرام کردہ کاموں کو انجام نہیں دیتے ، جیسے کسی کو قتل کرنا، لیکن سلفی آسانی سے یہ کام کرتے ہیں۔

انہوں نے پہلی مرتبہ ان رازوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا:

جب میں وزارت داخلہ اور سعودی انٹیلی جنس میں کام کر رہا تھا تو وہاں ‹‹شعبۂ روافض›› کے نام سے ایک خاص شعبہ تھا۔اس شعبہ کا بجٹ تین ممالک تیونس، اردن اور یمن کے کل بجٹ کے برابر تھا۔

اس شعبہ کو سونپی گئی کچھ اہم ذمہ داریاں یہ تھیں کہ یہ شیعوں کے خلاف سازشیں کریں، جعلی اور من گھڑت کتابوں کے ذریعے لوگوں کے سامنے ان کی غلط تصویر پیش کی جائے اور حج کے دوران یہ کتابیں حاجیوں میں تقسیم کی جائیں تاکہ حاجیوں کو شیعوں کے قتل پر اکسایا جاسکے۔

انہوں نے اپنے بیان میں مزید یہ کہا: ‹‹جب میں سعودی انٹیلی جنس میں کام کر رہا تھا تو سعودی عرب نے ایک شیعہ نما عالم کی خدمات حاصل کی تھیں۔وہ سعودی انٹیلی جنس کے سب سے نمایاں لوگوں میں سے ایک تھا اور اس نے ایک خصوصی چینل، میگزین اور ریڈیو کھولنے کے لئے پہلی مرتبہ ہی سعودی عرب سے 70 لاکھ ڈالر وصول کئے تھے۔ان حمایتوں کے بدلے میں سعودی حکومت نے اس سے اپنے احکامات کو نافذ کرنے کا تقاضا کیا، ان میں سے کچھ احکامات یہ تھے کہ وہ لوگوں کو یہ بتائے کہ حسین علیہ السلام کے زائرین کتے ہیں، امام حسین علیہ السلام کی عزاداری فارس اور ہندوستان کی بدعت ہے...اس عالم نما شخص کی موت کے بعد سعودی حکومت نے کچھ دوسرے عالم نما افراد کی خدمات حاصل کیں، جن میں کچھ لوگ اب عراق میں موجود ہیں، جنہیں عراقی انٹیلی جنس کے سابق افسر کے ذریعہ بھرتی

کیا گیا تھا، ان افراد میں الصرخی، الحسنی وغیرہ کے نام ذکر کر سکتے ہیں، جنہیں سعودی عرب سے لاکھوں ڈالر ملتے ہیں، لیکن پھر بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ شیعوں کے نزدیک ان کی اہمیت مہروں اور کٹھ پتلیوں سے زیادہ نہیں ہے اور کچھ سادہ لوح افراد کے علاوہ کوئی بھی ان کی پیروی نہیں کرتا»۔[1]

شیعوں کے قتل کے فتاویٰ

شیعوں کو قتل اور شہید کرنے کا ایک مؤثر ترین طریقہ وہابی مفتیوں کے فتووں سے استفادہ کرنا ہے۔وہابی مفتیوں نے کبھی انفرادی طور پر اور کبھی اجتماعی طور پر شیعوں کو قتل کرنے کا فتویٰ جاری کیا اور انہیں کافر گروہ قرار دیا۔

بعض وہابی مفتی یہودیوں کے قتل کو حرام قرار دیتے ہیں لیکن وہ شیعوں کو قتل کرنا حلال اور جائز سمجھتے ہیں اور ان کے وجود کو یہود و نصاریٰ سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں۔

وہابی مفتیوں کے فتاویٰ سے آگاہ ہونے کے لئے اس مطلب پر غور کریں:

شیعوں کے ظالمانہ قتل عام کی ایک اہم وجہ تکفیری فتاویٰ ہیں، مثال کے طور پر شیخ ناصر الدین الالبانی وہابیوں کا ایک مشہور مفتی ہے، جس نے یہ فتوا دیا ہے:

«شیعوں کو قتل کرنا جائز ہے لیکن یہودیوں کو قتل کرنا حرام ہے۔!»[2]

---

[1]۔ نسل کشی سادات و مسلمانان شیعہ: ۶۷۰۔

[2]۔ یہ مشہور وہابی عالم البانیہ میں پیدا ہوا، جس نے مقبوضہ سرزمین میں صیہونی آبادکاروں کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کو بارہا حرام قرار دیا تھا۔آپ ویب سائٹ www.shia-online.com پر اس بارے میں رپورٹ اس ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

یہ اس صورت میں ہے کہ جب حالیہ برسوں میں تکفیری افکار کے رجحان سے معقول طریقے سے نمٹنے اور پر تشدد مذہبی کارروائیوں سے لاتعلّقی کا اظہار کرنے کی بجائے دسمبر ۲۰۰۶ء میں سعودی عرب کے ۳۸ سلفی علماء نےایک بیان میں اپنے پیروکاروں کو شیعوں کے قتل کی ترغیب دلائی۔

ہم یہاں شیعوں کے قتل عام کے حوالے سے سعودی وہابی مفتیوں کے چند شرمناک فتووں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱. «**سعد الدریم**»: اس نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے: «مجاہدین (دہشتگردوں) کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ رافضی (شیعہ) عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کریں اور اس طرح ان کے دلوں میں خوف اور وحشت پیدا کریں»۔

۲. **ناصر العمر**: کچھ عرصہ پہلے اس وہابی مفتی سے ایک ذومعنی سوال کیا گیا، جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

«جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اسلام کو یہود و نصاریٰ سے زیادہ رافضیوں سے خطرہ ہے، ہم اسلام کو بچانے کے لئے رافضیوں کے خطرے پر کیسے قابو پا سکتے ہیں؟!!»

اس سوال کے جواب میں ناصر العمر نے کچھ وحشتناک جملے کہے جن کا خلاصہ یہ ہے:

«سب سے پہلے تو ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ شیعوں کو ایک اسلامی جہادی حکومت کے بغیر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد شیعوں کے پاس دو راستے ہیں: یا یہ کہ وہ اسلام قبول کر لیں! یا یہ کہ ان کا سر قلم کر دیا جائے اور اگر وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے

پر اصرار کریں توآپ ان کے ساتھ اس طرح پیش آئیں:

۱۔ تمام شیعوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کریں اور انہیں ان کے ہی خون میں نہلائیں، اور یہ کتنا خوبصورت منظر ہے جب آپ شیعوں کی لاشوں کو خون کے سمندر میں تیرتے ہوئے دیکھیں اور خون کی موجوں کی آواز سے آپ کے کانوں کو سکون ملے، اور ان کی لاشوں کو دیکھ کر تمہاری آنکھوں میں خوش کی لہر دوڑ جائے۔

۲۔ ان کی عورتوں کو اسیر بنا کر لے جائیں اور انہیں جنگجوؤں میں عادلانہ اور منصفانہ طریقے سے تقسیم کر دیا جائے۔

۳۔ شیعہ بچوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سیکھنے پر مجبور کریں اور انہیں توحید اور درست عقائد کی تعلیم دیں اور انہیں عسکری تربیت دیں تاکہ جہاد اور اسلامی فتوحات میں ان سے استفادہ کیا جاسکے۔

۴۔ شیعوں کی عبادتگاہوں اور شرک آلود ضریح کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔

۵۔ ان کے گھروں کی تلاشی لیں اور ان کی مشرکانہ کتابوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔

۶۔ عاشورا کے دن جشن منائیں اور شیعوں کو اس جشن میں شرکت کرنے پر مجبور کیا جائے۔

۷۔ انہیں معاویہ، یزید، عائشہ اور حفصہ کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھنے پر مجبور کیا جائے ...»۔[1]

[1]۔ نسل کشی سادات و مسلمانان شیعہ: ۳۶ ۷.

جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ ناصر العمر اپنے لئے شیعوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔

اس نے شیعوں کو تباہ کرنے کے طریقے بتائے ہیں جن میں سب سے اہم طریقہ اہل بیت علیہم السلام کے حرم اور ضریح کو تباہ کرنا ہے اور دوسرا یہ کہ شیعوں کو عاشورا کے دن عزاداری ترک کرنے پر مجبور کیا جائے اور اس دن جشن منایا جائے اور شیعوں کو عاشورا کے دن جشن میں شریک ہونے پر مجبور کیا جائے۔[1]

ان وہابی افراد کی باتوں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ شیعوں کے دشمن کس حد تک «زیارت» اور «عزاداری» کے مخالف ہیں اور ان دونوں کو شیعوں کی بقاء کا عامل سمجھتے ہیں اور وہ اپنے لئے شیعوں کو یہود و نصاریٰ سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں۔

[1] ۔اموی روایت کو احیاء کرنے کے لئے امام حسین علیہ السلام سے دشمنی میں ۱۰ ہزار سعودیوں کا اقدام گنیز ولڈ بک آف ریکارڈ میں درج ہے۔

« دنیا میں ماہ رمضان کے علاوہ اتنی تعداد میں اجتماعی طور پر افطار کرنے والے روزہ داروں کی یہ سب سے بڑی تعداد سمجھی جاتی ہے، اور اسے گنیز ولڈ بک آف ریکارڈ میں درج کیا گیا ہے»۔

جام نیوز انٹر نیشنل سروس نے الیکٹرانک اخبار «سبق» کے حوالے سے بتایا کہ عاشورا کے دن ۱۰ ہزار سعودی شہریوں نے جدہ کے الجوہرہ اسٹیڈیم کے سامنے روزہ افطار کیا۔

سعودی عرب کے «سبق» اخبار کے مطابق سعودی شہریوں نے عاشورا کے دن روزہ رکھا تھا اور اس دن جشن منانے کے طور پر انہوں نے متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کی ٹیموں کے درمیان فٹ بال میچ سے کچھ گھنٹے پہلے اجتماعی افطاری کی۔

اس رپورٹ کے مطابق ماہ رمضان کے علاوہ اجتماعی طور پر افطار کرنے والے روزہ داروں کی یہ سب سے بڑی تعداد سمجھی جاتی ہے، جو گنیز ولڈ بک آف ریکارڈ میں درج ہے۔

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ سعودی شہری وہابی مفتیوں کے فتوے کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی دشمنی میں عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں اور اس دن بنوامیہ کی رسم کے مطابق جشن مناتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ شیعوں کے خلاف اس انتہا پسندی اور زیارت و عزاداری کی مخالفت کے لئے بیرونی ممالک اور عالمی سیاست دانوں سے اربوں ڈالر کی امداد کی ضرورت ہے۔

سی آئی اے اور دنیا کی اہم سیاسی طاقتیں وہابی مفتیوں کے ایسے اقدامات اور طرز عمل کی منصوبہ بندی کرتی ہیں اور ان کے لئے اربوں ڈالر کا بجٹ رکھ کر ان کی حمایت اور پشت پناہی کرتی ہیں۔

اگر وہ شیعوں کے نام سے خوفزدہ ہیں، اگر وہ شیعوں کی زیارت اور عزاداری سے ڈرتے ہیں، اگر وہ سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا سے شیعوں کا خاتمہ کر دیا جائے تو در حقیقت وہ شیعہ اولیاء کی ولایت کے عظیم مقام سے خوفزدہ ہیں۔ وہ امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کی عظمت، امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ اور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے وجود سے خوفزدہ ہیں۔

وہ جانتے ہیں کہ پوری تاریخ میں شیعوں کا خاتمہ کرنے اور در حقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کا نام مٹانے کے لئے ان کی تمام سرگرمیوں کے باوجود دنیا کا تشیع کی طرف رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے۔ زیارت اور لاکھوں کی تعداد میں عزاداری اس کے دو اہم عوامل ہیں۔ اسی وجہ سے سی آئی اے نے شیعوں کو مٹانے اور ان کی زیارت اور عزاداری کا خاتمہ کرنے کے لئے بھاری سرمایہ کاری کی ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور امریکی سی آئی اے تنظیم

امریکہ کی انٹیلی جنس ایجنسی (سی آئی اے) نے شیعوں کو مٹانے کے لئے مفصل منصوبہ بندی کی ہے۔

وہ تشیع اور اس کی ترقی کے عوامل کے بارے میں تحقیق اور جستجو سے واقف ہیں اور انہوں نے شیعیت کو تباہ کرنے کے لئے وسیع سر گرمیاں شروع کر رکھی ہیں۔

وہ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کو تشیع کی ترقی کا سب سے اہم عنصر سمجھتے ہیں۔

عزاداری چاہے مساجد اور گھروں میں مجالس کی صورت میں ہو، یا ماتمی دستوں کی صورت میں گلی کوچوں میں ہو یا امام حسین علیہ السلام کے اربعین کے موقع پر پیدل سفر کی صورت میں ہو، ان سب کی بہت زیادہ عظمت ہے، جسے دین کے دشمن کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

اسی وجہ سے بڑے بڑے ممالک میں اطلاعاتی ادارے اس کے مقابلے میں کھڑے ہیں تاکہ تشیع کی شان و شوکت اور عظمت کو کم کر سکیں، اس کی ترقی کا راستہ روک سکیں اور کسی بھی صورت میں تشیع کی طاقت کو ختم کر سکیں!

سی آئی اے کا شیعیت اور عزاداری کے خلاف مذموم منصوبہ

رسالہ ‹‹مبلّغان›› میں لکھتے ہیں:

‹‹امریکی انٹیلی جنس اور جاسوس ادارے (سی آئی اے) کے سابق عہدیداروں میں سے ایک نے انکشافات پر مبنی اپنے بیانات میں کہا: سی آئی اے نے شیعوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے کروڑوں ڈالر مختص کئے ہیں اور خرچ کئے ہیں۔

رجا نیوز کی رپورٹ کے مطابق حال ہی میں امریکہ میں ‹‹دین کو تقسیم اور الگ تھلگ کرنے کرنے کا منصوبہ›› کے نام سے ایک کتاب چھپی ہے۔اس کتاب کے ایک حصے میں ڈاکٹر مائیکل برینٹ (Michael Brant) کا انٹرویو شائع ہوا ہے۔انہوں نے اس انٹرویو میں شیعوں سے مبارزہ آرائی کے لئے سی آئی اے کے منصوبوں سے پردہ اٹھایا ہے۔

مائیکل برینٹ، سی آئی اے کے شیعہ مطالعات کے شعبہ کے ممتاز ماہرین میں سے ایک ہیں۔ نیز وہ سی آئی اے کے سابق اعلیٰ عہدیدار باب وودوردز (Bob Woodwords) کے معاون بھی ہیں۔

مائیکل برینٹ کے مطابق سی آئی اے نے شیعوں کی تباہی و بربادی کے لئے ۹۰۰ ملین ڈالر مختص کئے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سی آئی اے نے اس سابق ماہر کے بیان کو فلٹر کرنے کے لئے ایک بامقصد کارروائی کی ہے۔ یہاں تک کہ مغرب میں آزادی بیان اور آزادی صحافت کے تمام تر دعوؤں کے باوجود آپ کو انٹرنیٹ کی وسیع دنیا میں بھی اس کا یہ انٹرویو

بہت مشکل سے ملے گا۔ اس بارے میں بہت زیادہ جستجو کرنے کے بعد آپ کو کچھ پراکندہ مطالب ملیں گے۔ ہم نے انٹرنیت کے مختلف ذرائع سے اس انٹرویو کے کچھ حصوں کو جمع کیا ہے، جسے ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

شیعہ مخالف منصوبہ ۴۰ ملین ڈالر مختص کر کے شروع کیا گیا تھا۔ سی آئی اے حکام کے ایک بڑے اجتماع میں اس بات کی منظوری دی گئی کہ اسلام میں شیعہ مذہب کے مطالعہ اور اس کی منصوبہ بندی کے لئے سی آئی اے میں شیعہ مطالعات کے کے نام سے ایک مخصوص شعبہ قائم کیا جائے اور اس کام کا آغاز کرنے کے لئے ابتدائی طور پر ۴۰ ملین ڈالر مختص کئے گئے.....۔

«مایکل برانت» نے اس گفتگو کے ایک اور حصے شیعہ تعلیمات میں امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور اور عاشورا کی اہمیت پر گفتگو کی۔ سی آئی اے کے اس سابق اہلکار کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی عزاداری شیعوں میں جذبہ اور ولولہ پیدا کرتی ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور واقعہ کربلا کو یاد کرنے کے لئے شیعہ مجلس میں اکٹھے ہوتے ہیں اور اس اجتماع میں ایک شخص اس واقعہ کے بارے میں تقریر کرتا ہے اور واقعۂ کربلا کی روشن تصویر پیش کرتا ہے۔ ان مجالس میں جوان، بوڑھے اور بچے سب لوگ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے خاندان اطہار علیہم السلام کے لئے عزاداری اور گریہ و زاری کرتے ہیں۔ ان مجالس کے خطباء اور اس میں شرکت کرنے والے خاص اہمیت کے حامل ہیں، لہٰذا ان پر توجہ دی جانی چاہیئے۔

اس اجتماع اور تقریر کی وجہ سے شیعوں کے جذبات اس طرح ابھرتے ہیں کہ جس سے وہ حق اور سچ کے دفاع میں اور ظلم کے خلاف قیام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، چاہے اس کے لئے انہیں اپنی جان کی قربانی ہی پیش کرنی پڑے۔ اس لئے ان خطباء اور مقررین کو ہی نہیں بلکہ اہل تشیع کی برجستہ شخصیات کو اپنی مٹھی میں کرنے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کیے جائیں![1]

اس رپورٹ کے مطابق سی آئی اے نے مختلف ممالک میں شیعوں کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ اربوں ڈالر خرچ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اسی وجہ سے پوری دنیا میں شیعوں کے خلاف مبارزہ آرائی شروع کر دی ہے تاکہ وہ اپنی خام خیالی میں شیعوں کا خاتمہ کر سکیں، لیکن خدا اپنا نور پوری دنیا میں پھیلا دے گا۔

عزاداری کے آثار

جرمن محقق «مسیو ماربین» لکھتے ہیں: «آج مسلمانوں میں رائج تمام روحانی امور میں سے کسی میں بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور تعزیہ داری جیسا سیاسی شعور نہیں پایا جاتا۔ جب بھی ایک یا دو صدیوں تک مسلمانوں میں اس قسم کی عزاداری اور تعزیہ داری کو فروغ ملے اور وہ عام ہو جائے تو اس سے مسلمانوں میں ایک نئی سیاسی زندگی پیدا ہو جائے گی»۔[2]

---

[1]۔ رسالہ مبلّغان: شہریور و مہر ۱۳۸۷، شمارہ ۱۰۷.

[2]۔ جرمن مسیو ماربین، «سیاسۃ الحسینیہ» یا «رولیسیون کبیر»، چاپ زہرہ، ۱۳۵۱، ص ۴۵-۴۴.

تشیع کے فروغ میں مجالس کے کردار کے بارے میں فرانس کے محقق «جوزف» لکھتے ہیں: « اس قبیلے نے قلیل مدت میں کسی جبر کے بغیر جتنی ترقی کی ہے،اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک یا دو صدیوں میں یہ فرقہ تعداد کے اعتبار سے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں پر سبقت لے جائے گا اور اس کی وجہ یہی عزاداری اور تعزیہ داری ہے کہ جس سے ہر فرد اس مذہب کی طرف مائل ہو گا»۔[1]

فتح علی شاہ کے زمانے میں « گاسپار دروویل (Gaspar Derouville) ایران آیئے اور انہوں نے محرم میں عزاداری کی رسومات کو بہت قریب سے دیکھا تو لوگوں میں عزاداری کے اثرات اور اس سے پیدا ہونے والے جوش اور ولولہ کے بارے میں یوں لکھا: « ان مراسم میں حقیقی غم سے آنسو بہائے جاتے ہیں ، جس سے علی علیہ السلام کے غیّور پیروکاروں میں شدید جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے»۔[2]

مندرجہ بالا بیانات اس لیے اہم ہیں کہ ان کے مصنفین شیعہ یا ایرانی نہیں ہیں جو ان پر جذباتی اور متعصب ہونے کا الزام لگایا جا سکتا ہے اور اس نا قابل تردید حقیقت کا انکار کیا جا سکے ۔ ایران اور شیعوں کے مسائل پر گہری نظر رکھنے والے اکثر مستشرقین اور سیاح اس حقیقت کے شاہد ہیں۔[3]، [4]

---

[1]۔ ایضاً، ص۵۰.

[2]۔ گاسپار دروویل «سفر در ایران»، منوچہر اعتماد مقدم، انتشارات شباویز، تیسرا ایڈیشن 1367ش، ص۱۳۹-۱۳۸.

[3]۔اسپناقچی سے منقول ،ایضاً ص ۵۶ ج ۵۵ اور یوسف جمالی، محمد کریم، «زندگانی شاہ اسماعیل اوّل»، انتشارات محتشم کاشان، ۱۳۷۶ش، ص۲۵۱.

[4]۔ ایرانیان و عزاداری عاشورا: ۹۹.

عزاداری اور زیارت اربعین کی وجہ سے تشیع کا عالمگیر ہونا

پوری تاریخ میں تمام تر مخالفتوں کے باوجود مکتب تشیع نے اپنی حقیقت اور سچائی کی وجہ سے دنیا میں فروغ پایا، یہاں تک کہ اب اس کی وسعت نے کفر اور سیاست کی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔اسی وجہ سے دنیا کے مختلف خطوں میں دشمن نے شیعہ کشی کا دامن تھاما ہے تاکہ دنیا میں شیعوں کے عقائد کے پھیلاؤ کو کم کیا جا سکے لیکن جنہوں نے تحقیق اور جستجو کے ذریعہ شیعیت کی حقیقت کو پہچان لیا ہو،وہ پوری دنیا کا احاطہ کرنے والے اس مذہب سے کسی بھی صورت میں دستبردار نہیں ہو سکتے۔

ویٹیکن کے مطابق اسلام کی دوسرے مذاہب سے زیادہ مقبولیت

ویٹیکن حکومت (Vatican) نے ایک بیان میں اعلان کیا کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے زیادہ ہے۔

ویٹیکن حکومت نے اسلام کی طرف رجحان کی وجہ سے مغربی طاقتوں کی جانب سے اسلام کے چہرے کو مخدوش کرنے کو کوششوں کو بیان کرتے ہوئے کہا: «جب کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کی تعداد سے زیادہ ہے لیکن اس سال کے آخر تک یہ فرق مزید بڑھ جائے گا۔»

ویٹیکن نے یہ بھی اعلان کیا: «اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو پوری دنیا میں پھیل چکا ہے اور اعداد و شمار کے مطابق دنیا کے ۲۲ فیصد باشندے مسلمان ہیں،جب کہ دنیا کی آبادی کا

۲۱ء۵ فیصد حصہ عیسائیوں پر مشتمل ہے۔». اس بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حالیہ برسوں میں اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے مغربی سرمایہ کاری کے باوجود بہت سے مغربی شہریوں نے اسلام قبول کیا ہے، جن میں عیسائی اور دیگر مذاہب کے پیروکار بھی شامل ہیں۔

واضح رہے کہ سرکاری طور پر موثق اعداد و شمار بیان کرنے والے اداروں، منجملہ امریکن پیو شماریاتی ادارے کے مطابق دنیا میں مسلمانوں کی آبادی دو ارب سے زائد ہے اور اور سنہ ۲۰۲۰ء میں یہ تعداد دو ارب پانچ سو ملین افراد سے تجاوز کر جائے گی۔[1]

تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کا اسلام کی طرف رجحان زیادہ تر شیعہ مذہب کی وجہ سے ہی ہے اور «لیو فورم» نامی ادارے کی تحقیق کے مطابق اگر سقیفہ کا واقعہ پیش نہ آتا تو دنیا کے تمام مسلمان شیعہ ہو اور اس کا لازمہ یہ ہے کہ دوسرے تمام مذاہب سے اسلام کی طرف آنے والے تمام افراد شیعہ ہوتے۔

دنیا بھر کے شیعوں کے اعداد و شمار

"لیو فورم" نامی ادارہ پوری دنیا میں مذہبی اور عوامی مسائل کے میدان میں سرگرم ہے اور دنیا کے مختلف حصوں میں اس کے ۲۲۲ سے زائد دفاتر ہیں۔

انہوں نے سنہ ۲۰۱۳ء میں اپنی تازہ ترین رپورٹ میں اعلان کیا کہ دنیا میں شیعہ مسلمانوں کی آبادی چار سو ملین سے تجاوز کر گئی ہے۔

اس ادارے کا مرکزی دفتر لندن کے وسط میں "ویسٹ منسٹر" کے علاقے میں واقع

---

[1]۔ خبر گزاری فارس؛ ۸/اپریل، سنہ ۲۰۱۲ء۔

ہے۔ اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے: «اس وقت دنیا بھر میں مجموعی طور پر ایک ارب ۶۰ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں سے چار سو ملین شیعہ ہیں۔» قابل ذکر بات یہ ہے کہ سو محققین نے تقریباً دس سال تک اس پروجیکٹ پر کام کرنے کے بعد یہ رپورٹ تیار کی تھی۔ اس رپورٹ کے ایک حصے میں "لیوفارم" کے مشہور محققین میں سے پروفیسر جیمز کیریہم کہتے ہیں: «اگر سقیفہ کا واقعہ پیش نہ آتا تو اب دنیا کے ایک ارب ۶۰ کروڑ مسلمانوں میں سب شیعہ ہوتے»۔[1]

ویٹیکن کی لائبریری اور امام حسین علیہ السلام

کتاب «دور المنبر الحسيني عليه السلام في التوعية الاسلامية» کے مؤلف لکھتے ہیں:

شیخ زہیر حسّون نے مجھے بتایا: ایک دن میں "ویٹیکن لائبریری" دیکھ رہا تھا تو اسلامی کتابوں کے حصے میں میری نظر امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ہزار سے زائد قلمی اور شائع شدہ کتابوں پر پڑی۔

میں نے تعجب سے لائبریری کے ڈائریکٹر سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: ویٹیکن کے علماء نے دیکھا کہ حالیہ برسوں میں شیعیت بہت تیزی سے پھیل رہی ہے اور دنیا میں مکتب اہل بیت (علیہم السلام) کی طرف آنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ پس وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کی وجہ امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت ہے، جسے

[1]۔ حوالہ کتاب نسل کشی سادات و مسلمانان شیعہ: ۵۳.

شیعوں نے مجالس عزا، گریہ، سینہ زنی اور ماتمی جلوسوں کے ذریعے زندہ رکھا ہوا ہے۔

چنانچہ ویٹیکن کی طرف سے کچھ لوگوں کو مأمور کیا گیا کہ وہ دنیائے اسلام کا دورہ کریں اور امام حسین علیہ السلام کے بارے میں لکھی جانے والی قلمی اور شائع شدہ کتابوں کو جمع کر کے انہیں ویٹیکن منتقل کریں، تاکہ امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت کو یاد کرنے میں وہ بھی شیعوں کے طریقہ کار سے استفادہ کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی مظلومیت کو بیان کریں کہ جنہیں مظلومانہ طور سے قتل کیا گیا اور پھر اس طرح سے عیسائیت کو فروغ دیا جائے۔[1]

ایک عیسائی پادری کا کہنا ہے: «اگر حسین (علیہ السلام) ہم میں سے ہوتے تو ہم ہر شہر میں ان کے لئے پرچم نصب کرتے، ہر گاؤں میں منبر بناتے اور لوگوں کو حسین (علیہ السلام) کے نام سے عیسائیت کی طرف دعوت دیتے»۔[2]

"سی آئی اے" میں امام حسین علیہ السلام کی مکمل تصویر!

سی آئی اے میں ایران کے بارے میں جدید شعبے میں داخل ہونے کے بعد پہلی نظر میں جو چیز آپ کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لیتی ہے وہ امام حسین علیہ السلام کی تصویر کا ایک بہت بڑا پوسٹر ہے...

---

[1]۔ «دور المنبر الحسینی علیہ السلام فی التوعیۃ الاسلامیۃ»، (اسلام کی بیداری میں منبر امام حسین علیہ السلام کا کردار)، «جام نیوز» ویب سائٹ سے منقول.

[2]۔ حسین علیہ السلام در اندیشہ مسیحیّت: ۹۲.

جیسا کہ امریکہ میں مشرق وسطیٰ کے خطے کے ماہرین اور سکیورٹی حکام میں یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ ''فارس ہاؤس'' سی آئی اے کا نیا آپریشنل شعبہ ہے۔وائٹ ہاؤس کے لئے ایران کی اعلیٰ ترجیحات کو مد نظر رکھتے ہوئے، یہ دفتر بش جونیئر کے دورِ صدارت کے اختتام پر بنایا گیا تھا تاکہ ایران کے جوہری پروگرام اور اس کے دیگر خصوصی شعبوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ متعلقہ معلومات اکٹھی کی جا سکیں۔

واشنگٹن پوسٹ کے صحافی ''ڈیوڈ ایگناٹیوس'' (David Ignatius) کئی برسوں سے سی آئی اے کی خبروں پر نظر رکھتے ہیں، انہوں نے ایک رپورٹ میں لکھا ہے: «سی آئی اے میں ایران کے بارے میں بنائے گئے جدید شعبے میں داخل ہوتے ہی جو چیز سب سے پہلے توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہے وہ امام حسین علیہ السلام کی لمبائی میں لگی ہوئی ایک بہت بڑی تصویر ہے»۔

اس کے بعد وہ ''واشنگٹن پوسٹ'' میں اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

«اس دفتر کے قیام کا جواز پیش کرتے ہوئے امریکی حکام نے کہا ہے کہ عراق میں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی موجودگی کے حوالے سے ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے اور جس کی وجہ سے ہمیں عراق میں شکست کے تلخ تجربے کے بعد امریکہ کی قومی سلامتی کونسل کے قائم مقام سربراہ نے اس دفتر کے قیام کو جواز بنایا اور اس دفتر میں کیئے گئے تجزیوں پر سنجیدگی سے غور کرنا پڑا۔

اس ناکامی کی وجہ سے تھامس فائنگر نے حکم دیا کہ تجزیہ کاروں کے لئے مزید

معلومات فراہم کی جائیں اور معلومات اکٹھی کرنے کی بجائے کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے افکار کے نمونوں کے ذریعہ معلومات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کریں اور وضاحت کریں کہ ان معلومات کا کیا مطلب ہے؟››۔[1]

سی آئی اے کے دفتر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی پوری تصویر کی تنصیب سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ وہ عراق میں امام حسین علیہ السلام کو اپنی شکست کا عامل سمجھتے ہیں، اور جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ اپنے دفتر میں امام حسین علیہ السلام کی تصویر نصب کرنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شخصیت اور آپ سے لوگوں کی حیرت انگیز اور والہانہ محبت و عقیدت کے بارے میں تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام؛ باب نجات امّت

امام حسین علیہ السلام کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ امت کے لئے باب نجات ہیں۔ شیعوں کے پاس کچھ ایسے راستے ہیں جنہیں طے کر کے وہ امام حسین علیہ السلام تک پہنچ سکتے ہیں تاکہ آپ کا دامن تھام کر وہ نجات حاصل کر سکیں۔

امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری لوگوں کے لئے حسین علیہ السلام کے باب نجات تک پہنچنے کے دو بہترین ذرائع ہیں۔

ہر شخص زیارت، عزاداری اور ماتم کے ذریعے باب نجات تک پہنچ کر خود کو گمراہی کے بھنور، شیطان کے شکنجوں اور شیاطین کے تسلط سے بچا سکتا ہے۔اسی طرح قوم کے

---

[1]۔ منبع فرہیختگان.

تمام افراد اور تمام شیعہ عمومی نجات کے لئے خود کو امت کے باب نجات تک پہنچا سکتے ہیں اور زیارت و عزاداری یا کسی اور ذریعہ سے پوری قوم کی نجات کا باعث بن سکتے ہیں، لیکن پوری قوم کی نجات حجت خدا حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے بغیر محقق نہیں ہو سکتی۔

ولی عصر امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی عادلانہ آفاقی حکومت کے قیام کے لئے امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری دو اہم اور محکم ذرائع ہیں۔اسی وجہ سے دشمن اور مخالفین، امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری کی مخالفت کر رہے ہیں اور اس مقصد کے تحت تخریب کاری میں مصروف عمل ہیں اور ہمیشہ مختلف حربوں اور بہانوں سے لوگوں کو سید الشھداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور عزاداری سے روکنے کے لئے کوشاں ہیں۔

تمام مخالفین اور دشمنوں کو یہ جان لینا چاہئے کہ اگرچہ سقیفہ کے قیام سے عادلانہ علوی حکومت اور امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کی خلافت کا ظاہری منصب نافذ نہیں ہو سکا لیکن آخر کار امام حسین علیہ السلام کے نام کے عالمگیر ہونے کے ساتھ ہی امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی حکومت کا آغاز ہو جائے گا اور وہ عالمی حکومت قائم ہو جائے گی۔

اب دنیا کے بہت سے شہروں میں امام حسین علیہ السلام کے عزاداری برپا ہوتی ہے، جب کہ اربعین کے ایّام اور دیگر اوقات میں دنیا بھر سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام زیارت کے لئے آتے ہیں، جس نے دنیا بھر کے لوگوں کو امام حسین

علیہ السلام کے نام سے آشنا کر دیا ہے۔

اب ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس زیارت اور عزاداری میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے اور انہیں زیادہ سے زیادہ معرفت اور محبت کے ساتھ انجام دیا جائے، یہاں تک کہ یہ حجت خدا، ولی دوران امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور سے متصل ہو جائے۔

ایک قابل غور نکتہ

ظاہر ہے کہ لوگ اس اہم دن کی آمد کے مخالف اور اس کی راہ میں خلل ڈال رہے ہیں، ہمیں ماضی سے سبق سیکھنا چاہئے اور پوری تاریخ میں ماضی اور گذشتگان کے تجربات سے استفادہ کرنا چاہئے اور نورِ خدا کو بجھانے کی کوشش کرنے والوں کو یہ موقع فراہم نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اپنی راہ وروش کو جاری رکھیں۔ یقیناً خداوند ہمارا مددگار ہوگا اور اس راہ میں ہماری مدد کرے گا اور آخر کار اپنے نور سے دنیا کو منور فرمائے گا۔

«یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ»۔[1]

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے، چاہے یہ بات کفار کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

---

[1]۔ سورہ صف، آیت: ۸.

جیسا کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے زمانے میں بھی عزاداری کے خلاف دشمن کی تمام تر رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود یہ مجالس کچھ عرصہ کے لئے خفیہ طور پر منعقد ہوتی رہیں، اسی طرح اگر دنیا کے کسی گوشے میں اہل بیت علیہم السلام کے مخالفوں کی حکومت ہو تو وہاں بسنے والے محبانِ اہل بیت علیہم السلام کو بھی یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ کسی بھی طریقے سے، خواہ خفیہ طور پر ہی مجالس عزا کا انعقاد کریں اور شیاطین کے وسوسوں، فتنوں اور شکوک و شبہات کی وجہ سے ان مجالس کو ترک نہ کریں، اور خدا پر توکل کرتے ہوئے ان مجالس کا انعقاد کریں، ظاہر ہے کہ خداوند متعال ان کا ناصر و مددگار ہو گا۔

دشمنوں کی جانب سے اپنی آخری شکست کا اعتراف کرنا

دشمن بخوبی جانتے ہیں کہ آخر کار ایک عظیم اور طاقتور قدرت انہیں موت کے منہ میں کھینچ کر لے جائے گی اور ان کے لئے کوئی راہِ فرار نہیں ہو گا، ان میں اس الٰہی قوت کے خلاف کسی طرح کی مزاحمت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور دنیا کے تمام ظالم و جابر چون وچرا کئے بغیر ذلیل و خوار ہوں گے اور اپنے شرمناک کرتوتوں کی سزا بھگتیں گے۔ البتہ دشمنوں کا خیال ہے کہ اگرچہ وہ اس عظیم طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن وہ روزِ انتقام کے آنے میں تاخیر ایجاد کر سکتے ہیں۔

اس بات کو مزید واضح کرنے کے لئے ہم آپ کی توجہ چند غیر ملکی سیاست دانوں کے اقوال کی طرف مبذول کراتے ہیں:

«عنقریب حقیقی اسلام کی عظیم طاقت پوری دنیا کو فتح کرلے گی اور ہم میں اس کے

خلاف کسی طرح کی مزاحمت کرنے کی طاقت نہیں ہے، لیکن ہم اس دن کی آمد میں تاخیر ایجاد کر سکتے ہیں»۔[1]

امام حسین علیہ السلام کی یاد سے ظہور کا آغاز

نہ صرف سی آئی اے بلکہ دنیا کے بہت سے سیاستدان بھی جانتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد سے ہی امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے قیام کا آغاز ہو گا اور آپ کے طاقتور مددگاروں کا نعرہ اور نصب العین "یا لثارات الحسین" ہے، چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام پوری دنیا میں بہت زیادہ محبوب ہے اور دنیا کے بہت سے لوگ حتیٰ کہ غیر شیعہ بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے مشتاق ہیں اور ان کی بھی یہ خواہش ہے کہ وہ کربلا کی طرف مشی میں شرکت کریں۔

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور کے آغاز ہی سے امام حسین علیہ السلام کو اپنے جد امجد اور خود کو ان کے فرزند کے طور پر دنیا کے لوگوں کے سامنے متعارف کرائیں گے کیونکہ دنیا بھر کے لوگ شیعوں کی عزاداری اور لاکھوں کی تعداد میں زیارت کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے آشنا ہیں اور وہ جانتے ہیں آپ کو عالم غربت میں مظلومیت سے پیاسہ شہید کیا گیا۔

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور کے آغاز میں پوری دنیا تک یہ آواز پہنچائیں گے :

---

[1] ۔ رک: الشباب ہم انصار المہدی علیہ السلام: 105.

«أَلاَ يَا أَهْلَ العَالَم اِعْلمُوا انَّ جَدِّيَ الْحُسَين عَلَيهِ السَّلاَم قَتلُوهُ عَطْشَاناً»[1]

اے دنیا والو! جان لو ! میرے جد حسین علیہ السلام کو پیاسہ قتل کیا گیا۔

حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی اس نداء میں چند اہم نکات پائے ہیں، ہم چند مثالوں کے ذریعہ ان کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں:

۱-آپ خانۂ خدا سے ٹیک لگائے "أَلاَ يَا أَهْلَ العَالَم" کہہ کر خطاب کریں گے، یعنی آپ صرف اہل مکہ سے ہی مخاطب نہیں ہوں گے بلکہ آپ پوری دنیا کو خطاب کریں گے۔اس بناپر اگرچہ آپ مکہ مکرمہ اور خانۂ خدا سے ندادیں گے لیکن دنیا بھر کے لوگ آپ کی اس آواز کو سنیں گے، جیسا کہ دنیا کے تمام لوگ ظہور سے پہلے جبرائیل کی آواز سنیں گے۔

۲۔اس میں ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے لوگ اپنی ہی زبان میں آپ کی آواز سنیں گے، جیسا کے پوری دنیا کے لوگ جبرئیل کی آواز بھی اپنی ہی زبان میں سنیں گے۔ایسا نہیں ہے کہ صرف عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے افراد ہی آپ کی بات سمجھ پائیں گے، کیونکہ جس طرح آپ کا قیام ایک عالمی قیام ہے اسی طرح آپ کی ندا بھی عالمی ندا ہے اور وہ دنیا کے تمام لوگوں کے لئے ہے۔

۳۔حجت خدا امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف خانۂ خدا کے ساتھ کھڑے ہو کر ندا

---

[1]۔الزام الناصب: ۲/۲۳۳۔

دیں گے ، لیکن پوری دنیا کے افراد یہ آواز یکساں طور پر سنیں گے ،ایسا نہیں ہے کہ جو بھی آواز کے مرکز کے قریب ہو گا وہ اسے بہت اونچی آواز میں سنے گا اور جو اس سے جتنا دور ہو گا، اسے اتنی ہی دھیمی آواز سنائی دے گے۔

عام آوازوں میں کوئی شخص آواز کے مرکز کے جتنا قریب ہو، اسے آواز اتنی ہی بلند سنائی دیتی ہے، اور وہ جتنا دور ہو اسے وہ آواز اتنی ہی کم سنائی دیتی ہے، یہاں تک کہ یہ آواز ختم ہو جاتی ہے اور کوئی اسے سن نہیں پاتا، لیکن یہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے جو ظہور کے آغاز ہی میں واقع ہو گا کیونکہ آپ کی آواز دنیا کے کسی بھی کونے میں پہنچ کر ختم نہیں ہو گی بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کو یکساں طور پر یہ آواز سنائی دے گی، چاہے وہ نزدیک ہوں یا دور۔

۴۔ ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے قیام کا ایک سبب دین کے دشمنوں سے انتقام لینا ہے اور حق ولایت کو غصب کرنے والے دین کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

لہٰذا عصر ظہور میں نہ صرف ظالموں سے انتقام لیا جائے بلکہ دنیا میں ظلم و ستم ایجاد کرنے کا باعث بننے والوں کو بھی زندہ کیا جائے تا کہ ان سے بھی انتقام لیا جائے، اور چونکہ عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی اسیری میں پہلے اور دوسرے کا سب سے اہم کردار ہے، اس لئے انہیں زندہ کر کے ان سے بدلہ لیا جانا چاہئے۔

تمام اہل تحقیق یہ بات جانتے ہیں کہ اگر سقیفہ کا واقعہ پیش نہ آتا تو امام حسین علیہ السلام عاشورا کے دن کبھی شہید نہ ہوتے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کے دن یہ حقیقت بھی بیان کی اور آپ نے اس دن فرمایا: "قتلني فلان و فلان" مجھے فلاں اور فلاں نے قتل کیا۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ روایت اہل سنت علماء نے بھی نقل کی ہے اور انہوں نے اسے امام حسین علیہ السلام کی اس عبارت «قتلني فلان و فلان» کے ذریعہ بیان کیا ہے۔

اہل سنت علماء میں سے خوارزمی نے اپنی کتاب "مقاتل الحسین علیہ السلام" میں اس بات کا اعتراف کیا ہے:

> **چونکہ امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر بہت زیادہ زخم لگے تھے، آپ کھڑے ہوئے تاکہ تھوڑی دیر آرام کر سکیں، آپ کے بدن پر کمزوری غالب آگئی تھی اور اب آپ میں جنگ کرنے کی طاقت نہیں تھی، اسی دوران اچانک ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور خون بہنے لگا، آپ نے پیشانی سے خون صاف کرنے کے لئے اپنی قمیض اٹھائی تو اچانک ایک سہ شعبہ مسموم تیر آپ کے سینہ پر لگا۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا: "بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ"۔ پھر آپ نے آسمان کی**

طرف سر اٹھایا اور عرض کیا: اے میرے خدا! تو جانتا ہے کہ یہ اسے قتل کر رہے ہیں، جس کے سوا روئے زمین پر کوئی فرزند پیغمبر نہیں ہے۔ امام نے پشت کی طرف سے تیر نکالا تو خون کا فوارا جاری ہو۔آپ نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب وہ خون سے بھر گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینکا تو اس کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف واپس نہ آیا اور اس سے پہلے آسمان پر سرخی نہیں دیکھی گئی تھی۔آپ نے دوبارہ زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب وہ خون سے بھر گیا تو آپ نے اسے اپنے چہرے اور ریش مبارک پر ملا اور فرمایا: میں اپنے خون سے خضاب کی حالت میں اپنے جد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا اور کہوں گا: یا رسول اللہ! مجھے فلاں اور فلاں نے قتل کیا ہے۔[1]

***

ہمارے مذکورہ بیان کے مطابق حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا ظہور امام حسین علیہ السلام کی یاد اور آپ کے نام سے شروع ہو گا اور پھر امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ

---

[1]۔ مقتل الحسین علیہ السلام، خوارزمی: ۳۹/۲.

فرجہ الشریف کے قیام اور جنگ کا آغاز ہو گا۔آپ کے اصحاب و انصار اور لشکر الٰہی ''یا لثارات الحسین'' کا نعرہ لگائیں گے ۔ یہ واضح سی بات ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے نام اور یاد سے ظہور کا آغاز ہونا اور پھر آپ کے اصحاب وانصار کی زبان پر ''یا لثارات الحسین'' کا نعرہ، اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت لوگ امام حسین علیہ السلام کے نام سے آشنا ہوں گے۔

اس بنا پر امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے قیام میں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کی زیارت اور عزاداری کا کردار واضح ہو گیا۔ نیز یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ ظالم و ستمگر آج کے دور میں ہی نہیں بلکہ قدیم الایّام سے شیعوں کی زیارت اور عزاداری کی کیوں مخالفت کر رہے ہیں اور حتی کبھی وہ شیعہ عزاداروں کا قتل عام کرتے ہیں اور انہیں شہید کرتے ہیں اور اب بھی انہوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے ؟!

امید ہے کہ جلد از جلد وہ دن آئے کہ جب حق ولایت کے غاصبوں اور دشمنوں سے انتقام لیا جائے ، جو لوگ عاشورا کے دن ثار اللہ یعنی امام حسین علیہ السلام کا خون بہانے کا باعث بنے اور جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے گلو مبارک کو کاٹ کر آپ کا پاک و مطہر خون زمین پر بہایا، اور اسی طرح ان لوگوں سے بھی انتقام لیا جائے جو امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی آنکھوں سے خون جاری ہونے کا باعث بنے۔

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف فرماتے ہیں کہ اگر میرے آنسو خشک ہو جائیں تو میں خون کے آنسو بہاؤں گا :

"لاندبنّ علیك بدل الدموع دما"۔[1]

ولی عصر امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف بہت زیادہ تاکید (لاندبنّ پر لام اور نون تاکید) کے ساتھ فرماتے ہیں کہ میں آنسوؤں کی بجائے خون کے آنسو بہاؤں گا۔

اگرچہ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے خون کے آنسو نہیں بہا سکتے، لیکن ہم صبح و شام آپ کے لئے گریہ کر سکتے ہیں، اور ہم وقت کے امام کو اپنے لئے اسوہ و نمونہ قرار دیتے ہوئے آپ کے ساتھ ہمدردی کر سکتے ہیں اور آپ کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کر سکتے ہیں۔ یہ امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف سے مقرب ہونے کا بہت ہی اہم اور موثر طریقہ ہے۔

کتاب «نور العین» میں کہتے ہیں: سکینہ بنت امام حسین علیہا السلام فرماتی ہیں: میں اپنے خیمے میں تھی کہ میں نے رونے کی آواز سنی۔ میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ خواتین میں سے کسی کو اس کی خبر ہو۔ میں اٹھی اور اپنے بابا کے پاس آئی اور دیکھا کہ آپ روتے ہوئے اپنے اصحاب سے فرما رہے ہیں:

یا قوم إعلموا خرجتم معي بعلمكم أنّي أقدم علي قوم بايعونا بألسنتهم و قلوبهم و قد انعكس العلم واستحوذ عليهم الشّيطان وأنساهم ذكر الله. و الآن لم يكن لهم مقصد إلّا قتلي وقتل

---

[1]۔ صحیفہ مہدیہ، زیارت ناحیہ مقدّسہ: ۵۸۰.

من يجاهد بين يديّ وسبي حريمي بعد سلبهم وأخشي أنّكم ما تعلمون أو تعلمون و تستحيون. و الخدع عندنا أهل البيت محرّم ،فمن كره منكم ذلك فلينصرف،فاللّيل ستير والسّبيل غير خطير و الوقت ليس بهجير و من آسانا بنفسه كان معنا في الجنان نجيّا من غضب الرّحمن. وقد قال جدّي رسول الله صلّى الله عليه وآله: ولدي حسين يقتل بطفّ كربلاء غريبا وحيدا عطشانا، فمن نصره فقد نصرني و نصر ولده القائم و لو نصرنا بلسانه فهو في حزبنا يوم القيامة.

اے لوگو! جان لو! تم میرے ساتھ باہر نکلے ہو اور تم ایسا سمجھتے تھے کہ میں ایسی قوم میں جا رہا ہوں جس نے دل اور زبان سے میری بیعت کی ہے۔ (لیکن) اب وہ سوچ بدل گئی ہے اور شیطان نے انہیں اس طرح بہکا دیا کہ وہ خدا کو بھول گئے ہیں اور اب ان کی کوششوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ مجھے اور میری راہ میں جہاد کرنے والوں کو قتل کریں اور میرے اہل حرم کو لوٹنے کے بعد انہیں اسیر

کریں ۔اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں اس معاملے کا انجام معلوم نہ ہو اور اگر جانتے بھی ہو تو اس کا اظہار کرنے سے ڈرتے ہو کہ کہیں میں ناراض نہ ہو جاؤں، بیشک خیانت اور مکاری ہم اہل بیت کی نظر میں حرام ہے۔پس جو کوئی بھی اس سفر سے بیزار ہو، وہ واپس چلا جائے۔ رات کی تاریکی ہے، راستہ صاف ہے اور بہترین وقت ہے اور جو کوئی ہم پر اپنی جان قربان کرے گا، وہ خدا کی جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا، اور جان لو کہ میرے جد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میرا بیٹا حسین، کربلا میں غریب، تنہا اور تشنہ قتل کیا جائے گا اور جو کوئی بھی اس کی مدد کرے تو اس نے میری مدد کی اور اس نے ان کی فرزند قائم آل محمد (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی مدد کی، اور جو کوئی زبان سے ہماری نصرت کرے تو وہ قیامت کے دن ہمارے گروہ میں شمار ہو گا۔[1]

اس روایت کی بنیاد پر امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور آپ کے نام سے دنیا بھر کے لوگوں کا آشنا ہونا ہی امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کا ایک بہت مضبوط

[1]۔ موسوعۃ الامام الحسین علیہ السلام: ۱۰۱/۳، فرہنگ جامع سخنان امام حسین علیہ السلام: ۱۰۳/۳، ریاحین الشریعۃ: ۲۷۱/۳.

سہارا نہیں ہے بلکہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی شہادت بھی امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کا ایک بہت مضبوط سہارا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت نہ صرف دین کی بقاء کا سبب بنی بلکہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے قیام کے ذریعے یہ پوری دنیا میں دین کے فروغ پانے کا بھی اہم عامل ہے۔ اسی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے شب عاشورا اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

‹‹میرا بیٹا حسین، کربلا میں غریب، تنہا اور تشنہ قتل کیا جائے گا اور جو کوئی بھی اس کی مدد کرے تو اس نے میری مدد کی اور اس نے ان کی فرزند قائم آل محمد (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی مدد کی››۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اس بات کا گواہ ہے کہ عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی نصرت، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ولی عصر امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی نصرت کا بھی باعث ہے۔

دین کے دشمنوں کی نظر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام، یاد اور آپ کی زیارت و عزاداری، امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی کامیابی کا سب سے اہم سبب ہے۔ اسی وجہ سے وہ ان کی مخالفت کرتے ہیں اور حتی الامکان زیارت و عزاداری کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا دنیا کے بعض سیاستدان اعتراف کر چکے ہیں۔

اس بناپر دنیا بھر کے تمام شیعوں پر لازم ہے کہ وہ عاشورا کے دن سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیغام کے مطابق آپ کی شہادت اور غربت پر نوحہ خوانی اور عزاداری کریں۔

ہمیں اس نکتے پر غور کرنا چاہئے کہ نماز، عزاداری، زیارت اور دوسری عبادات کے بعد امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کریں اور خدا کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہمیں عافیت و صبر اور تسلیم و رضا کے ساتھ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کو درک کرنے اور آپ کے اصحاب و انصار میں شمار ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

عاشورا کے دن شیعوں کے نام امام حسین علیہ السلام کے پیغام کے ایک اہم نکتہ یا راز کی طرف توجہ

ہم نے اس کتاب میں عزاداری کے باب میں عرض کیا کہ امام حسین علیہ السلام نے سخت ترین حالات اور زندگی کے آخری لمحات میں اپنے شیعوں کو سلام کیا اور پیغام دیا[1] کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی غربت پر ندبہ کریں، نوحہ خوانی کریں اور آپ کی شہادت پر گریہ اور عزاداری کریں۔

یہ پیغام اس بات کا ثبوت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی راہ شہادت کا تسلسل نوحہ خوانی اور گریہ وزاری ہے۔

[1] ۔اسی کتاب کا صفحہ ۱۹۹ ملاحظہ کریں۔

شیعہ ؛ گریہ اور عزاداری سے امام حسین علیہ السلام کی راہ کو جاری رکھتے ہیں تا کہ آپ کی شہادت کو فراموش نہ کیا جا سکے اور آپ کو شہید کرنے والے دشمنوں اور جابروں سے انتقام لیا جا سکے۔

اب دین کے دشمن جان چکے ہیں کہ اگر اربعین کے دن اور دیگر ایّام میں لاکھوں کی تعداد میں آنے والے زائرین کی زیارت اور عزاداری کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو شیعہ متحد ہو کر عاشورا اور دیگر ایّام میں زیارت اور عزاداری کے ذریعہ پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیں گے اور آخر کار پوری دنیا کے حریت پسند اس شخص کے قیام کی حمایت کریں گے جو دشمنوں سے امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب و انصار کے بہائے گئے ناحق خون کا انتقام لیں گا اور امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں کی راہ کو جاری رکھنے والوں کو نیست و نابود کرے گا ۔اسی وجہ سے شیعہ مخالفین لاکھوں کی تعداد میں ہونے والی عزاداری کی مخالفت کرتے ہیں اور پوری دنیا سے عزاداری کو مٹانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

دشمن یہ چاہتا ہے کہ شیعہ نہ صرف یہ کہ زیارت اور عزاداری سے دستبردار ہو جائیں بلکہ امام حسین علیہ السلام کے نام کو بھی بھول جائیں۔

لیکن وہ ہر چیز کو مادیت پسندانہ نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں اور اس مادیت پسندانہ نظر سے ہی عمل کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ عظیم الٰہی اور مافوق الفطرت طاقتوں کے مقابلے میں مادی طاقتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ بدقسمتی سے انہوں نے شیطانی طاقتوں سے دستبردار ہونے اور خدائی طاقتوں کی طرف رجوع کرنے کے بجائے اس کا مقابلہ کیا اور بالآخر

وہ اپنے آپ کو اور دنیا کے بہت سے لوگوں کو ہلاکت اور تباہی و بربادی کی طرف لے گئے۔

قارئین کرام ! ہم نے غیر ملکی سیاستدانوں، سی آئی اے، ویٹیکن اور اہم شیعہ مخالف شخصیات کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا ہے، اس پر غور کریں۔

وہ لوگ بخوبی یہ بات سمجھ چکے ہیں کہ زیارت اور بالخصوص سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری نے دنیا کو شیعہ مذہب کی طرف راغب کیا ہے اور یہ لوگوں کو مصلح و منجی عالم حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے لئے تیار کرنے کے اہم ذرائع ہیں، جس سے دنیا کے تمام ظالموں کی ظالم و جابر حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے، جس سے دنیا کے بڑے بڑے سیاستدان خوفزدہ ہیں اور اسی وجہ سے جہاں تک ہو سکے وہ اس عزاداری کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں۔

شیعوں کی تباہی اور بربادی ہی ان کی سب سے اہم خواہش ہے۔ ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے، اس میں آپ کے لئے کوئی شک و شبہ نہ رہے، اس لئے اس حصے میں دین کے دشمنوں کے ذکر کئے گئے بیانات کو پڑھیں اور ان پر غور کریں۔

ہمارے مذکورہ بیان پر غور و فکر کرنے سے عاشورا کے دن مشکل ترین حالات اور زندگی کے آخری لمحات میں امام حسین علیہ السلام کے سلام اور پیغام کا راز واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان حساس لمحات میں شیعوں کو نوحہ خوانی اور گریہ کرنے کا حکم کیوں دیا۔

اس ماتم و نوحہ خوانی اور گریہ و عزاداری میں لوگوں کی جتنی زیادہ تعداد ہو گی اور جتنی

معرفت کے ساتھ کامل طریقے سے انہیں انجام دیا جائے گا، یہ جنّ وانس میں سے دشمنوں کی شکست کے لئے اتنی ہی زیادہ موئثر ثابت ہو گی۔

ظاہر ہے کہ اگر ماضی میں شیعہ اس طرح عزاداری کرتے کہ وہ پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے تو دنیا کا شیعہ مذہب کی طرف رجحان بہت جلد عملی ہو جاتا۔اس لئے جہاں تک ہو سکے ہمیں زیارت اور عزاداری کو فروغ دینا چاہیئے۔

قارئین کرام !آپ بھی ان لوگوں میں سے ایک ہیں ، جن کے لئے امام حسین علیہ السلام نے سلام اور پیغام بھیجا ہے۔اس لئے آپ اس سلام اور پیغام کو جتنی اہمیت دیں گے اور اس پر عمل کریں گے، اتنا ہی آپ اپنی دنیا اور آخرت کو بدلیں گے۔

....

فہرست مطالب

سخن مترجم 1
مقدمہ 5

پہلا باب
امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی عظمت

زیارت کے معنی 11
زیارت کی اہمیت 12
عالمی اجر رسالت 14
دوسرے مذاہب میں زیارت 15
قرآن کی نظر میں کفار اور منافقین کی زیارت 18
قرآن کی نظر میں معصومین علیہم السلام اور تمام اولیائے خدا کی زیارت 24
ائمہ اطہار علیہم السلام کی زیارت اور امام حسین علیہ السلام کی عزاداری 27
امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب 28

زیارت سے زائرین کا ہدف 33
زیارت کے دو بنیادی نکات اور معرفت کے لحاظ سے زائرین میں فرق 34
امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کی معرفت کے ساتھ آپ کی زیارت ... 35
اہل بیت علیہم السلام کی معرفت کے بارے میں ایک دلچسپ روایت 37
امام حسین علیہ السلام کے زائر کے لئے امام صادق علیہ السلام کی دعا 41
امام حسین علیہ السلام کی طرف خاص توجہ 43
زیارت حسین علیہ السلام کی عظمت کے بارے میں مرحوم شیخ جعفر شوشتری کا کلام 43
بامعرفت زائرین کا ایک اہم نمونہ 45
بامعرفت زیارت کے اثرات کا ایک اہم نمونہ 47
الغدیر کی اشاعت کے لئے کاغذ لینا 50
آقا بزرگ تہرانی کی نظر میں علّامہ امینی 51
خدا کی محبت کے عجیب اثرات 56
معصومین علیہم السلام کے حرم کی عظمت کے بارے میں اہم قرآنی نکات 58
یہودیوں کا صندوق 58
شیعوں کے مقدس صندوق 64
اہل بیت علیہم السلام کے پاک و مطہر حرم 66

ایک اہم اور قابل مطالعہ تحقیق 68
امام رضا علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کے حرم میں معنوی حاکمیت 71
ایک اور قابل غور نکتہ 72
مختلف چیزوں پر کرنا وائرس کتنے گھنٹے باقی رہتا ہے؟ 73
چاندی کی اینٹی مائیکروبیل خصوصیات 74
ہمارے مذکورہ بیان کا نتیجہ 77
شام میں طاعون کا ایک واقعہ 80
ایران میں وبا اور لوگوں کی موت میں ان کے اضطراب اور خوف کا کردار 83
ڈر اور خوف کی بجائے امید اور اعتماد پیدا کرنا 84

دوسرا باب
امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی اہمیت

امام حسین علیہ السلام کی خلقت سے پہلے آپ کی عزاداری 89
قرآن میں آسمان وزمین کا گریہ 91
امام حسین علیہ السلام پر آسمان وزمین کا گریہ 94
عزائے حسین علیہ السلام کی قدیم تاریخ 99
ا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزاداری 102

امام حسین علیہ السلام؛ باب نجات امّت 109
امام حسین علیہ السلام کے لئے رسول خداﷺ کا ضجہ و گریہ 110
۲۔عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کی عزاداری 112
امام حسین علیہ السلام کے کلام کی توضیح 117
عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کا اپنے شیعوں کے لئے سلام اور پیغام . . . 118
دو نکات پر غور 119
۳۔حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کو دفن کرتے وقت امام سجاد علیہ السلام کی آپ کے لئے عزاداری 122
۴۔ محرم الحرام کے ایّام میں امام رضا علیہ السلام کے گھر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجلس عزا 126
کعبہ اور حرم امام حسین علیہ السلام 131
کربلا کا مجسم منظر اور عاشورا کے دن کا ٹوٹا ہوا نیزہ ملنا 133
امام حسین علیہ السلام کے حرم میں پانی غائب ہو جانا 133
آنسو 135
(امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر میں داخل ہونے کا اجازت نامہ) 135
آنسو ایک بہت ہی کلیدی اور موئثر راہ 135

آنسو یا اکسیر اعظم 136
امام حسین علیہ السلام کے عزاداروں پر خدا کا درود 137
ائمہ علیہم السلام کے گریہ و عزا کے بارے میں امام صادق علیہ السلام کا اہم فرمان 141
امام صادق علیہ السلام کے اس فرمان کی وضاحت 147
اہل بیت علیہم السلام کے کلام میں چہرے پر مارنا اور سینہ زنی کرنا 148
۱- سینہ زنی 149
۲- لطم زنی 151
عزاداری کی مختلف اقسام میں ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ 152
امام حسین علیہ السلام کی مجالس عزا کے انعقاد میں ذوق و شوق 154
امام حسین علیہ السلام کے لئے تمام مخلوقات کی عزاداری 158
ایک دلچسپ اور انتہائی اہم واقعہ 160
ایک بہت ہی عجیب واقعہ کا آغاز ! 163
واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے کے حالات 173
واقعہ پیش آنے کے وقت کے حالات 174
اس حادثے کے پیش آنے کے بعد کے حالات 175
امام حسین علیہ السلام اور آپ کی عزاداری کی توہین کرنا 177

عاشورا کے دن امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں کا آپ پر گریہ 185
عاشورا کے دن حضرت عباس علیہ السلام کی نصیحت 186
حضرت عباس علیہ السلام کے خطاب سے یزید کے لشکر کا گریہ کرنا 187
عاشورا کے دن پیاس کی شدت 189
حضرت عباس علیہ السلام کا کلام سن کر رونے والوں نے دوبارہ شمر اور سنان کی پیروی کیوں کی ؟! 190
مجالس عزا میں شرکت کرنے کی اہمیت 190
کائنات میں اہل بیت علیہم السلام کے مصائب پر غور و فکر کرنا 194
عزاداری میں معرفت 196
شہادت کے عظیم امر پر توجہ کرتے ہوئے عزاداری کرنا اور کائنات پر اس کے اثرات کے بارے میں غور و فکر کرنا 197
کون سی مجلس عزا سب سے زیادہ اہم ہے ؟ 200
۱۔ تمام مجالس عزا کا منظور نظر ہونا 200
۲۔ کچھ مجالس پر خاص عنایات 201
اہل بیت علیہم السلام کی مجلس عزا میں شرکت 204
امام حسین علیہ السلام کے حضور میں مجلس عزا 205

عزاداری یازیارت کانعم البدل 207
امام حسین علیہ السلام کی عزاکاانعقاداوران میں خدمت کرنا 213
امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں آل بویہ کا کردار 213
آل بویہ کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئی 214

تیسرا باب
زیارت اور عزاداری کی مخالفت

زیارت اور عزاداری کی مخالفت 225
تاریخی کتب کی روشنی میں امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی مخالفت کے بارے میں
ایک رپورٹ 226
محرم کی عزاداری میں شیعوں کوجلانااوراربعین کی زیارت میں ان کا قتل عام . 227
معاصر عراق میں خونی اربعین 228
دنیاکے بڑے اجتماعات کی فہرست میں اربعین کے اجتماع کی برتری 230
ائمہ اطہار علیہم السلام کے جشن ولادت میں شیعوں کا قتل عام 231
عید غدیر کے موقع پر نجف کی طرف پیدل سفر میں شیعوں کا ہجوم 233
مقام ولایت کے عاشقوں کے دلوں کو زخمی کرنے والا نکتہ 234
سعودی شہزادے کا شیعوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کرنے کا

اعتراف 235
شیعوں کے قتل کے فتاویٰ 237
امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور امریکی سی آئی اے تنظیم 242
سی آئی اے کا شیعیت اور عزاداری کے خلاف مذموم منصوبہ 243
عزاداری کے آثار 245
عزاداری اور زیارت اربعین کی وجہ سے تشیع کا عالمگیر ہونا 247
ویٹیکن کے مطابق اسلام کی دوسرے مذاہب سے زیادہ مقبولیت 247
دنیا بھر کے شیعوں کے اعداد و شمار 248
ویٹیکن کی لائبریری اور امام حسین علیہ السلام 249
"سی آئی اے" میں امام حسین علیہ السلام کی مکمل تصویر! 250
امام حسین علیہ السلام؛ باب نجات امت 252
ایک قابل غور نکتہ 254
دشمنوں کی جانب سے اپنی آخری شکست کا اعتراف کرنا 255
امام حسین علیہ السلام کی یاد سے ظہور کا آغاز 256
عاشورا کے دن شیعوں کے نام امام حسین علیہ السلام کے پیغام کے ایک اہم نکتہ یا راز کی
طرف توجہ 266